عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادرِ روزگار،
اور معرکہ آرا کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب شرح

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

6

یہ وہ مقبول خاص و عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس سے دلچسپی لیتے ہیں مگر مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے، حضرت حکیم الامت نے اشعارِ مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس و ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ
ملتان

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رُومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر روزگار
اور معرکہ آراء کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

از:

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

جلد ٦

یہ وہ مقبول خاص و عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس سے دلچسپی لیتے ہیں۔ مگر مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے۔ حضرت حکیم الامت نے اشعارِ مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی اور کوئی شرح نہیں لکھی گئی

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ • مُلتان

ربع رابع دفتر دوم

قال تعالیٰ کما ارسلنا فیکم رسولاً منکم یتلوا علیکم اٰیٰتنا و یزکیکم و یعلمکم الکتٰب والحکمۃ و یعلمکم ما لم تکونوا تعلمون

چوں در کریمہ صدر قولہ یتلوا و یعلمکم الکتب بر فضل علم نظم و معنی و قولہ یزکیکم بر شرف علم کلام و عقائد و علم سلوک و قولہ والحکمۃ بر مزیت علم اسرار و علم اصول دال باوضع بیان رسیدہ از اں جز و بودن تصوف کہ مشتمل بر سلوک و اسرار ست از علم دین نیک عیان ست و باتفاق اہل مذاق مثنوی در کتب ایں فن خاص شان ست لاکن از اغلاقش محتاج تبیان ست بنا علیہ ایں شرح اردو کہ معنونش را

کلید مثنوی

عنوان ست ایں ربع رابع از دفتر دوم ازاں ست (بالفاظ و عبارت (مولوی) شبیر علی و مولوی حبیب احمد سلمہا اللہ کہ ہر یکے از ایشان برائے صاحب معانی یعنی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب دام ظلہم بمنزلہ لسان و ترجمان ست) در وصل متن را چناں حل کردہ کہ نہایت امکان ست و مسائل را بطورے تقریر نمودہ کہ ہم موافق تحقیق اہل اتقان و ہم مطابق حدیث و قرآن ست و اشکالات و اغلاط را بطرزے دور ساختہ کہ مورث اطمینان و امان ست و جابجا ملفوظات سیدنا الحاج محمد امداد اللہ رحمہ کہ مطرب آذن و منشط اذہان ست ہم درو یش مطایبہ دہ

حسب فرمایش

محمد شبیر علی مالک اشرف المطابع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر بالطبع شد

الربع الرابع من کلید المثنوی شرح الدفتر الثانی

شرح حبیبی

یک مثال دیگر اندر کژروی — شاید ار از نقل قرآن بشنوی
این چنین کژبازیی در جفت و طاق — با نبی می باختند اہل نفاق
کز برائے عز دین احمدی — مسجدے سازیم و بود آن مرتدی
این چنین کژبازیی مے باختند — مسجدے جز مسجدے او ساختند
فرش و سقف و قبہ اش آراستند — لیک تفریق جماعت خواستند
نزد پیغمبر بلابہ آمدند — ہمچو اشتر پیش او زانو زدند
کاے رسول حق برائے محسنی — سوئے آن مسجد قدم رنجہ کنی
تا مبارک گردد از اقدام تو — تا قیامت تازہ بادا نام تو
مسجد روز گل است و روز ابر — مسجد روز ضرورت وقت صبر
تا غریبے یابد آنجا خیر و جاہ — تا فراوان گردد این خدمت سرا
تا شعار دین شود بسیار و پر — زانکہ با یاران شود خوش کار مر
مسجد و اصحاب مسجد را نواز — تو مہی ما شب دمے با ما بساز
ساعتے آنجایگہ تشریف دہ — تزکیہ ما کن ز ما تعریف دہ
تا شود شب از جمالت ہمچو روز — اے جمالت آفتاب جان فروز

اے دریغا کان سخن از دل بدی ‏ — ‏ تا مراد آن نفر حاصل شدی
لفظ کاید بے دل و جان بر زبان ‏ — ‏ ہمچو سبزہ تون بود اے دوستان
ہم ز دورش بنگر و اندر گذر ‏ — ‏ خوردن و بو را نشاید اے پسر
سوئے لطف بے وفایان ہین مرو ‏ — ‏ کان پل ویران بود نیکو شنو
گر قدم را جاہلے بر وے زند ‏ — ‏ بشکند پل وان قدم را بشکند
ہر کجا لشکر شکستہ مے شود ‏ — ‏ از دو سہ سست و مخنث می بود
در صف آید با سلاح و مرد وار ‏ — ‏ دل برو بنہند کاینک یار غار
رو بگرداند چو بیند زخم را ‏ — ‏ رفتن او بشکند پشت ترا
این دراز ست و فراوان میشود ‏ — ‏ آنچہ مقصود ست پنہان می شود

جس طرح ہمنے امیر معاویہ کا قصہ بیان کیا ہے یون ہی کجروی کے متعلق ایک اور قصہ ہے اگر تو نقل قرآنی سے سننا چاہتا ہے تو سن وہ قصہ شیطان الجن کا تھا یہ شیاطین الانس کا ہے بات یہ ہے کہ جسطرح شیطان امیر معاویہ کے ساتھ ٹیڑھی چال چل رہا تھا یون ہی منافقین دانون پیچ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹیڑھی چال چل رہے تھے یعنی انھون نے ظاہر کیا کہ ہم دین احمدی کی عزت کے لیے ایک مسجد بنانا چاہتے ہین حالانکہ منشا اسکا کفر تھا دوسری ٹیڑھی چال یہ چلے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے علاوہ ایک مسجد بنا ڈالی اور اسکی چھت فرش اور گنبد وغیرہ کو خوب سجایا۔ اس سے انکو ظاہر تو اعزاز دین کرنا تھا مگر اصل مقصد تفریق جماعت تھی۔ اس مقصد کی تکمیل کیلیے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ازراہ چاپلوسی حاضر ہوئے۔ اور اونٹ کی طرح گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے اور کہا کہ اے رسول خدا براہ کرم اس مسجد کی طرف قدم رنجہ فرمائیے تاکہ آپکے قدمون سے وہ متبرک ہو جاوے خدا کرے آپکا نام تا قیامت تازہ رہے یہ مسجد اسلئے بنائی گئی ہے کہ گارے کیچڑ مین نماز پڑھنے مین آسانی ہو جس دن ابر ہو تو یہان نماز پڑھ لیجاوے غرض کہ جب کوئی شدید ضرورت و مجبوری پیش آئے تو اس مسجد سے کام نکالا جاوے اسمین ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ مسافر آرام کر سکتا ہے اور اوسکو کھانا وغیرہ مل سکتا ہے اور یہ بھی غرض ہے کہ مسجدین زیادہ ہون اور شعار دین زیادہ ہون اسلئے کہ جو کام ناگوار ہوتا ہے دوستون کے ساتھ وہ کام بھی گوارا ہو جاتا ہے پس جب دوسرے لوگ دیکھین گے کہ ایک مسجد اور بنی ہے تو اور لوگ بھی مسجدین بنائینگے۔

لہذا جناب والا خود مسجد کی بھی عزت افزائی فرمائین اور مسجد والون کی بھی۔ آپ چاند ہین اور ہم رات آپ تھوڑی دیر ہمارے ساتھ بھی گذارین تو مناسب ہے تاکہ ہم بھی آپ کے فیض سے مستفیض ہون آپ وہان تشریف لے چلیے اور ہم کو پاک کیجیے اور وعظ و نصیحت فرمائیے تاکہ ہماری ظلمت دور ہو کر روشنی پیدا ہو جاوے کیونکہ آپکا جمال وہ آفتاب ہے جو جانون کو روشن کرتا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہین کہ تقریر نہایت پاکیزہ اور مضمون نہایت پسندیدہ ہے لیکن اے کاش یہ تقریر دل سے ہوتی۔ تاکہ انکا مقصد حاصل ہوتا۔ لیکن یہ الفاظ دل و جان سے نہ تھے اور جو الفاظ دل سے نہ نکلین انکی مثال ایسی ہے جیسے کوڑی پر سبزہ کہ بس دور سے دیکھ لو اور چلے جاؤ نہ کھانیکے

کام کا ہے نہ سونگھنے کے بلکہ محض دل خوش کن ہے فائدہ کچھ نہین پس مناسب مقام ہم تم کو ایک نصیحت کرتے ہین خوب کان کھول کر سن لو وہ یہ کہ بیوفاؤن کی ظاہری مہربانی پر ہرگز نہ جانا اسلئے کہ وہ ایسی ہے جیسے بوسیدہ پل کہ جب کوئی ناواقفیت سے اوسپر از راہ اعتماد قدم رکھے تو فوراً ٹوٹ جاوے اور پاؤنکو بھی توڑ دے پس جب کوئی انکے لطف ظاہری پر اعتماد کریگا۔ نقصان اوٹھائیگا دوسری مثال اور سنو جب کبھی لشکر شکست کھاتا ہے تو اوسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اسمین دو تین مخنث ہوتے ہین اور وہ ہتھیار سجا کر مردانہ صف جنگ مین شریک ہوجاتے ہین لوگ اونپر اعتماد کرتے ہین اور اونکو اپنا معین و مددگار سمجھتے ہین لیکن جب اونکے کوئی زخم لگتا ہے یا دوسرون کے زخمون کو دیکھتے ہین تو بھاگ نکلتے ہین اور اونکا بھاگنا تمام فوج کی کمر توڑ دیتا ہے۔ یہ نتیجہ کیون ہوا اسلئے کہ اونھون نے اون بیوفاؤن کی ظاہری مہربانی پر اعتماد کیا خیر یہ گفتگو بہت طویل ہے اور اسکو طول ہوتا جاتا ہے اور جو اصل مقصود ہے وہ مخفی ہوا جاتا ہے لہذا اسکو چھوڑ کر اصل مقصود کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔

منافقون کا اور اُن کی مسجد ضرار بنانے کا قصّہ

شرح شبیری۔ اینچنین الخ۔ یعنی اسیطرح کی کجبازی جفت اور طاق مین اہل نفاق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھیلتے تھے۔ مطلب یہ کہ حضرت کے ساتھ منافقین شرارتین اور دہوکہ کرتے تھے۔ اور وہ یہ تھا کہ کہتے تھے کہ۔

کز برائے الخ۔ یعنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی عزت کے لئے ہم ایک مسجد بناتے ہین اور وہ (فی الواقع) ارتداد تھا۔ اسلئے کہ مسلمانون کے مقابلہ مین ایسا کرتے تھے۔

اینچنین الخ۔ یعنی اس قسم کی ٹیڑھی چال اون کے ساتھ چلتے تھے اور ایک مسجد اونکی مسجد کے علاوہ بناتے تھے۔

فرش الخ۔ یعنی اوسکا فرش اور چھت اور گنبد سنوارتے تھے لیکن وہ جماعت کی تفریق چاہتے تھے۔

نزد الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شرارت سے آئے اور اونٹ کیطرح اون کے سامنے دوزانو بیٹھ گئے اور عرض کیا کہ

کاے الخ۔ یعنی کہ اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرم کیوجہ سے اوس مسجد کیطرف قدم رنجہ فرمایئے۔

تا مبارک الخ۔ یعنی تاکہ وہ آپ کے قدمون کی بدولت مبارک ہوجاوے آپکا نام مبارک قیامت تک تازہ رہے۔

مسجد الخ۔ یعنی وہ مسجد کیچڑ کے دن کی ہے اور ابر والے دن کی اور ضرورت کے دن اور صبر کے وقت کی مطلب یہ کہ مسجد قبا دور ہے اسلئے بارش وغیرہ مین جانے مین دقت ہوتی ہے لہذا یہان قریب نماز ہوجایا کریگی جبکہ ضرورت ہوگی اور یہ مصلحت ہے کہ۔

تا غریبے الخ۔ یعنی تاکہ کوئی مسافر اس جگہ آرام اور جگہ پاوے اور تاکہ یہ خدمت کا گھر زیادہ ہوجاوے کہ دو ہوجاوینگے ایک مسجد قبا اور ایک اور یہ مصلحت ہے کہ۔

تا شعائر الخ۔ یعنی تاکہ دین کا شعار زیادہ ہوجاوے اور مشکل کام دوستون پر آسان ہوجاوے کہ بارش وغیرہ مین وہان جانا مشکل ہے یہان جانا آسان ہوگا۔

ساعتے الخ۔ یعنی ایک گھڑی اوس جگہ تشریف لیچلیئے اور ہمارا تزکیہ فرمایئے اور کچھ دیر وعظ فرما دیجیے۔

مسجد الخ۔ یعنی مسجد کو اور اصحاب مسجد کو نواز دیجیے آپ چاند ہین اور ہم راتین ہین ہمارے ساتھ موافقت فرمایئے تو ہم بھی منور ہوجاوین۔

تا شود الخ - یعنی تا کہ رات آپ کے جمال کی وجہ سے دن ہو جاوے اسواسطے کہ آپکا جمال جان کا روشن کر دینے والا ہے - مطلب یہ کہ ہمارے قلوب سیاہ جو شب کی طرح ہین وہ منور ہو جاوین آگے مولانا فرماتے ہین کہ -

اے الخ - یعنی کاش کہ وہ بات دل سے ہوتی تا کہ اس جماعت کی مراد حاصل ہو جاتی -

لفظ الخ - یعنی جو لفظ کہ بیدلی سے زبان پر آوے تو اے دوست اسکو کوڑی کے سبزہ کی طرح سمجھو کہ اوپر تو اچھا ہے اور اندر سے غلاظت بھری پڑی ہے -

ہم الخ - یعنی اسکو دور ہی سے دیکھ لو اور چلے جاؤ وہ کھانے اور سونگھنے کے لائق نہین ہے اے صاحبزادہ -

سوئے الخ - یعنی بیوفاؤن کی مہربانی کیطرف ہرگز مت جاؤ کہ ٹوٹا ہوا پل ہے اچھی طرح سن لو -

گر قدم الخ - اگر کوئی جاہل قدم کو اوسپر مارے تو وہ پل بھی ٹوٹ جاوے اور اُسکے قدم کو بھی توڑ دے - تو اسیطرح جو شخص کہ ایسے مکارون کے ساتھ رہتا ہے تو یہ خود بھی غارت ہوتے ہین اور اوسکو بھی غارت کر دیتے ہین آگے ایک مثال ہے کہ

ہر کجا الخ - یعنی جہان کہین کہ لشکر کو شکست ہوتی ہے وہ دو تین سست اور مخنثون کی بدولت ہوتی ہے -

در صف الخ - یعنی صف مین ہتھیارون کے سمیت مردون کی طرح آتا ہے - تو اوسپر دل رکھتے ہین کہ یہ ہے یار غار - یعنی لڑائی مین وہ نامرد آتا تو اس طرح ہے کہ لوگ جانتے ہین کہ بس جو ہے یہی ہے اور کام یہی کریگا اور کون کرے گا اور جب مقابلہ ہوتا ہے تو یہ حالت ہوتی ہے کہ -

رو الخ - یعنی جب زخم کو دیکھا تو مُنہ پھیر لیتا ہے اور اوسکا بھاگنا تمہاری کمر بھی توڑ دیتا ہے - اور سارا لشکر ہمت ہار دیتا ہے اور بھاگ پڑ جاتی ہے -

این الخ - یعنی یہ مضمون تو بہت دراز ہے اور طویل ہوتا جاتا ہے اور جو مقصود ہے وہ پوشیدہ ہوتا جاتا ہے - مطلب یہ کہ اسکو تو جہان تک بیان کیا جاویگا طویل ہی ہوتا رہیگا مگر ہمین جو مقصود قصہ منافقون کا بیان کرنا تھا وہ رہا ہی جاتا ہے آگے پھر وہی قصہ بیان فرماتے ہین - کہ

شرح حبیبی

چاپلوسی و فسونها خواندند　　نزل دستان سوی حضرت راندند

آن رسول مهربان رحم کیش　　جز تبسم جز بلے ناورد پیش

شکرهاے آن جماعت یاد کرد　　در اجابت قاصدانرا شاد کرد

می نمودی بکر ایشان پیش او　　یک بیک زان شان که اندر شیر مو

موی را نادیده میکرد آن لطیف　　شیر را شاباش میگفت آن ظریف

صد هزاران مکر موئے و دمدمه　　چشم خوابانید آندم از همه

راست میفرمود آن بحر کرم　　من شمارا از شما مشفق ترم

من نشسته بر کنار آتشے　　با فروغ و شعلهٔ بس ناخوشے

همچو پروانہ شما آلود وان ‏— هر دو دست من شده پروانہ زان
چون بران شد تا روان گردد رسول ‏— غیرت حق بانگ زد مشنو ز غول
کاین خبیثان مکر و حیلت رانده اند ‏— جملہ مقلوبست انچہ آورده اند
قصد ایشان جز سیہ روئی نبود ‏— خیر دین کے جست ترسا و یهود
مسجدے بر جسر دوزخ ساختند ‏— با خدا نرد دغل مے باختند
قصدشان تفریق اصحاب رسول ‏— فضل حق را کے شناسد ہر فضول
تا جہودے را ز شام اینجا کشند ‏— کہ بوعظ او جہودان سرخوشند
گفت پیغمبر کہ آرے لیک ما ‏— بر سر راهیم و بر عزم غزا
زین سفر چون باز گردم انگہان ‏— سوے آن مسجد روان گردم روان
دفع شان گفت و بسوی غزو تاخت ‏— با دغایان از دغا نردے بباخت

یہان سے مولانا قصہ مسجد ضرار کیطرف عود فرماتے ہین لیکن جس تفصیل کے ساتھ مولانا نے اسکو بیان فرمایا ہے وہ کسی روایت صحیحہ سے ثابت نہین۔ مولانا کو کسی نامعتبر طریق سے معلوم ہوا ہوگا۔ مولانا نے اوسکو معتبر سمجھکر نقل فرمادیا۔ لہذا جو باتین اسمین ایسی ہین جس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر الزام عائد ہوتا ہو اوسکا جواب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دینے کی تو ضرورت نہین۔ کیونکہ اس جواب کی تو اسوقت ضرورت ہے جبکہ ثابت ہوجاوے کہ یہ واقعہ سچا ہے۔ اور ثابت ہے نہین تو جواب کی بھی ضرورت نہین انکا جواب صرف اسیقدر ہے کہ یہ ثابت نہین۔ ہان مولانا کی طرف سے جواب کی ضرورت ہے کہ انھون نے اسکی تصدیق کیسے کرلی۔ سو اسکا جواب اپنے محل پر ذکر کیا جاویگا اس تفصیل کے بعد حل مثنوی سنو۔

ان منافقون نے خوشامدین کین اور مکر و فریب کے منتر بہت کچھ پڑھے۔ اور حیلہ و خداع سے آپکی مہمانی کی۔ جناب رسول اللہ جو نہایت ہی مہربان تھے اور رحم جنکا شیوہ تھا اس مکر کو سمجھ تو گئے (اقول ہولیس بثابت) مگر باینہمہ بنا بر شفقت آپ مسکراتے رہے۔ اور درست اور بجا ہی فرماتے رہے (یہ اس بنا پر تھا کہ آپکو منافقین کے افشائے راز کا ہنوز حکم نہ ہوا تھا بلکہ یہی حکم تھا کہ ان سے مسلمانون کا سا برتاؤ کیا جاوے اور آپکا یہ فرمانا جھوٹ بھی نہین تھا کیونکہ درست و بجا دو طرح کہا جاتا ہے کبھی تصدیق کے لئے اور کبھی تکذیب کے لیے۔ درحقیقت یہ درست و بجا تکذیب کے لیے تھا۔ مگر چونکہ انکے افشائے راز کا ابھی حکم نہ تھا اسلئے وہ لہجہ نہ تھا جس سے تکذیب ظاہر ہو۔ اور وہ سمجھ جائین لہذا یہ درست و بجا توریہ کے طور پر تھا) اور اس جماعت کا شکریہ ادا کیا اور انکی درخواست کو قبول فرماکر اون کے دل کو خوش کیا اونکا آپکے ساتھ مکر آپکو ان چکنی چپڑی باتون مین یون معلوم ہوتا تھا جسطرح دودھ مین بال۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بال کو یون ظاہر فرماتے تھے جیسے آپ دیکھتے ہی نہین اور اپنی ظاہری تصدیق سے آپ اُس دودھ اور چکنی چپڑی باتون کی تعریف فرماتے تھے اوس مین سیکڑون مکر و فریب اور بال تھے۔ لیکن اسوقت آپ سب سے چشم پوشی

فرما رہے تھے۔ اور اون پر اپنے سمجھ جانے کو ظاہر نہونے دیتے تھے کہ یہ دل شکستہ ہو جاوینگے۔ واقعی اس بحر کرم نے نہایت ہی صحیح فرمایا ہے کہ مین تم پر تم سے زیادہ مشفق ہون۔ کہ آتش روشن اور ناگوار طور پر شعلہ زن آگ کے کنارہ پر بیٹھا ہوا ہون۔ تم پروانون کی طرح اوس طرف دوڑتے ہو اور مین اپنے دونون ہاتھون سے تمکو ہٹا رہا ہون۔ جب آپ بمقتضاے شفقت وغیرہ اس طرف چلنے پر آمادہ ہو گئے اور چلنے کو بالکل تیار ہو گئے تو حق سبحانہ کو غیرت آئی۔ اور حکم ہوا کہ ان راہزنون کی باتین نہ سنو۔ ان شریرون نے چال اور فریب کیا ہی اور جو باتین انھون نے بیان کی ہین سب اولٹی ہین اونکا مقصود صرف اپنا منھ کالا کرنا ہے وجہ یہ ہی کہ یہ جماعت یہود کی ہے اور ابو عامر راہب کی پیر فے ہے بھلا یہودی ونصرانی دین الٰہی کے کیا خیر خواہ ہو سکتے ہین ان لوگون نے اپنی مسجد کو دوزخ کے پل پر تعمیر کیا ہے اور اسکی بدولت یہ دوزخ مین جائینگے کیونکہ خدا کیساتھ یہ لوگ فریب کی چالین چلتے ہین انکا مقصد جماعت صحابہ کی تفریق ہے لیکن یہ یہود سے فضل حق سبحانہ کو نہین جانتے جو صحابہ پر مبذول ہے کہ وہ انکو ہر ضرر سے بچانیوالا ہے اور کبھی گوارا نہین کرتا کہ انکو ضرر پہونچے اور غرض اونکی یہ ہے کہ اوس یہود کی طرح سخت دشمن کافر نصرانی ابو عامر راہب کو جسکے وعظ سے یہ پھولے ہوئے ہین ہرقل سمیت مدینہ پر چڑھا لائین۔ حق سبحانہ کا یہ حکم سنکر آپنے اپنی رو انکی کو ملتوی فرما دیا۔ لیکن چونکہ آپ بغایت شفقت اونکو رسوا کرنا نہین چاہتے تھے اور رسوائی کا حکم بھی نہوا تھا لہذا آپنے فرما دیا کہ اسوقت توہم کو سفر درپیش ہے اور غزوہ تبوک کو جا رہے ہین جب اس سفر سے لوٹین گے انشاء اللہ اسوقت چلین گے یہ فرما کر آپنے اونکو ٹال دیا اور غزوہ تبوک کو تشریف لیگئے اور ان دغابازون کے ساتھ آپنے بھی دغا کی چال چلی یعنی آپکو دغا مقصود نہ تھی بلکہ یہ آپکی تدبیر مشابہ دغا تھی۔ بنابر مشاکلت اسکو دغا کہدیا گیا ہے۔ اس تقریر سے نہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹا وعدہ فرمانیکا الزام ہے اور نہ مولانا پر اسکی تصدیق کا کیونکہ اول تو واقعہ اس صورت سے ثابت ہی نہین دوسرے وعدہ معلق بمشیت الٰہی تھا۔ لہذا جھوٹا نہ تھا اور جب جھوٹا نہ تھا تو مولانا پر بھی الزام نہین کہ انھون نے جھوٹے وعدہ کی نسبت کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کیونکر سچ سمجھ لیا۔ اور اگر وعدہ کو بصورت حتمی سمجھا جاوے کہ ہم ضرور آئینگے تو اسوقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تو کوئی الزام نہین کیونکہ واقعہ ثابت ہی نہین۔ ہان مولانا پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ اونھون نے اس واقعہ کو کیونکر سچا سمجھ لیا۔ سو اسکا جواب یہ ہو سکتا ہی کہ مولانا دھوکے کے مقابلہ مین دھوکے کو جائز رکھتے ہونگے۔ بالخصوص اسوقت جبکہ اس دھوکے سے دوسرے کو ضرر پہونچانا مقصود نہو بلکہ اپنا تحفظ مد نظر ہو اور یہان ایسا ہی تھا کہ ان کے شر سے بچنا مقصود تھا نہ کہ انکو نقصان پہونچانا اور ماخذ اس خیال کا ممکن ہے الحرب خدعۃ یا جزاء سیئۃ سیئۃ مثلها ہو ویؤیدہ ما قال مولانا فی الابیات السابقۃ ۔ ؎

ہر دروغے را دروغے شد جزا + کاسہ زن کوزہ بخور اینک سزا ۔ اسوقت مولانا پر سے بھی اعتراض دفع ہو گیا۔

منافقون کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھسلانا تاکہ مسجد ضرار مین تشریف لیجاوین

شرح شبیری - بر رسول الخ ۔ یعنی حق تعالےٰ کے رسول پر بہت سے افسون پڑھ رہے تھے اور مکر اور حیلہ کا گھوڑا چلا رہے تھے۔

چاپلوسی الخ ۔ یعنی چاپلوسی اور افسون پڑھ رہے تھے اور خدمت کی مہمانی کو بارگاہ کی طرف چلا رہے تھے مطلب

یہ کہ مکر و چاپلوسی اور خوشامد کر رہے تھے۔ اور اپنی ان باتون کو بطور تحفہ کے اور نزل خدمت کے بارگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین پیش کر رہے تھے۔

آن الخ۔ یعنی وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مہربان اور رحم کیش سوائے تبسم کے اور بہت بہتر کے کچھ سامنے نہ لاتے تھے مطلب یہ کہ وہ تو مکر سے حضور کو پھسلا رہے تھے اور آپ باوجودیکہ آپکو معلوم تھا کہ یہ جھوٹے ہین (جیسا کہ لتعرفنهم فی لحن القول سے معلوم ہوتا ہے) غایت لطف وکرم کی وجہ سے یہی فرماتے تھے کہ بہتر ہے بہت اچھا آجاؤنگا۔

شکر ہائے الخ۔ یعنی اوس جماعت کے شکریہ کو یاد کیا اور قبول فرما لینے مین قاصدون کو شاد کیا مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکا شکریہ ادا فرمایا کہ تم نے مجھے بلایا اور اسکے بعد بلانے والون سے آنے کا وعدہ کرلیا تاکہ وہ بھی خوش ہوجاوین۔

می نمود الخ۔ یعنی اونکا مکر آپ کے سامنے ایک ایک اس طرح دکھائی دیتا تھا کہ جیسے دودھ مین بال۔

موے الخ۔ یعنی بال کو بے دیکھا ہوا کر رہے تھے وہ لطف وکرم والے اور دودھ کی تعریف کر رہے تھے وہ دانا۔ مطلب یہ ہے کہ باوجودیکہ اون کے مکر اونکے اقوال مین اسطرح سے ظاہر تھے کہ جیسے کہ دودھ مین بال مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اون مکرون سے اس طرح چشم پوشی فرما رہے تھے کہ گویا اونکو خبر ہی نہین اور اونکے اس بنا مسجد کی تعریف اور خود اونکا شکریہ ادا کر رہے تھے اور یہ اسلئے تھا کہ اول تو حق تعالے کی طرف سے یہی حکم تھا کہ یہ اگرچہ دل سے کافر ہین مگر چونکہ زبان سے اسلام کا دعوی ہے لہذا اون سے برتاؤ مسلمانون ہی جیسا کیا جاوے اسوجہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے زبان سے تو اقرار فرما لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود بھی یہی تھا کہ تشریف لیجاوینگے مگر اندر سے دل نہ چاہتا تھا اور وہان جانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشاشت نہ تھی اب یہان شبہ نہین ہوسکتا کہ حضور نے خدا نکردہ جھوٹ بولا نہین وعدہ کیا اور اوسکے ایفا کا بھی قصد تھا مگر دل تنگی سے اور یہ ضروری نہین ہے کہ جو وعدہ کیا جاوے اور اوسکو پورا کیا جاوے وہ بشاشت ہی سے ہوا کرے لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکے ساتھ یہ برتاؤ فرمایا ہے

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھون مکر اور افسونون کے بال تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اون سے چشم پوشی کی آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم کی تعریف اور حالت کو بیان فرماتے ہین کہ۔

راست الخ۔ یعنی اس بحر کرم نے درست فرمایا ہے کہ مین تمپر تمسے زیادہ شفیق ہون یہ مضمون قرآن شریف کا ہے کہ آیا ہے کہ النبی اولے بالمؤمنین من انفسہم اور خود حدیث مین بھی یہی مضمون آیا ہے لہذا فرماتے ہین کہ دیکھو حدیث مین ہے کہ فرماتے ہین کہ مین تمپر تم سے زیادہ شفیق ہون۔ آگے یہی حدیث ہی کا مضمون ہے فرماتے ہین کہ۔

من الخ۔ یعنی مین ایک آگ کے کنارہ پر بیٹھا ہوا ہون جو کہ با فروغ ہے اور بہت بڑے شعلون والی ہے مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ میری تمھاری ایسی مثال ہو کہ جیسے ایک آگ ہے اور اوسکے کنارہ مین بیٹھا ہوا ہون ہمچو الخ۔ یعنی تم پروانہ کیطرح اوس آگ کی طرف دوڑ رہے ہو اور میرے دونون ہاتھ پروانہ کو ہٹانے والے ہین اس حدیث کے الفاظ یہ ہین مثلی کمثل رجل استوقد نارا فلما اضاءت ما حولها جعل الفراش وهذه الدواب التی تقع فی النار یقعن فیها وجعل یحجزهن ویغلبنه فیقتحمن فانا آخذ بحجزکم عن النار وانتم تقتحمون تو دیکھو کہ اس مثال سے غایت لطف وکرم ثابت ہو رہا ہے سبحان اللہ۔ یارب تو کریمی و رسول تو کریم ٭ صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم۔

چون الخ - یعنی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسپر دستعدم ہوئے کہ روانہ ہون تو غیرت حق نے آواز دی کہ ان غولوں کی بات مت سنو مصرعہ اولی کی عبارت مین تھوڑی سی تقدیم تاخیر ہے عبارت صاف یہ ہے کہ چون رسول بران شد تا رود ان کو وغیرت حق الخ غرضکہ آپکا قصد تو جانیکا تھا ہی لہذا وحی آ گئی کہ۔

کاین الخ یعنی کہ ان خبیثون نے مکر اور حیلہ کیا ہے اور یہ جو کچھ کہ لائے ہین سب اولٹا ہے۔ (اور بیہودہ ہے)

قصد الخ - یعنی انکا مقصد اس سے سوائے سیہ روئی کے کچھ نہین ہے اسلئے کہ نصرانی یا یہودی دین کی خیر کب ڈھونڈھتے ہین۔

مسجدے الخ یعنی دوزخ کے پل پر ایک مسجد بناتے تھے اور حق تعالے کے ساتھ دہوکہ کی نرد کھیلتے تھے۔ یہ اشارہ اوس آیت - علی شفا جرف هار فانهار به الخ مطلب یہ کہ چونکہ اونکی غرض فاسد تھی جسکا انجام کہ دخول نار تھا اسلیے گویا کہ وانھون نے اوس مسجد کو کنارہ دوزخ ہی پر بنایا تھا۔

قصد شان الخ - یعنی اونکا مقصود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مین تفریق تھی مگر فضل حق کو ہر فضول کب پہچان سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اون کو کیا خبر تھی کہ اسمین رحمت حق مضمر ہے اور جسمین کہ یہ تفریق کرانا چاہتے تھے اون حضرات پر رحمت حق تھی اسلیے حق تعالے نے اون کو بتا دیا۔

تا جہودے الخ - یعنی تاکہ ایک یہودی کو شام سے اس جگہ لاوین کیونکہ اوسکے وعظ سے یہودی خوش ہین قصہ اسکا یہ ہے کہ ایک شخص ابن عامر نامی نصرانی شام مین تھا اور مدینہ منورہ مین اکثر یہودی منافق تھے تو اس ابن عامر نے ان لوگون کو لکھا کہ تم ایک بیٹھک مسجد کے طور پر بناؤ تاکہ اوسکے اندر سب سلاح و مشورے ہوا کرین اسکے بعد ہر قل سے لشکر لیکر ان لوگون کو نکال دیا جاوے گا لہذا ان منافقون نے یہ مسجد اسلئے بنائی تھی لہذا فرماتے ہین کہ اونکا مقصد یہ تھا کہ اوس یہودی کو یہان بلالین۔

گفت الخ - یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان لیکن اب ہم سر راہ پر ہین اور لڑائی کے قصد مین ہین مطلب یہ ہے کہ حضور نے تشریف لانے کا وعدہ فرمایا اور یہ فرمایا کہ ابھی تو ہم سفر مین ہین اور لڑائی کو جا رہے ہین اوس کے بعد آوین گے اسلئے کہ اسوقت غزوہ تبوک کی تیاری تھی یہان یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اول تو مولانا نے وحی کی ممانعت کا ذکر کیا اوس کے بعد اسکو بیان کیا کہ حضور نے وعدہ فرمایا تو کیا بعد وحی وعدہ فرمایا تھا بات یہ ہے کہ اول تو مولانا نے قصہ کو مجمل طور پر بیان فرما دیا تھا اور اب اوسکو مفصل طور پر بیان فرما رہے ہین آگے فرماتے ہین کہ۔

زین الخ - یعنی (آپنے فرمایا کہ) اس سفر سے جبکہ مین واپس ہونگا اسوقت اوس مسجد کی طرف آؤنگا اب دیکھو کہ اس فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ دل سے حضور کو بشاشت نہ تھی ورنہ کیا مشکل تھا کہ چند قدم تشریف لیجاتے مگر اوس وقت یہی چاہا کہ ٹلا دین۔

دفع الخ - یعنی آپ نے اون کو ٹال دیا اور غزوہ کی طرف تشریف لے گئے دغابازون کے ساتھ دغا کی ایک بازی کھیلی - اس دغا سے مراد یہ مکر و فریب نہین ہے بلکہ یہ مکروا و مکر اللہ کے قبیل سے ہے جیسا کہ وہان مکر حق تعالے کیطرف منسوب ہے اسیطرح یہان دغا بھی حضور کی طرف نسبت کر دی گئی ہے مقصود یہ ہے کہ اون کے کرتوت کا بدلا آپ نے بھی دیا۔

شرح حبیبی

چون بیامد از غزا باز آمدند — طالب آن وعدهٔ ماضی شدند
گفت حقش کای پیمبر فاش گو — عذر آور جنگ باشد با حق گو
گفت ای قوم دغل خامش کنید — تا نگویم رازهاتان تن زنید
گفت تان بس بد درون و دشمنید — من نخواهم آمد از من بگذرید
چون نشان چند از اسرارشان — در میان آورده بد شد کارشان
قاصدان زو باز گشتند آن زمان — حاش لله حاش لله دم زنان
هر منافق مصحفی زیر بغل — سوی پیغمبر بیاورد از دغل
بهر سوگندان که ایمان جنتی است — زانکه سوگندان کژان را سنتی است
چون ندارد مرد کژ در دین وفا — هر زمانی بشکند سوگند را
راستان را حاجت سوگند نیست — زانکه ایشان را دو چشم روشنی است
نقض میثاق و عهود از احمقی است — حفظ ایمان و وفا کار تقی است
گفت پیغمبر که سوگند شما — راست گیرم یا که سوگند خدا
باز سوگند دگر خوردند قوم — مصحف اندر دست و بر لب مهر صوم
که بحق این کلام پاک راست — که بنای مسجد از بهر خدا است
اندر اینجا هیچ مکر و حیله نیست — قصد ما زان صدق و ذکر یارب است
گفت پیغمبر که آواز خدا — می رسد در گوش من همچون صدا
مهر بر گوش شما بنهاد حق — تا بآواز خدا نارد سبق
نک صریح آواز حق می آیدم — همچو صاف از درد می پالایدم
همچنانکه موسی از سوی درخت — بانگ حق بشنید کای مسعود بخت
از درخت انی انا الله می شنید — با کلام انوار می آمد پدید
چون ز نور وحی وا می ماندند — باز نو سوگندها میخواندند
چون خدا سوگند را خوانده سپر — کی نهد اسپر ز کف پیکارگر
باز پیغمبر بتکذیب صریح — قد کذبتم گفت با ایشان فصیح
تا یکی یاری زیاران رسول — در دلش انکار آمد زان نکول
کاین چنین پیران باشیب و وقار — می کنندشان این پیمبر شرمسار

کو کرم کو ستر پوشی کو حیا   صد هزاران عیب پوشند انبیا

باز در دل زود استغفار کرد   تا نگردد ز اعتراض او روی زرد

لیک آن نقش نجس از دل نرفت   مهر بد از طبع بیجا صل نرفت

شومِ یاری اصحاب نفاق   کرد مومن را چو ایشان زشت و عاق

باز می زارید کای علام سر   مر مرا مگذار بر کفران مصر

دل بدستم نیست همچون دید چشم   ورنه دل را سوزمی این دم ز خشم

اندرین اندیشه خوابش در ربود   مسجد ایشانش پر سرگین نمود

سنگهاش اندر حدث جای تباه   می دمید از سنگها دود سیاه

دود در حلقش شد و حلقش بخست   از نهیب دود تلخ از خواب جست

در زمان در رو فتاد و میگریست   کای خدا اینها نشان منکریست

خلم بهتر از چنین حلم ای خدا   که کند از نور ایمانم جدا

جب آپ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو منافق طلب وفا وعدۂ گذشتہ کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے۔ اسوقت حق سبحانہ نے فرمادیا کہ آپ حیلہ جوالہ سے کام نہ لیجیے بلکہ صاف انکار کردیجیے۔ لڑائی ہوگی بلا سے ہو کچھ پرواہ نہ کیجیے اُس پر آپ نے فرمایا کہ مکارو چپ رہو کیون اپنے راز کھلواتے ہو۔ تم بڑے بدباطن اور دشمن ہو مجھے معاف رکھو مین نہ آؤنگا تو تمکو کچھ اتے پتے کی باتین بتائے دیتا ہون اور یہ کہکر آپ نے کچھ پتے دینے شروع کیے یہ سنکر اونکے حواس باختہ ہوگئے اور چلدئے۔ پھر یہ خیال آیا کہ یہ تو الزام ہمنے اپنے سر لیلیا اور گویا کہ اونکے بیانات کو تسلیم کرلیا بہت برا ہوا یہ خیال کرکے حاش للہ حاش للہ کہتے ہوئے پھر لوٹے اور بڑی تختگی کے ساتھ آئے گویا کہ ہر منافق بغل مین ایک قرآن دبائے ہوئے ہے۔ غرض اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے قسمین کھانے کی غرض سے خوب تیار ہوکر آئے۔ کیونکہ قسمین جھوٹون کی سپرین اور اونکا یہی شیوہ ہے چونکہ ٹیڑھے لوگ دین مین وفا تو رکھتے نہین اسلئے ہر وقت قسم کو توڑتے ہین اور جھوٹی قسمین کھاتے ہین سچے لوگون کے لیے فضول قسمون کی ضرورت نہین کیونکہ خدا نے اونکو دو باطنی روشن آنکھین عطا کی ہین جن سے وہ ان قسمون کی لغویت کو محسوس کرتے ہین۔ عہد و پیمان کو توڑنا حماقت کا کام ہے اور قسمون کو لغویت سے محفوظ رکھنا اور بات کا پکا ہونا یہ متقی کا کام ہے۔ یہ مضمون بمناسبت مقام تبعاً بیان ہوگیا ہے۔ اب ہم پھر اصل مقصد کیطرف عود کرتے ہین۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکی قسمون کو سنکر فرمایا کہ تمھین بتاؤ کہ مین تمھاری قسمون کا اعتبار کرون یا حق سبحانہ کی قسم کا۔ اونھون نے پھر نہایت تختگی کے ساتھ قسم کھائی جیسے کہ کوئی شخص قرآن ہاتھ مین لیکر اور منھ مین روزہ رکھکر کہتا ہو کہ اس کلام پاک کی قسم جو آپ پر نازل ہوا ہے کہ ہم نے مسجد خدا ہی کے لیے بنائی ہے اسمین کوئی مکر اور کوئی حیلہ نہین اور ہمکو سوائے خلوص اور ذکر اللہ کے اور کچھ مقصود نہین۔ اور آپ جو فرماتے ہین کہ حق سبحانہ اسکی تکذیب کرتے ہین شاید جناب کے سننے یا سمجھنے مین کچھ خلل واقع ہوا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ حق سبحانہ کی آواز میرے کانون مین

آرہی ہے۔ تمھارے کانوں پر حق سبحانہ کی مہر ہے اسیلیے تم نہین سن سکتے۔ اور تمھارے کان اس آواز تک نہین پہونچ سکتے۔ اگر ایسا نہوتا تو تم خود بھی سُن سکتے تھے۔ مجھے بالکل مغالطہ نہین ہوا بلکہ حق سبحانہ کی صاف اور صریح آواز ہے جو میرے پیے حق و باطل کو بالکل جُدا کر رہی ہے۔ چونکہ وہ لوگ نور وحی سے بالکل الگ تھے اسلئے اسپر بھی قسمین کھائے جاتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ صاحب ہم اپنے قصد و ارادہ سے خود واقف ہین پھر ہم کیسے کہین کہ واقعی ہمارا ارادہ مکر اور فریب کا تھا بات یہ ہے کہ حق سبحانہ قسم کو سپر فرما چکے ہین۔ پھر یہ جنگجو ڈہال کو ہاتھ سے کیسے رکھ سکتے تھے اسلئے برابر قسمون کو آڑ بنایا کئے۔ آخر تنگ ہو کر آنحضرت نے صاف فرما دیا کہ تم یقیناً جھوٹے ہو اور تمھاری بات مین سچ کا احتمال بھی نہین اور اس شد و مد سے انکار کیا کہ اس انکار سے ایک صحابی کے دلمین بھی انقباض پیدا ہوا کہ ایسے بڑھے اور معزز لوگون کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم یون شرمندہ فرماتے ہین۔ اسوقت آپکی کرم طبعی اور پردہ پوشی وحیائے جبلی کو کیا ہوا۔ انبیا تو ہزارون عیب چھپاتے ہین۔ پھر فوراً ہی دلمین توبہ استغفار کی کہ پیغمبرؐ کی نسبت میرے دل مین کیسا گندہ خیال آیا۔ ایسا نہو اس اعتراض سے مین حق سبحانہ کی جناب مین نادم ہون لیکن اب بھی وہ بیہودہ وسوسہ اون کے دل سے بالکل نہ نکلا۔ اور اونکی طبیعت سے منافقین کی بڑی محبت بالکل زائل نہوئی۔ دیکھو منافقین کی دوستی کی شامت نے ایک مومن کو بُرا اور نافرمان بنا دیا ولائے کفار یہ بدبلا ہے اس سے بچنا چاہیے خیر پھر وہ حق سبحانہ کی حضور مین گڑگڑائے کہ اے واقف راز تو مجھے اس کفران پر مصر مت چھوڑ اور میرے دل سے اس وسوسہ کو دور کردے جسطرح آنکھ سے دیکھنا میرے قبضہ مین ہے یون دل کا خیال میرے قبضہ مین نہین ورنہ مین اس دل سے اتنا بیزار ہون کہ اسکو آگ لگا دیتا اسی خیال مین انکو نیند آگئی۔ اور انھون نے خواب مین دیکھا کہ وہ مسجد گوبر پر بنائی گئی ہے جسمین اشارہ تھا اسکی طرف کہ یہ اغراض خبیثہ پر بنائی گئی ہے اور اوسکے پتھر گوہ مین سنے ہوئے ہین اور ان سے کالا کالا دھوان نکل رہا ہے اس سے اشارہ تھا کہ یہ عمارت اُن اغراض سے متلبس ہے جو دوزخ مین لیجانے والی ہین وہ دھوان انکے حلق مین بھی پہونچا جس سے انکے گلے مین سوزش پیدا ہو گئی اسمین اشارہ اسطرف تھا کہ دیکھو تم بھی ان لوگون کی خیرخواہی مین آکر سزا کے مستحق ہو گئے۔ اب وہ اس تلخ دھوین کے خوف سے بیدار ہو گئے اور فوراً سجدہ مین گئے۔ اور رو کر کہا کہ اے اللہ یہ میرے انکار کی بیہودگی کی نشانی ہے اب مین سمجھ گیا کہ میرا انکار نہایت بیہودہ تھا اے اللہ واقعی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سختی جسکو برا سمجھتا تھا آپکے حلم سے بہتر ہے جسکو مین اچھا سمجھتا تھا وہ حلم جسکو مین اچھا سمجھتا تھا ہرگز اچھا نہین کیونکہ وہ مجھکو نور ایمان سے علیحدہ کرنے والا ہے اسلئے کہ جب مین اس حلم کو اچھا سمجھونگا اور وہ پایا نہ جائیگا بلکہ اوسکی ضد پائی جائیگی تو لامحالہ اوس ضد کو بُرا سمجھونگا اور یہ میرے سلب ایمان کا باعث ہوگا۔ تو لامحالہ وہ حلم بُرا ہوگا۔

شرح شبیری - چون الخ۔ یعنی جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سے واپس تشریف لائے تو وہ لوگ پھر حاضر ہوئے اور اُس گذرے ہوئے وعدہ کے ایفا کے طالب ہوئے۔

گفت الخ۔ یعنی حق تعالے نے آپ سے فرما دیا کہ ظاہر طور پر آپ فرما دیجیے اور عذر کر دیجیے لڑائی ہوگی تو ہو نے دیجیے مطلب یہ کہ اب ان سے اس کی ضرورت نہین ہے کہ اُن کے ساتھ برتاؤ چاپلوسی کا کیا جائے بلکہ آپ تو صاف فرما دیجیے کہ ہم نہ آوین گے اب اگر یہ مخالف بھی ہو جاوین تو ہو جانے دیجیے۔

یزداں ہ نہین ہے
گفت الخ ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے قوم مکار بس خاموش رہو کہین مین تمہارے سازنہ کہدون الحس سے
بس چپ ہی رہو اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت والذین اتخذو مسجدا ضرارا الخ تو پڑھ ہی دی تھی مگر خود
اونکے منھ پر کھلم کھلا سکتے ہوئے بچتے تھے ۔ اسیلئے فرمایا کہ بس چپ ہی رہو ورنہ پھر سب کہنا پڑے گا ۔
گفت الخ ۔ یعنی تم بس بد باطن اور دشمن ہو مین ہرگز نہ آونگا مجھ سے درگذر کرو ۔
چون الخ ۔ یعنی جبکہ اونکے اسرار مین سے چند نشانیان بیان مین لائے تو اونکا سارا کام خراب ہوگیا ۔ اسیلئے کہ جو سوچا
تھا اوسکے بالکل خلاف ہوا ۔
قاصدان الخ ۔ یعنی وہ قاصد اوسی وقت وہان سے حاش للہ حاش للہ کہتے ہوئے واپس ہوگئے مطلب یہ کہ اپنے اس خیال
تفریق وغیرہ سے تبریہ کرتے تھے کہ توبہ توبہ بھلا ایسا خیال ہو بھی سکتا ہے استغفر اللہ ۔
ہر الخ ۔ یعنی ہر منافق ایک قرآن شریف بغلین دابے ہوئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف دکھوکے کیواسطے لایا ۔
تا خورد ۔ یعنی تاکہ وہ قسم کھاوے کہ قسمین تو ڈھال ہین اسلئے کہ قسمین کج لوگون کا طریقہ ہین ۔ یعنی جو لوگ کجرو ہوتے ہین وہ تو
ذرا ذرا سی بات مین قسم کھایا کرتے ہین اور انکا تو طریقہ یہی ہے لہذا وہ بھی قسمین کھانے کو ایک ایک مصحف بغل مین دابے لیے
ہوئے چلے آئے ۔
چون الخ ۔ یعنی جبکہ کجرو آدمی دین مین وفا نہین رکھتا تو وہ ہر گھڑی ایک قسم کو توڑتا ہے ۔
راستان را الخ ۔ یعنی سچون کو حاجت قسم کھانے کی نہین ہے اسلئے کہ اون کی دونون آنکھین روشن ہین مطلب یہ کہ جو کجرو ہین
اون کو تو اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ ہر ہر بات پر قسم کھاوین مگر جو سچے ہوتے ہین اونکو حاجت قسم کی نہین ہوتی ۔
اس لیے کہ اون کی تو دونون آنکھین روشن ہین اور وہ ہر بات کو کالمعائنہ دیکھ رہے ہین اور اون کے قلب
کا اثر دوسرون پر بھی پڑتا ہے لہذا اون کو قسم کھانے کی حاجت نہین ہوتی یہ تو کذابون ہی کا طریقہ ہوتا ہے
آگے فرماتے ہین کہ ۔
نقض الخ ۔ یعنی میثاق اور عہد کا توڑنا احمق پن کی بات ہو اور قسمون کی حفاظت اور اونکو پورا کرنا متقی آدمی کا کام ہو ۔
گفت الخ ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین تمہاری قسم کو سچ سمجھون یا کہ حق تعالے کی قسم کو کہ فرماتے
ہین واللہ یشہد ان المنافقین لکاذبون ۔
باز الخ ۔ یعنی پھر لوگون نے دوسری قسم کھائی کہ قرآن تو ہاتھ مین اور منھ پر مہر روزہ کی یعنی قسم کھاتے تھے کہ ہم اس قرآن
کی قسم کھاتے ہین اور ہمارے منھ مین روزہ ہے کہ ہم سچے ہین خود فرماتے ہین کہ ۔
کہ بحق الخ ۔ یعنی کہ قسم ہے اس کلام پاک اور سچے کی کہ اس مسجد کی بنا خدا ہی کے واسطے ہے اور کہتے تھے کہ ۔
اندرین جا الخ ۔ یعنی اس جگہ کوئی مکر اور حیلہ نہین ہے بلکہ ہمارا مقصد اس بنانے سے صدق اور ذکر اور یارب کہنا ہے
مطلب یہ کہ صرف ذکر اللہ کی غرض سے بنائی ہے اور کوئی غرض فاسد نہین ہے ۔
گفت پیغمبر الخ ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالی کی آواز میرے کان مین صدا کیطرح آرہی ہے مطلب یہ
کہ مین اوس مخالفت کو اسوقت بھی سن رہا ہون گویا کہ ابھی تک یہی آواز آرہی ہے کہ لا تقم فیہ ابدا اب اونکو یہ شبہ ہوا

کہ ہمکو تو کہین بھی سنائی نہین دیتی اوسکا جواب فرماتے ہین کہ۔
مہر الخ۔ یعنی حق تعالٰے نے کانون پر مہر لگادی ہے تاکہ آواز خدا تم تک سبقت نہ لاوے۔ مطلب یہ کہ تم پر خدا کی پھٹکار ہے اسلئے تم سن نہین سکتے ورنہ آواز برابر آرہی ہے۔
نک الخ۔ یعنی یہ صریح حق تعالٰے کی آواز مجھے آرہی ہے اور صاف کی مثل دُردسے مجھے صاف کر رہی ہے۔ آگے فرماتے ہین کہ یہ آواز آنا کچھ جائے تعجب نہین ہے اسلیے کہ پہلے انبیا کو بھی بلاواسطہ آواز آئی ہے جیسے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام تھے اسی کو فرماتے ہین کہ
چون الخ۔ یعنی حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کیطرح کہ وہ درخت کیطرف سے حق تعالٰے کی آواز کو سن رہے تھے کہ اے مسعود نصیب والے۔ قرآن شریف مین جو ہے کہ حق تعالٰے کی آواز آئی یا موسے انی انا اللہ تو اس ندا یا موسےٰ کو اسطرح تعبیر کردیا۔
از درخت الخ۔ یعنی درخت سے آواز انی انا اللہ کو سنتے تھے اور کلام کے ساتھ انوار ظاہر ہو رہے تھے۔ غرضکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب یہ حالت ہے تو مین تمھارے کہنے کو کس طرح مان لون آگے فرماتے ہین کہ۔
چون الخ۔ یعنی جبکہ نور وحی سے وہ عاجز رہتے تھے تو پھر نئی قسمین کھاتے تھے۔ یہان یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب اسقدر اون کی تکذیب کردی گئی تھی تو اب اونکو کیا امید تھی کہ اونکی تصدیق کیجاویگی۔ تو پھر وہ اسقدر قسمین کیون کھاتے تھے۔ مولانا اسکی وجہ فرماتے ہین کہ۔
چون الخ۔ یعنی جبکہ قرآن شریف مین حق تعالٰے نے قسم کو ڈھال فرمایا ہے تو بھلا لڑنے والا سپر کو ہاتھ سے کب رکھتا ہے قرآن شریف مین ہے اتخذوا ایمانھم جنۃ تو دیکھو جب کوئی لڑتا ہے تو اگرچہ یقین ہو کہ مین ہار جاؤنگا مگر تب بھی طبعاً بے اختیار سپر سامنے آہی جاتی ہے تو اسی طرح اون کو اگرچہ یقین تھا کہ ہماری باتین سب غلط ثابت ہونگی مگر وہ قسمین کھاہی رہے تھے کہ شاید یقین آجاوے۔
باز الخ۔ یعنی پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تکذیب صریح سے قد کذبتم اون سے صاف طور پر فرمادیا۔ آگے مولانا ایک اور قصہ اس کے متعلق فرماتے ہین کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر اونکو کاذب فرمادیا۔ تو ایک صحابی کو یہ وسوسہ ہوا کہ اگرچہ وہ کاذب ہی تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسطرح صاف طور پر نہ فرمانا چاہیئے تھا کہ اسمین اون کی دلشکنی ہے اسپر حق تعالٰے نے اونپر نیند کو غالب کیا اور اوس مین اونکو اوس مسجد کی گندگی دکھادی تب اُنھون نے اس وجہ سے توبہ کی اور اسی مین مولانا یہ بھی فرماتے ہین کہ ایسے ایسے وسوسے سب صحابہ کو آئے مگر ہم بیان نہین کرتے اسلئے کہ شاید کسی کو اون حضرات کی طرف سے بدگمانی ہوجاوے مگر یہان یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ سارا قصہ مسجد ضرار کا جسطرح کہ مولانا نے بیان کیا ہے کہین مذکور نہین ہے اور پھر یہ قصہ صحابی کا تو کہین ہے ہی نہین۔ تو انھون نے یہ قصہ کہان سے نقل کیا ہے اسکی توجیہ یہ کیجا سکتی ہے کہ یہ حدیث منامی کو بیان کر رہے ہین ممکن ہے کہ ان پر یہ سب حالات اسطرح سے منکشف ہوئے ہون کہ یون ہوا ہے اور خواب محتاج تعبیر ہوتا ہے مگر انھون نے تعبیر نہین دی بلکہ اوسکو واقعہ ہی سمجھکر یہان ذکر کردیا۔ اور چونکہ یہ قصہ ایسا ہے کہ جسمین بار دینا

توسے نہین نہ کوئی حکم اس سے نکلتا ہے اس لیے اگر اسکو روایت اپنے لفظون مین بھی کردیا جاوے تب بھی مضائقہ نہین ہے اگرچہ یہ ایک توجیہ بھی ہے مگر چیز جو کہ بزرگون سے حسن ظن ہے اس لیے بنایا جاوے گا ورنہ کہین یہ قصہ نظر سے تو گذرا نہین اور ممکن ہے کہ مولانا نے کسی سیر کی کتاب مین دیکھا ہو اور اوس سے نقل کیا ہو اب سنو کہ فرماتے ہین۔

ایک صحابی کا سوچنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لحاظ کیون نہین کرتے

تا یکے الخ۔ یعنی حضور نے اسقدر صریح طور پر انکار فرمایا) کہ یاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک یار کے دل مین اس انکار سے شبہ پیدا ہوا۔

کاین آلخ۔ یعنی کہ ایسے باوقار بوڑھون کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم شرمندہ فرما رہے ہین۔

کو کرم الخ۔ یعنی کہان ہے کرم اور کہان ہے عیب پوشی اور حیا اسلیے کہ انبیا تو لاکھون عیوب کو چھپاتے ہین۔

باز الخ۔ یعنی پھر جلدی سے دل مین استغفار کی تاکہ اس اعتراض سے پھر شرمندہ نہو۔

لیک الخ۔ یعنی لیکن وہ نقش کج اوس کے دل سے نہ گیا اور وہ مہر بدا وسکے بے حاصل طبیعت سے زائل نہوئی۔

شومی الخ۔ یعنی اصحاب نفاق کی صحبت کی نحوست نے مومن کو بھی اپنی طرح برا اور عاق بنا لیا۔

بازمی الخ۔ یعنی وہ پھر روتے تھے کہ اے دانائے رازہائے پوشیدہ مجھے اس ناشکری پر مصر نفرمائیے۔

دل الخ۔ یعنی دل میرے قبضہ مین نہین ہے مثل آنکھ کے دیکھنے کے ورنہ اسوقت تو غصہ کی وجہ سے دل کو جلا ڈالتا مطلب یہ ہے کہ جسطرح کہ آنکھ کا کھول دینا تو کچھ قبضہ مین ہے مگر یہ کہ وہ دیکھے بھی یہ قبضہ مین نہین ہے۔ اسیطرح دل بھی قبضہ مین نہین ورنہ اسکو غارت کر دیتا کہ اسمین اسقدر عظیم الشان وسوسہ آتا ہے۔

اندرین الخ۔ یعنی اس سوچ مین اونکو نیند آگئی تو اونکی مسجد کو گوبر سے بھرا ہوا دیکھا۔

سنگہاش الخ۔ یعنی اوسکے پتھر ناپاکی مین اور جگہ خراب اور اوسکے پتھرون مین سے سیاہ دھوان نکل رہا تھا۔

دود الخ۔ یعنی اونکے حلق مین دھوان گیا تو اونکا حلق گھٹا تو اوس دھوین کی سختی سے نیند سے اوٹھ بیٹھے۔

درزمان الخ۔ یعنی اوسیوقت سجدہ مین گر پڑے اور روتے تھے کہ اے الٰہی یہ تو منکری کی نشانی ہے۔

خلم الخ۔ یعنی ایسے حلم سے تو نفرت ہی بہتر ہے اچھا جو کہ مجھے نور ایمان سے جدا کردے یعنی بیشک وہ اسکے سزاوار تھے اور اس حلم سے یہ خلم اور نفرت ہی بہتر ہے آگے مولانا فرماتے ہین کہ

شرح حبیبی

گر بکاوے کوشش اہل مجاز	تو بتو گندہ بود ہمچون پیاز
ہر یکے از دیگرے بے مغز تر	صادقان را یک ز دیگر نغز تر
صد کمر بستہ بمکر آن قوم ست	از نفاق و زرق و دین نادرست
صد کمر آن قوم بستہ بر قبا	بہر ہدم مسجد اہل قبا

همچو آن اصحاب فیل اندر حبش ۔ کعبہ کردند حق آتش زد بش
قصد کعبہ ساختند از انتقام ۔ حالشان چون شد فروخوان از کلام
مر سیہ رویان دین را خود جہیز ۔ نیست الا حیلت و مکر و ستیز

واقعی بات یہ ہے کہ جو لوگ دین کا جھوٹا دعوے کرتے ہین اون کی کوششین سراسر گندہ ہوتی ہین اور ساوتکی کوششون مین یون گندگیون کی تہین لگی ہوتی ہین جسطرح پیاز کے چھلکے۔ اونمین سے ہر ایک دوسری سے تکمی ہوتی ہے برخلاف اون لوگون کے جو سچے ہین اونکی ہر کوشش دوسری سے عمدہ ہوتی ہے جب یہ استطرادی مضمون ختم ہوچکے تو اب اصل مضمون کی طرف انتقال کرتے ہین۔ ان لوگون نے اپنے نفاق اور دغا اور بد دینی کے سبب سیکڑون مکر کے پٹکے اپنی کمر پر باندھ رکھے تہے۔ اور مسجد قبا کے ویران کرنے کے لیے ہزارون جد و جہد کین لیکن سب غارت ہوگئین جسطرح اصحاب فیل نے حبشہ مین خانہ کعبہ بنایا اور خدا نے اوسکو اپنے ایک نیک بندے کے ہاتھون آگ لگا دی تھی۔ اور پھر اونھون نے اس کے انتقام کے لیے خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کی کوشش کی لیکن تم کلام اللہ مین اسکا حال بھی پڑھ لو۔ کہ کیا ہوا۔ غرض بد دین لوگون کا سرمایہ سوائے مکر و حیلہ و مخالفت کے اور کچھ نہین ہوتا۔ اسی سے وہ اطفاء نور حق کی کوشش کرتے ہین۔ ویابی اللہ الا ان یتم نورہ۔

شرح شبیری گر بکاوے الخ۔ یعنی اگر تم اہل مجاز کی کوشش مین کاوش کرو تو اسی طرح تہ بہ تہ گندگی پیاز کیطرح دیکھو۔
ہر یکے الخ۔ یعنی اہل مجاز تو ایک دوسرے سے بے مغز ہی زیادہ ہوتے ہین اور صادق ایک دوسرے سے اچھے ہوتے ہین آگے پھر اون منافقون کا قصہ ہے کہ۔
صد کمر الخ۔ یعنی قوم سست نفاق اور مکر اور دین نادرست مین خوب مستعد تھی۔
صد کمر الخ۔ یعنی اوس قوم نے قبا پر سو کمرین باندھ رکھی تھین اہل قبا کی مسجد کے ہدم کے واسطے۔ مطلب یہ کہ خوب مستعد تھے آگے اون کی اس مسجد کی ایک مثال فرماتے ہین۔
ہمچو الخ۔ یعنی مانند اصحاب فیل کے کہ اونھون نے حبش مین ایک کعبہ بنایا تھا اور حق تعالے نے اوسمین آگ لگا دی تھی قصہ اوسکا مشہور و معروف ہے۔
قصد الخ۔ یعنی اول اصحاب فیل نے قصد کعبہ کا انتقام کیوجہ سے کیا تو جو اونکا حال ہوا اوسکو قرآن شریف سے پڑھ لو کہ آیا ہے الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل الخ آگے مولانا فرماتے ہین۔
مر سیہ الخ۔ یعنی سیہ رویان دین کے لیے خود کوئی اور سامان ہی نہین ہے مگر حیلہ اور مکر اور لڑائی کہ اون کے پاس یہی سامان ہے۔

شرح حبیبی

ہر صحابی دید زان مسجد عیان ۔ واقعہ تا شد یقین شان سر آن
واقعات ار باز گویم یک بیک ۔ پس یقین گردد صفا بر اہل شک

لیک می ترسم ز کشف رازشان	نازنینانند و زیبد نازشان
شرع بے تقلید مے بپذرفته اند	بے محک آن نقد را بگرفته اند
حکمت قرآن چو ضالۂ مومن ست	ہر کسے در ضالۂ خود موقن است

ہر صحابی نے اس مسجد سے ایسے واقعات دیکھے جنسے کہ اس مسجد کی حقیقت منکشف اور متیقن ہو گئی اگر مین ایک ایک واقعہ کو بیان کرون تو اہل قلب کو انکی صفائی قلب متیقن ہو جاوے۔ لیکن اونکے رازونکو کھولتے ہوئے ڈرتا ہون مبادا کوئی اپنی کجی طبع سے شبہ مین نہ پڑ جائے۔ اور صحابہ کی نسبت یہ خیال نکرے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے تھے اور آپکی تصدیق نہ کرتے تھے۔ حالانکہ یہ سب باطل ہے اور بالکل غلط ہے اون کا اگر کوئی اعتراض بھی ہو تو وہ حقیقت مین اعتراض نہین بلکہ ناز ہے اور یہ لوگ نازنین ہین محبوب خدا اور رسول ہین انکا ناز بجا ہے انکی حالت یہ ہے کہ بدون تقلید کے اونھون نے شرع کو قبول کیا ہے اور بلا استدلالات کی کسوٹی پر جانچے ہوئے اس سونے کو لیا ہے اس پر کوئی شبہ نکرے کہ جب اونھون نے دین الٰہی کی حقانیت دلیل سے معلوم نہین کی تو ضرور تقلید ہی تھی پھر کیسے کہا جاتا ہے کہ تقلید بھی نہ تھی کیونکہ تصدیق تقلیدی و استدلالی مین منحصر نہین۔ بلکہ اس کا ایک طریق مشاہدہ بھی ہے پس چونکہ حکمت قرآن یعنے حق مومن کی گم شدہ اونٹنی ہے جسکو وہ روز الست سے جانتا ہے لیکن عوارض کے سبب کبھی وہ مخفی ہو جاتا ہے۔ اسلئے جب اسکا سامنا ہوتا ہے اور عوارض زائل ہو جاتے ہین تو وہ فوراً اوس کو پہچان لیتا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ ہر کوئی اپنی کھوئی ہوئی چیز کو دیکھکر پہچان لیتا ہے۔

شرح شبیری۔ ہر صحابی الخ یعنی ہر صحابی نے اوس مسجد کا ظاہر طور پر ایک واقعہ دیکھ لیا تھا نتک کہ اون پر اوس کا سب بھید ظاہر ہو گیا۔

واقعات الخ۔ یعنی اگر ایک ایک کر کے واقعات کو بیان کرون تو اہل شک کو صاف طور پر یقین ہو جاوے۔

لیک الخ۔ یعنی لیکن مین اونکے راز کے اظہار سے ڈرتا ہون اسلئے کہ وہ نازنین ہین اور انکا ناز اونپر پھبتا ہے اور اگرچہ اب بھی یہ تو معلوم ہو گیا کہ اونکو شبہ ہوا مگر جب ہر ایک کا شبہ الگ الگ بیان کیا جاویگا تو وہ بری بات ہے اسلئے فرماتے ہین کہ مین اور زیادہ اظہار نہین کرتا۔

شرع الخ۔ یعنی شریعت کو بے تقلید و استدلال ہے قبول کر لیا ہے اور بے کسوٹی کے اوس نقد ایمان کو حاصل کیا ہے مطلب یہ کہ اونکو استدلال کی ضرورت نہین ہوئی بلکہ اونکو تو عین الیقین ہو گیا۔ اور بالکل ظاہر طور پر اونھون نے ایمان کی باتون کو دیکھ لیا۔ اور اونکو قبول کر لیا۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

حکمت الخ۔ یعنی حکمت قرآنی مومن کی گم شدہ شے کی طرح ہے اور ہر شخص اپنی گم شدہ شے مین یقین کرنے والا ہے مطلب یہ ہے کہ اون حضرات نے بے استدلال کے ایمان کو قبول کر لیا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی یہ کچھ تعجب کی بات نہین ہے اسلئے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ کل مولود یولد علی الفطرة تو ہر شخص کے اندر استعداد قبول حق کی ہوتی ہے اور جب وہ شے جسکی قبولیت کی استعداد ہے سامنے آتی ہے تو

وہ استعداد ظاہر ہوتی ہے اور یہ شخص پہچان لیتا ہے کہ ہاں یہ وہی شے ہے کہ جو اب تک میرے قلب مین پوشیدہ تھی
اور جسکا ظہور نہوا تھا اور اسوقت ظاہر ہوا ہے ورنہ دیکھو غور کرنے کی بات ہے کہ اگر اوس کو اوس شے کے متعلق کچھ بھی
اطلاع نہوتی اور پہلے سے کچھ خبر نہوتی تو یہ جو سنتے ہی بشاش ہو جاتا ہے اور اوسکو قبول کر لیتا ہے یہ کیون۔ معلوم ہوتا ہے
اس سکے اندر پہلے سے ہی وہ شے اجمالی درجہ مین تھی اوس کو سنتے ہی خوش ہوتا ہے کہ الحمد للہ کہ تفصیل کا علم ہو گیا
اور یہ بات ہر شخص کو پیش آتی ہے اور اسکی مثال محسوسات مین ایسی ہے کہ جیسے کسی شخص کی کوئی شے گم ہو گئی وہ خواہ اوس
کی تلاش مین تھا۔ یا تلاش مین بھی نہ تھا بلکہ اچانک سامنے پڑی ہوئی وہ شے مل گئی تو اب اس شخص کو اس کی ضرورت نہین کہ
اوس شے کو پہچاننے کے لیے وہ استدلال کرے۔ کہ چونکہ میری چیز ایسی تھی اور اوسمین یہ علامت تھی وغیرہ وغیرہ اسلیے
یہ میری ہے۔ بلکہ وہ دیکھتے ہی پہچان لیگا کہ یہ میری ہے اسیطرح چونکہ انسان مین استعداد فطری ہوتی ہے اسلیے اوسکے
سامنے اسکی استعداد کے موافق جو شے آوے گی وہ اوسکو بے استدلال کے پہچان لیگا۔ ہان بوجہ تفاوت بین الاستعداد
کے یہ ضرور ہوگا کہ جسکی استعداد کامل ہوگی وہ اپنے اشیاء کو شناخت کرے گا اور جسکی ناقص ہوگی وہ ویسی کو مگر ہان پہچان
ضرور ہوگی۔ تو اسی طرح چونکہ حضرات صحابہ کی استعداد کامل تھی اسلئے بلا کسی استدلال کے وہ حضرات علوم و معارف و
حقایق کا بالکل معائنہ کرتے تھے اور انکے لئے وہ مثل عین الیقین کے ہو جاتا تھا پھر اونین بھی جو اکمل تھے اونکو کسی فکر اور
سوچ کی بھی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ جیسے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عبد اللہ بن سلام کہ فرماتے ہین لما رایت
وجہہ علمت انہ لیس بوجہ کذاب تو دیکھو اس پہچان لینے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اون کے دل مین پہلے سے بھی کوئی
بات تھی اور کوئی علامت مضمر تھی کہ جو دیکھتے ہی اون کو نظر آگئی آگے اس مثال کو خود واضح فرماتے ہین کہ
اشترے الخ۔ یعنی تم نے اگر ایک اونٹ گم کیا ہے اور اسکو کوشش سے تلاش کر رہے ہو تو جب وہ ملجاوے گا تو تم کسطرح
معلوم نہ کر لوگے کہ وہ تمہارا ہے یقیناً جب اوس پر نظر پڑے گی اسوقت کہدو گے کہ یہ میرا ہے اسلئے کہ وہ تمہارے پاس
رہا ہے تمنے اوسکو بارہا دیکھا ہے اگرچہ آج بعد ایک مدت کے ملا ہے مگر تمکو دیکھتے ہی اوس کی وہ ساری علامتین
معلوم ہو گئین اور اوس کو فوراً ہی پہچان لیا اسی طرح چونکہ علوم و معارف کو تم روز ازل مین دیکھ چکے ہو اور معلوم کر چکے
ہو اسلئے یہان سنتے ہی فوراً معلوم ہو گیا کہ آہا یہ تو وہ ہے جو ہم سن چکے ہین ہان اسکا ادراک نہین ہوتا۔ اسلئے کہ اگر اوسکا
ادراک ہو تو وہ بھی ایک استدلال ہو گیا کہ چونکہ ہمنے اوسکو پہلے دیکھا ہے اور فلان جگہ یہ ہمارے پاس رہی ہے لہذا
یہ ہماری ہے۔ نہین بلکہ اول وہلہ مین جو اوس پر نظر پڑی بس معلوم ہو گیا کہ میری ہے کسی فکر اور غور کی ضرورت نہین ہے آگے
اسکو ایک قصہ سے واضح فرماتے ہین کہ

شرح حبیبی

اشترے گم کردی و جستیش چست　　　چون بیابی چون ندانی کان تست

ضالہ چہ بود ناقۂ گم کردۂ　　　از کفت بگریختہ در پردۂ

کاروان در بار کردن آمدہ　　　اشتر تو از میانہ گم شدہ

می دوی این سو و آن سو خشک لب / کاروان شد دور و نزدیک ست شب
رخت مانده در زمین در راہ خوف / تو پئے اشتر روان گشتہ بطوف
کاے مسلمانان کہ دیدست اشترے / جستہ بیرون بامداد از آخرے
ہر کہ برگوید نشان از اشترم / مژدگانے میدہم چندین درم
باز میجوئی نشان از ہر کسے / ریشخندت میکنند زین ہر خسے
کاشترے دیدیم میرفت این طرف / اشترے سرخے بسوئے این علف
آن یکے گوید بریدہ گوش بود / وان دگر گوید جلش منقوش بود
آن یکے گوید شتر یک چشم بود / وان دگر گوید ز گرے لیشم بود (خارش ہا)
از براے مژدگانے صد نشان / از گزافہ ہر خسے کردہ بیان
اے دل اسرار را در گوش کن / قسم تو گر ہست زین خوش نوش کن
ہمچنان کہ ہر کسے در معرفت / میکند موصوف غیبے را صفت

اچھا فرض کرو کہ تمھارا ایک اونٹ گم ہوگیا اور تمنے اوسکو ڈھونڈھنا شروع کیا تو بتلاؤ کہ اگر وہ تمھین ملجاوے تو تم اوسے کیسے نہ پہچان لوگے کہ یہی میرا مملوک ہے پس تم ضالہ مومن کو بھی اسی اونٹنی کی مثل سمجھو جو گم ہوگئی ہے اور تمھارے ہاتھ سے بھاگ کر تمھاری نظر سے اوجھل ہوگئی ہے۔ یہانسے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہین اور فرماتے ہین۔ قافلہ بدنے لگا ہے اور تمھارا اونٹ غائب ہوگیا ہے تم ادہر ادہر دوڑ رہے ہو۔ ہونٹون پر خشکی آئی ہوئی ہے قافلہ دور نکل گیا ہے رات ہونے کو ہے اسباب زمین پر پڑا ہوا ہے راستہ خطرناک ہے تم یہ حالت دیکھکر اونٹ کے پیچھے نہایت مستعدی کے ساتھ گھوم رہے ہو اور لوگون سے پوچھتے ہو کہ مسلمانون میرا اونٹ آخور سے کہین نکل گیا ہے کسی نے دیکھا ہو تو بتادو جو میرے اونٹ کا پتا بتائیگا اوسکو اسقدر درم مزدوری دونگا۔ جب ایک جگہ پتا نہین لگتا تو پھر تم دوسری جگہ تلاش کرتے ہو اور وہان لوگون سے پوچھتے ہو وہ لوگ تیر ہنستے ہین ایک کہتا ہے کہ ہان مین نے دیکھا ہے ایک سرخ رنگ اونٹ اس طرف کو اس چراگاہ کو جارہا تھا ایک کہتا ہے اوسکا کان کٹا ہوا تھا۔ کوئی کہتا ہے اوس کی جھول منقش تھی کوئی کہتا ہے اونٹ کانا تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ خارش کے سبب وسکی اون اڑ گئی تھی غرض دل لگی کے ساتھ مزدوری کے لالچ مین ہر ذلیل سیکڑون نشان بیان کر رہا ہے یہ تو واقعہ ہے لیکن اے دل تو اسے قصہ نہ سمجھ بلکہ اگر تیری قسمت مین ہے تو اس سے عمدہ غذا حاصل کر۔ یہ اون لوگون کی مثال ہے جو معرفت مین اٹکل پچو موصوف غیبی کی صفت بیان کرتے ہین اور حقیقت سے بالکل واقف نہین۔

قصہ اس شخص کا کہ گم شدہ اونٹ کا پتا پوچھ رہا تھا

شرح شبیری ضالہ الخ یعنی ضالہ کیا ہوتا ہے ایک گم شدہ ناقہ ہے کہ وہ تمھارے ہاتھ سے کہین بھاگ گئی ہو۔

کاروان الخ ۔ یعنی قافلہ تو اسباب لاد رہا ہے اور تمہارا اونٹ درمیان میں سے گم ہو گیا ہو ۔
می دوی الخ ۔ یعنی تم ادھر اودھر دوڑتے پھرتے ہو ۔ اور لب خشک ہین کہ قافلہ تو دور چلا گیا ہے اور رات نزدیک ہے
رخت الخ ۔ یعنی اسباب تو زمین پر پڑا ہوا ہے اور راستہ پر خوف ہے اور تم اونٹ کے پیچھے چارون طرف دوڑتے پھرتے ہو کہ شاید کہین ملجاوے ۔ اور پوچھتے ہو کہ
کاے الخ ۔ یعنی کہ اے مسلمانون کسی نے ایک اونٹ دیکھا ہے کہ وہ صبح ہی ایک آخور مین سے چھوٹ گیا ہے
ہر کہ الخ ۔ یعنی جو کوئی کہ میرے اونٹ کا پتہ دے گا مین اوسکو اتنے درم مزدوری دونگا ۔
باز الخ ۔ یعنی پھر تم ہر شخص سے نشانی پوچھ رہے ہو تو اسپر ہر شخص تمہارے اوپر ہنستا ہے ۔ اور کہتا ہے کہ ۔
کاشتری الخ ۔ یعنی کہ ایک اونٹ سرخ ہمنے دیکھا ہے کہ اس طرف کو چراگاہ کیطرف جا رہا تھا ۔
آن الخ ۔ یعنی ایک کہتا ہے کہ کان کٹا تھا اور دوسرا کہتا ہے کہ ہان اوسکی جھول منقش تھی ۔
آن الخ ۔ یعنی ایک کہتا ہے کہ اونٹ یک چشم تھا اور دوسرا کہہ رہا ہے کہ خارش کی وجہ سے بے اون کے تھا ۔ غرض کہ ہر شخص غلط سلط اٹکل پچو علامتین بتا رہا ہے ۔
از برائے ۔ یعنی مزدوری کے لینے کو سیکڑون نشانیان بیہودگی کی وجہ سے ہر کمینہ بیان کر رہا ہے ۔ تو دیکھو کہ یہ سارے اوس اونٹ کی نشانیان بیان کر رہے ہین مگر وہ اونٹ کا مالک سب کو جانتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہین اور یہ سارے جھوٹے ہین ۔ اسیطرح جو کہ طالب حق ہوتا ہے اوسکو حق کی تلاش ہوتی ہے اور لوگ اوسکو بہکاتے ہین کوئی اوسکو دیر کیطرف بلاتا ہے تو کوئی مسجد کی طرف کوئی یہودی ہے تو کوئی نصرانی غرضکہ سب اوسکو بتا رہے ہین کہ حق یہ ہے مگر اوسکا قلب کسیکو قبول نہین کرتا اور وہ جانتا ہے کہ یہ سب جھوٹے ہین اور کوئی بھی حق نہین کہتا ۔ اور اگر کسی نے اوس اونٹ والے کے سامنے اوسکے اونٹ کی نشانی درست بتادی تو بس وہ فوراً خوش ہو گیا ۔ اور وہ اوسکے پیچھے پیچھے ہو لیا ۔ کہ ہان بیشک میرا اونٹ وہی ہے تو یہ اسلئے ہے کہ اوسنے اوسے بارہا دیکھا ہے تو اسیطرح جب حق بات اس جوئندہ کو ملی فوراً دلکو لگ گئی اور اسنے پہچان لیا کہ بس حق یہی ہے اور اوسکو قبول کرکے اوس کہنے والے کا اتباع کرتا ہے اسلئے کہ اوس استعداد فطرتی کے درجہ مین اوسنے اوس شے حق کو بارہا دیکھا ہے اور سنا ہے جب وہ کان مین پڑی پس پھڑک اوٹھا کہ ہان وہی ہے اسیطرح حضرات صحابہ کے سامنے حق بالکل ظاہر تھا اور جہان کسیکے منہ سے حق نکلا اور اونھون نے اوسکو قبول کیا اور اسی لیئے حضرت معاویہؓ نے شیطان کی باتون کو باور نہ کیا تھا اسلیے کہ کذب تھا اون کے دل کو نہ لگتا تھا ۔ اور یہی وجہ تھی کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقون کے اس خلوص کا جو بنا مسجد کے بارہ مین وہ ظاہر کرتے تھے اعتبار نہ کیا آگے فرماتے ہین کہ
اے الخ ۔ یعنی اے دل ان اسرار کو کان مین رکھ اگر تیرا حصہ ہے تو اس عمدہ کو پی لے مطلب یہ ہے کہ جب معلوم ہو گیا کہ قبول استعداد فطری پر موقوف ہے تو اب فرماتے ہین کہ اے دل اب ذرا سن اور اگر تیرے اندر بھی مادہ قبول حق ہے تو قبول کر آگے فرماتے ہین کہ ۔
ہمچنانکہ الخ ۔ یعنی جیسطرح کہ ہر شخص معرفت مین موصوف غیبی کی صفت کو بیان کر رہا ہے ۔ مطلب یہ کہ جسطرح کہ سب محق اور مبطل اپنی اپنی طرح حق تعالے کی صفت کرتے ہین اور اوسکی یاد مین ہین تو بھی تنگ اور حق کی تلاش کر اور

تحقیق کو ڈھونڈھ اور حق کو باطل سے تمیز کر اور اپنی استعداد فطری کے موافق قبول حق مبین کوشش کر۔ اب آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

فلسفی از نوع دیگر کرده شرح / باحثے مر گفت او را کرده جرح

وین دگر در هر دو طعنه می زند / وان از زرق جانے می کند

هر یکے زین ره نشانها زان دهند / تا گمان آید که ایشان زان رهند

این حقیقت دان نه حق اند اینهمه / نے بباطل گمرهان اند این رمه

زانکه بے حق باطلے ناید پدید / قلب را ابله ببوئے زر خرید

گر نبودے در جهان نقد روان / قلبها را خرج کردن کے توان

تا نباشد راست کے باشد دروغ / آن دروغ از راست میگیرد فروغ

بر امید راست کژ را مے خرند / زهر در قندے رود آنگه خورند

گر نباشد گندمی محبوب نوش / چه برد گندم نمائے جو فروش

پس مگو کاین جمله دینها باطل اند / باطلان بر بوئے حق دام دل اند

پس مگو جمله خیال است وضلال / بے حقیقت نیست در عالم خیال

حق شب قدر است در شبها نهان / تا کند جان هر شبے را امتحان

نے همه شبها بود قدر اے جوان / نے همه شبها بود خالی از آن

در میان دلق پوشان یک فقیر / امتحان کن وانکه حق است آن بگیر

مومن کیس ممیز کو که تا / باز داند پادشا را از گدا

گر نه معیوبات باشد در جهان / تاجران باشند جمله ابلهان

پس بود کالا شناسی سخت سهل / چونکه عیبے نیست چه نااهل و اهل

ور همه عیب است دانش سود نیست / چون همه چوب است اینجا عود نیست

آنکه گوید جمله حق است احمقی است / وانکه گوید جمله باطل او شقی است

تاجران انبیا کردند سود / تاجران رنگ و کور و کبود

می نماید مار اندر چشم مال / هر دو چشم خویش را نیکو بمال

منگر اندر غبطهٔ این بیع و سود / بنگر اندر خسر فرعون و ثمود

یہان سے شہر کسے درمعرفت مبکند موصوف غیبی را صفت، کی قدرے تفصیل فرماتے ہین اور فرماتے ہین کہ فلسفی
حق سبحانہ کے اوصاف ایک انداز سے بیان کرتاہے اور صفات خاصہ کی نفی کرتا ہے قدرت کو تسلیم نہین کرتا۔ وغیرہ
وغیرہ۔ متکلم اوس کے بیان پر رد و قدح کرتا ہے۔ اور صفات کو مؤول کہتا ہے وغیرہ وغیرہ ایک اور ہے جو
دونون پہ اعتراض کرتاہے اور خود ہی اپنا راگ الاپ رہا ہے۔ ایک اور ہے کہ وہ ان سب کے علاوہ دھوکھا
کررہاہے اور اس ترویج باطل مین مراجاتاہے غرض ہر شخص اس رستہ کا پتا بتلارہا ہے تاکہ لوگ یہ سمجھین کہ اس
راہ کا جاننے والا ہے۔ مگر یہ حقیقت دانی کے مدعی نہ بالکل حق پر ہین اور نہ بالکل باطل پر۔ کیونکہ بدون وجود
حق یا آمیزش حق کے باطل کا ظہور نہین ہوسکتا۔ کیونکہ دیکھو بیوقوف جو کھوٹا سونا خریدتا ہے وہ خالص سونے کے
دہوکے مین خریدتاہے۔ اگر خالص سونیکا وجود ہی نہوتا یا اسمین اسکا کچھ بھی شائبہ نہوتا تو یہ اوسکو کبھی نہ خریدتا۔ یون ہی سمجھو کہ
اگر حق کا وجود ہی نہوتا یا اُس باطل مین اوسکی اصلا آمیزش نہوتی تو خود یہ اہل باطل ہی اوسکو اختیار نکرتے پس ان
اہل باطل کا اُس باطل کو اختیار کرنا ہی دلیل ہے وجود حق فی نفسہ کی۔ یا اس باطل مین اسکی قدرے آمیزش کی
کیونکہ اگر سکہ رائج عالم مین نہو تو کھوٹے سکے نہین چل سکتے۔ کھوٹے تو کھرون مین ملکر یا کھرون کے دہوکے مین چلتے ہین
جب کھرے کا وجود ہی نہین تو دہوکا کیسا۔ یون ہی اگر دنیا مین سچ نہو تو جھوٹ کا وجود بھی نہین ہوسکتا۔ کیونکہ جھوٹ کو
راستی ہی سے فروغ ہوسکتا ہی کیونکہ یا تو وہ سچ کے ساتھ مختلط ہوتا ہے اور سچ اور جھوٹ مین امتیاز ہوتا نہین
اسلئے چل جاتا ہے یا سچ کو اوس سے مشابہت ہوتی ہے۔ اسلیے سچ کے دہوکے مین چل جاتا ہے۔ پس اگر سچ کا
وجود ہی نہوتا تو جھوٹ کیونکر چلتا۔ علی ہذا ٹیڑہے کو تو راستی ہی کی امید پر خریدتے ہین اور زہر جب قند مین ملتا ہے تب ہی
کھاتے ہین سیطرح ہی اگر گیہون نہو جو ایک محبوب غذا ہے تو گندم نما جو فروش کا دھوکا ہرگز نہین چل سکتا۔ پس جب
تمکو معلوم ہوگیا کہ بُرے کو اچھے ہی کے دہوکے مین اختیار کیا جاتا ہے اور بُرے کا وجود اچھے کے بدون نہین ہوسکتا
تو تمکو یہ نہ کہنا چاہئے کہ دنیا بھر کے تمام دین باطل ہین نہین بلکہ انمین بعض ادیان حق بھی ہین جیسے ادیان مین دین
اسلام۔ اور فرق اسلامیہ مین فرقہ حقہ اہل سنت و جماعت اور ادیان باطلہ و فرق باطلہ جو لوگون کو اپنی طرف
کھینچتے ہین وہ اسی دین و فرقہ حق کے سبب کھینچتے ہین کیونکہ اتنا لوگون کو علم ہے کہ ان ادیان یا ان فرقون مین ایک دین
اور ایک فرقہ حق ہے لیکن انکو یہ معلوم نہین کہ وہ کونسا ہے اسلئے کوئی نصرانی ہوجاتا ہے اور کوئی یہودی۔ کوئی مجوسی
کوئی رافضی کوئی خارجی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اگر حق کا وجود ہی نہوتا تو کوئی کسی مذہب کو اختیار ہی نکرتا کیونکہ جانتے
کہ باطل ہی۔ لہذا تم یہ ہرگز نہ کہنا کہ تمام مذاہب خیالات باطلہ و گمراہی ہین نہین سب باطل نہین بلکہ بعض حق بھی ہین جیسے
اسلام دیگر ادیان مین اور فرقہ حقہ اہل سنت و جماعت دیگر فرق اسلامیہ مین اسلیے کہ کوئی خیال عالم مین بدون کسی
واقعیت کے موجود ہی نہین ہوسکتا جیسے کہ ہم اوپر مختلف مثالون سے ثابت کرچکے ہین پس سمجھو کہ دنیا کے تمام
مذاہب مین ایک سچا مذہب ہی ہے یعنی اسلام اور اس مذہب کے فرقون مین ایک فرقہ بھی ہے یعنی اہل سنت و
جماعت۔ دیکھو شب قدر حق ہے لیکن وہ تمام راتون مین مخفی ہے اور خفا کا مقصود یہ ہے کہ جان راتون کا امتحان
کرے اور پہچانے کہ کونسی رات شب قدر ہے اسی طرح حق سبحانہ نے حق کو باطل کے ساتھ مخلوط کردیا۔ کہ
آدمی انمین سے حق کو پہچانکر اختیار کرے پس جسطرح نہ تو یہ ہے کہ تمام راتین شب قدر ہون اور نہ یہ ہے

کوئی زرات بھی شب قدر نہو۔ یون ہی یہ بھی نہین کہ تمام عالم باطل پرست ہوا ور یہ بھی نہین کہ کوئی بھی حق پرست نہو نہین بلکہ کچھ لوگ باطل پرست ہین اور کچھ حق پرست۔ پس یہ جسقدر دلق پوش اور مدعی حق پرستی ہین انمین ایک جماعت واقعی حق پرست بھی ہے۔ لہذا تم جانچ لو اور جانچ کر جو سچا ہوا وسکو قبول کر لو۔ کہان ہے ہوشیار اور حق و باطل مین تمیز کرنیوالا۔ جو بادشاہ اور گدا مین امتیاز کرے۔ اور اہل اللہ کو مدعیون سے ممتاز کر کے اہل اللہ کا دامن پکڑ لے۔ کاش کوئی ایسا ہو کہ تمیز کرے کیونکہ اس تمیز کی ضرورت ہر وہ اسلیئے کہ یہ لوگ مدعیون مین مخلوط ہین۔ اور خلط کی ضرورت اسلیئے ہے کہ قوت ممیزہ کی ضرورت اور اسکا شرف ظاہر ہو۔ کیونکہ اگر دنیا مین تمام معیوبات ہی ہون تب تو تمام احمق تاجر بنجائین اسلیئے کہ اسوقت مال کو سمجھنا اور اسکا عیب پہچاننا بالکل ہی آسان ہو اور جبکہ عیب ہی نہو تو اہل و نااہل سب برابر ہو جاوین نہ کوئی اہل ہو نہ دوسرا نااہل نیز اگر سب عیب ہی ہوا اور ہنر کا وجود ہی نہ ہو تو عقل بے سود ہے کیونکہ جب سب لکڑیان ہی ہین تو عود موجود ہی نہین کہ اوس کو دانش و عقل کے ذریعہ سے لکڑیون مین سے ممتاز کیا جائے۔ اور عقل کا فائدہ ظاہر ہو۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ حق و باطل مخلوط ہین اسلیئے اگر کوئی کہے کہ سب حق ہی ہین وہ احمق ہے اور جو کہے کہ سب باطل ہی ہین وہ شقی و محروم ہے اور حق یہی ہے کہ اچھا اور برا مال اور حق و باطل عالم مین دونون موجود ہین۔ اور اوسکی خرید و فروخت کرنے والے بھی دو قسم کے ہین ایک انبیا ہین جنھون نے اپنی تجارت سے اچھے مال اور حق کو پہچانا۔ اور نفع اٹھایا دوسرے وہ ہین جنکو کھرے مال کے پہچاننے مین دھوکا ہوا اور ظاہری حالت کو دیکھکر دھوکا کھا گئے۔ یہ لوگ اندھے ہین اور خسارہ اٹھاوینگے۔ اے ظاہر پرست دیکھ تجھے سانپ مال دکھائی دیتا ہے۔ آنکھون کو مل اور غور سے دیکھ یہ مال نہین بلکہ مار ہے۔ تو اس ظاہری بیع و منفعت کے رشک کو چھوڑ بلکہ فرعون و ثمود کے خسران کو دیکھ کہ انکے لیے اس بیع و منفعت کا کیا نتیجہ ہوا۔

مذاہب مختلفہ مین متردد ہونا اور اون سے باہر ہونا اور خلاصی پانا

شرح شبیری۔ فلسفی الخ یعنی فلسفی تو دوسری طرح شرح کرتا ہی اور ایک بحث کرنے والا اوسکے کہنے مین جرح کرتا ہے۔ باحث سے مراد متکلم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو فلاسفہ جو حق تعالے کی صفت کرتے ہین تو وہ حق تعالے کی صفات کا بالکل ہی انکار کرتا ہے اور ذات بحت کا قائل ہے کہ اوسمین کوئی شریک نہین حتے اکہ صفات بھی نہین متکلمین یہ کہتے ہین کہ نہین تم غلط کہتے ہو بلکہ صفات ثابت ہین مگر وہ بعض صفات کو ثابت کرتے ہین اور بعض مین تاویل کرتے ہین مثلاً ید و جہ وغیرہ مین وہ تاویل کرتے ہین تو حسین کہ وہ تاویل کرتے ہین اونکا گویا انکار کر رہے ہین تو دیکھو متکلمین فلاسفہ کے خلاف ہو گئے۔

وان الخ یعنے وہ دوسرا دونون مین طعنہ کر رہا ہے۔ اور وہ دوسرا کر کیوجہ سے جانکنی کر رہا ہے۔ مصرعہ اول کے وان دگر سے مراد صوفیہ ہین بلکہ بعض نسخون مین صوفیان در ہر دو طعنہ الخ ہے۔ اور مصرعہ ثانی کے وان دگر سے مراد عوام ہین۔ مطلب یہ ہے کہ صوفیہ کرام کا مسلک اون سب سے الگ ہے۔ نہ متکلمین کے موافق نہ فلاسفہ کے اسلیئے کہ یہ حضرات کل صفات کو ثابت کرتے ہین۔ ہان یہ کہتے ہین کہ ہمین اونکی کیفیت معلوم نہین ہے۔ اور عوام ان سب سے الگ ہین وہ اس لاعلمی مین اور جہل ہی مین مبتلا ہو کر مصیبت اٹھا رہے ہین تو دیکھو

سب کے سب الگ نشانیان بتا رہے ہین مگر انمین سے حق ایک ہی ہے اور وہ وہ مسلک ہے جو سلف صالحین کا تھا اور اوس مسلک پر اون چارون مین سے صوفیہ ہین۔ لہذا اول تو مولانا کا خود صوفیہ مین داخل ہونا ہی اس کی کافی دلیل ہے کہ مولانا کے نزدیک مسلک صوفیہ حق ہے مگر مولانا نے الفاظ سے بھی ظاہر فرمایا کہ فلسفی کا مذہب بیان فرما کر متکلم کو اوس مین جارح ٹھیرایا۔ اور ان دونون مین صوفیہ کو طاعن کہا اور عوام کو جان کنی مین مگر صوفیہ پر کوئی طعن نہین کیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہی مذہب صوب اور حق ہے مولانا کے نزدیک۔ ہر یکے الخ۔ یعنی ہر ایک اوس راہ کے اس سئے پتے دے رہے ہین تاکہ گمان ہو کہ یہ سب اوس جگہ کے ہین این الخ۔ یعنی یہ حقیقت جان لو کہ نہ تو (علی الاطلاق) یہ سارے حق ہین اور نہ (علی الاطلاق) سارے گمراہ ہین۔ بلکہ اس باطل مین بھی کچھ حق ہے اسلیے کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر ضلالتین ہین اول سب کی مناشی اول بالکل درست ہوتے ہین اوس کے بعد خرابیان واقع ہو جاتی ہین۔ ان فرق مین ہی جو اوپر گذرے ہین دیکھ لو کہ ایک تو فلاسفہ ہین اور ایک متکلمین اور دونون صفات کے منکر ہین ایک کل کے اور دوسرے بعض کے۔ مگر اصل منشاء اسکا توحید ہے کہ غلبۂ توحید مین ان لوگون نے یہ سمجھکر کہ صفات بھی غیر ہین انکا بھی انکار کر دیا تو اب یہ گمراہی ہو گئی مگر اصل مین یہ حق اور ہدایت ہی تھی اگر اپنے درجہ پر رہتی۔ تو معلوم ہوا کہ ہر ایک باطل کے ساتھ حق ضرور ہوتا ہے۔ ورنہ وہ باطل حق کی صورت مین رواج پا نہین سکتا۔ باطل بصورت حق تو جب ہی رواج پاوے گا۔ جبکہ اوس کے اندر بھی کچھ شائبہ حق کا ہو۔ اوسکی مثال آگے مولانا بہت سی فرماوینگے ان مین سے ایک یہان سمجھ لو۔ کہ دیکھو چاندی کھوٹ جو ہوتی ہے اوسکو جب بازار مین چلاتے ہین تو کیا کہکر یہ کہکر کہ یہ چاندی ہے اب جو بیوقوف ہے وہ اوس ساری کو چاندی سمجھ لیتا ہے اور جو سمجھدار ہوتا ہے وہ چاندی کو الگ اور کھوٹ کو الگ کر دیتا ہے مگر جو چاندی اسکے اندر بالکل نہوتی تو اوس شخص کی ہمت یہ نہ پڑتی کہ وہ یہ کہہ سکتا کہ یہ چاندی ہے اوسکی ہمت تو جب ہی ہوئی کہ جب اوسنے دیکھ لیا کہ اسمین چاندی بھی ہے۔ شاید میرا یہ کہنا چل جاوے اسی طرح اگر باطل کا منشاء بھی حق نہوتا اور وہ از سرتا پا باطل ہی باطل ہوتا تو پھر تو مبطلین کو یہ کہنے کی ہمت ہی نہوتی۔ کہ یہ حق ہے اونکا اوس کو بصورت حق رواج دینا اسکی دلیل ہے کہ اوسکے اندر بھی حق ہے ہان یہ ضرور ہے کہ حق و باطل کو متمیز کیا جاوے مگر یہ کل نہ بالکلیہ حق ہین نہ بالکلیہ گمراہ ہین اور یہ ظاہر بات ہے جو مذہب کہ حق ہو وہ تو بالکلیہ حق ہو جیسا کہ سلف صالحین کا۔ مگر بحث اس مین ہے کہ جو باطل ہین اونمین بھی حق ہے یا نہین تو ثابت ہو گیا کہ اون مین بھی حق ہے آگے اسی مضمون کو معہ امثلہ و نظائر کے خود مولانا فرماتے ہین کہ۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لیے کہ بے حق کے کوئی باطل ظاہر نہین ہوتا۔ کھوٹے کو بیوقوف سونے کی بو سے خرید لیتا ہے۔ یہ دلیل انی ہے لمی نہین ہے ایک علامت کی طرح سے فرماتے ہین کہ دیکھو جہان کہین باطل ہے کچھ نہ کچھ حق ضرور ہے اور اسکی ایسی مثال ہے کہ جو بیوقوف ہے وہ چاندی کے ساتھ تو کھوٹ کو اسی قیمت سے خرید لیگا۔ اور اگر بالکل کھوٹ ہو تو اوس کو تو چاندی کے بھاؤ مین کوئی اندھا ہی خریدے ورنہ ہرگز خرید نہین سکتا۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

گر نبودی الخ۔ یعنی اگر جہان مین کھرا چلتا ہوا نہوتا تو کھوٹے کو کب کوئی چلا سکتا۔

تا نباشد الخ یعنی جہان مین جب تک سچ نہو تو جھوٹ کب ہو سکتا ہے وہ جھوٹ تو سچ ہی سے فروغ پاتا ہے۔ کہ کچھ جھوٹ اور کچھ سچ ملا کر بیان کیا دوسرے کو دہوکا ہو گیا کہ شاید کل صدق ہے۔

بر امید الخ۔ یعنی صدق کی امید پہ سچ کو خرید لیتے ہین اور زہر جب قند مین ملجاتا ہے اسوقت کھا لیتے ہین۔ ورنہ اگر زہر ہی زہر ہو تو ہرگز کوئی بھی نہ کھاوے۔

گر نباشد الخ۔ یعنی اگر یہ خوش ذائقہ گیہون نہون تو گندم نما جو فروش آدمی کیا لیجاوے۔ اوسکو تو کچھ حاصل ہو ہی نہین سکتا۔ اسلئے کہ جب گندم ہے ہی نہین تو دکھاوے گا کیا۔ آگے تفریع فرماتے ہین۔

پس الخ۔ یعنی پس یہ مت کہو کہ سارے دین (بالکلیہ) باطل ہین کہ باطل لوگ بوے حق کیوجہ سے دل کو کھینچ رہے ہین۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ اصل فطرت سے تو سب طالب حق ہی ہین اسلئے چونکہ باطل مین شائبہ حق کا بھی ہوتا ہے۔ اسلئے اوسکی طرف دل کو کشش ہوتی ہے۔ ورنہ دل باطل کیطرف کیون کھنچتا۔ اور فرماتے ہین کہ۔

پس الخ۔ یعنی پس یہ مت کہو کہ سب خیال اور گمراہی ہی ہے اس لیے کہ عالم مین خیال بھی بے حقیقت نہین ہے مطلب یہ کہ دنیا مین کوئی خیال بھی ایسا نہین ہے کہ جس کی کوئی حقیقت نہو۔ اور جس کا کوئی صحیح منشا نہو ہر خیال کا ضرور کوئی صحیح منشاء ہوتا ہے اوس کے بعد اوس مین گمراہی آجاتی ہے مگر اصل مین وہ درست ہی تھا آگے اور مثالین ہین

حق الخ۔ یعنی یقیناً شب قدر ان راتون ہی مین پوشیدہ ہے تاکہ انسان ہر رات کا امتحان کرے۔ مطلب یہ دیکھو حق تعالے نے شب قدر کو متعین نہین فرمایا بلکہ دائر سائر رکھا ہے اور اسمین یہ مصلحت ہے کہ جو شائقین ہین وہ اکثر راتون مین تلاش کرین گے اور بمقتضاے الاعمال بالنیات اون کو شب قدر ہی کا ثواب ملیگا۔ اس سے اون کے درجات بلند ہون گے تو جس طرح ان ساری راتون مین شب قدر ایک ہی ہے اسی طرح ان سارے مذاہب مین مذہب حق ایک ہی ہے مگر ہے ان ہی سب مین۔

نے ہمہ الخ۔ یعنی اے جوان نہ تو ساری راتین شب قدر ہوتی ہین اور نہ ساری راتین خالی ہوتی ہین۔ اسیطرح نہ تو سارے مذاہب مین حق ہوتا ہے اور نہ سارے مذاہب حق ہوتے ہین۔

در میان الخ۔ یعنے ان گدڑی پوشون ہی مین ایک فقیر (کامل) بھی ہوتا ہے۔ تو تم امتحان کرلو اور جو کہ حق ہو اوس کو لے لو۔ اوپر تو مولانا نے اسکو بیان کیا تھا کہ کل طرق دیباطل ہین نہ کل حق ہین۔ لہذا ان سب مین سے حق کو متمیز کرو لیکن اس طریقہ پر عمل کرنے کے لیے کسی راہبر کی ضرورت ہوتی ہے لہذا یہان سے فرماتے ہین کہ دیکھو کامل بھی ان گدڑی پوشون ہی مین ہوتا ہے لہذا خذ ما صفا ودع ما کدر جو کامل ہے اوس کا اتباع کرو اور جو ناقص ہین اون کو الگ کرو اور ان سے قطع تعلق کردو۔

مومن الخ۔ یعنی مومن دانا کہان ہے جو کہ بادشاہ کو فقیر سے ممیز کرکے جان لے اور فرماتے ہین کہ۔

گر نہ الخ۔ یعنی اگر معیوبات دنیا مین نہون تب تو سارے بیوقوف تاجر ہوجاوین۔

پس بود الخ۔ یعنی پھر تو اسباب شناسی بہت سہل ہوجاوے۔ کیونکہ جب کوئی عیب ہی نہین ہے تو پھر کیا نااہل اور کیا اہل

مطلب یہ کہ اگر دنیا مین عیب دار اشیا نہون تو پھر کیا ہی جو چاہے تاجر ہو اور جسکا دل چاہے مشتری ہو اسلیے کہ اب بوجہ اشیا کے برے بھلے ہونیکے ہی تو دو فرقے ہو رہے ہین کہ بعض اسکے تاجر ہین اور بعض اوسکے ورنہ پھر تو سب اچھی ہی چیزین ہون اور خریداری بہت آسان ہو جاوے۔ معلوم ہوا کہ اچھے کے ساتھ برا اور حق کے ساتھ باطل ملا ہوا ہے۔ یہ تو اسوقت ہی کہ جب عیب ہو ہی نہین۔

در ہمہ الخ۔ یعنی اگر کل عیب ہی عیب ہو تو پھر دانش کا کچھ فائدہ نہین اسلیئے کہ سب لکڑی ہی لکڑی ہے عود ہے ہی نہیں۔

آنکہ الخ۔ یعنی جو کوئی سب کو حق کہے وہ احمق ہے اور جو کہ سب کو باطل کہے وہ بدبخت ہے غرضکہ نہ تو بالکلیہ حق ہی اور نہ بالکلیہ باطل ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

تاجران الخ۔ یعنی انبیا علیہم السلام کے تاجرون نے تو نفع حاصل کیا اور رنگ و بو ظاہری کے تاجر کور و کبود ہین۔

می نماید الخ۔ یعنی سانپ تیری نگاہ مین مال معلوم ہو رہا ہے تو ذرا اپنی ان دونون آنکھون کو اچھی طرح مل تو۔ تاکہ صاف دکھائی دینے لگے مطلب یہ کہ چشم قلب کو کھولو اور اوس سے حقیقت بینی حاصل کرو۔

منگر الخ۔ یعنی اس بیع و شرا کے رشک کو مت دیکھو بلکہ فرعون و ثمود کے خسران کو دیکھو مطلب یہ کہ اس مال و متاع کو دیکھکر اور دنیا کی آب و تاب کو دیکھ کر اسیر فریفتہ مت ہوا اور دنیا دارون کو دیکھکر رشک مت کرو اسلیے کہ یہ تو دیکھو کہ جو مال والے ہین اون کا کیا انجام ہوا۔ دیکھو فرعون کسقدر صاحب مال و صاحب قوت ظاہری تھا مگر جو اوس کا انجام ہوا وہ ظاہر ہے۔ اسی طرح اور اقوام کو دیکھ لو کہ اون کا انجام خسران اور ہلاکت ہی ہوا آگے بھی یہی مضمون ہے کہ ہر شئے کی حقیقت پر نظر کرنا چاہیئے۔ صرف اوس کے ظاہر کو نہ دیکھنا چاہیئے۔ فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

اندرین گردون مکرر کن نظر	زانکہ حق فرمود ثم ارجع بصر
یک نظر قانع مشو زین سقف نور	بارہا بنگر ببین ہل من فطور
چونکہ گفتت کاندرین سقف نکو	بارہا بنگر چو مرد عیب جو
پس زمین تیرہ را دانی کہ چند	دیدن و تمییز باشد در پسند
تا بپالائیم صافان از دُرد	چند باید عقل ما را رنج برد
امتحانہاے زمستان و خزان	تاب تابستان بہار ہمچو جان
بادہا و ابرہا و برقہا	تا پدید آرد عوض فرقہا
تا پدید آرد زمین خاک رنگ	ہرچہ اندر جیب دارد لعل و سنگ

هرچه دزدید ست این خاک دژم — از خزانهٔ حق و دریای کرم

شحنهٔ تقدیر گوید راست گو — آنچه بردی شرح وا ده مو بمو

دزد یعنی خاک گوید هیچ هیچ — شحنه او را در کشد در پیچ پیچ

شحنه گاهش لطف گوید چون شکر — که برآویزد کند هر چه بتر

تا میان قهر و لطف آن خفیها — ظاهر آید ز آتش خوف و رجا

آن بهاران لطف و شحنهٔ کبریاست — وان خزان تهدید و تخویف خداست

وان زمستان چار میخ معنوی — تا تو اے دزد خفی ظاهر شوی

یہان سے مولانا تمیز بین الحق والباطل کی ضرورت کو بیان کرتے ہین اور فرماتے ہین کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہو فارجع البصر هل تری من فطور۔ ثم ارجع البصر کرتین یعنی آسمان کو دیکھو اور دیکھو کہ کیا اسمین کوئی رخنہ نظر آتا ہے۔ اور صرف ایک ہی نظر پر قناعت نکرو۔ بلکہ باربار دیکھو۔ اور یون دیکھو جیسے کوئی عیب کو تلاش کرتا ہے۔ تاکہ تمکو ہماری صنعت کا استحکام نظر آئے۔ اب تم اس سے نتیجہ نکال سکتے ہو کہ جب حق سبحانہ اپنی حکمت وقدرت کے اعتراف کے لیے حکم دیتے ہین آسمان کو بنظر عیب جوئی دیکھنے کا۔ حالانکہ وہان کوئی عیب بھی نہین تو اوسکی مرضیات و نامرضیات کے معلوم کرنے کے لیئے زمین کو بنظر عیب جوئی دیکھنا جہان عیوب وسیئات واقع مین موجود ہین کیا کچھ پسند نہوگا۔ اور جبکہ یہان حق وباطل مخلوط ہین تو حق کو باطل سے جدا کرنے کے لیے ہماری عقل کو کسقدر زحمت اٹھانیکی ضرورت ہے۔ یہان تک مولانا نے عالم مین نیک و بد کے مخلوط ہونے اور انکی تمیز کی ضرورت کو بیان کیا تھا۔ یہان سے اشخاص مین صفات نیک و بد کے اختلاط اور اوسکی تمیز کی ضرورت بیان کرتے ہین اور فرماتے ہین کہ تکوینیات مین قانون خداوندی یون واقع ہے کہ وہ امتحانات جو موسم سرما۔ موسم خزان موسم گرما کی تپش موسم بہار۔ ہوا ؤن۔ ابر وبرق سے کیے جاتے ہین وہ اسلیے ہین کہ انکے آثار سے اشیا مین امتیاز ہو اور زمین مین جو کچھ لعل اور پتھر مستور ہین اور جو کچھ اسنے حق سبحانہ کے خزانہ سے چرایا ہے وہ نکل آئے۔ شحنہ تقدیر الٰہی کہتا ہے کہ سچ سچ کہدے اور جو کچھ تو نے حق سبحانہ کے خزانہ سے چرایا ہے صاف صاف بتا دے۔ یہ چور زمین کہتی ہے کہ مین نے کچھ بھی نہین لیا۔ اب کوتوال اوس کو شکنجہ مین پھانستا ہے کبھی میٹھی میٹھی باتین کرتا ہے اور کبھی اولٹا لٹکاتا ہے۔ اور بری سے بری گت بناتا ہے تاکہ لطف و قہر نرمی وسختی ملکر آتش خوف وآب رجا کے سبب پوشیدہ چیزین ظاہر ہوجائین۔ اب سمجھو کہ شحنہ سے مراد حق سبحانہ ہین۔ اور لطف سے مراد بہار۔ اور ڈرانے دھمکانے سے خزان وشکنجہ سے جاڑا اور مقصود یہ ہے کہ چور کا چور ہونا ظاہر ہوجاوے اور اوس کے پاس سے مال برآمد ہوجائے۔

پس مجاهد را زمانی بسط دل — یکزمانی قبض و درد و غش و غل

زانکه این آب و گلی کابدان ماست — منکر و دزد ضیای جانهاست

حق تعالی گرم و سرد و رنج و درد — بر تن ما می‌نهد اے شیرمرد

خوف و جوع و نقص اموال و بدن — جملہ بہر نقد جان ظاہر شدن
این وعید و وعدہا انگیختہ است — بہر این کہ نیک و بد آمیختہ است

جب مضمون بالا سمجھ چکے تو اب سمجھو کہ مجاہد کو جو دو حالتین پیش آتی ہین یعنی کبھی بسط ہوتا ہے اور کبھی قبض اور تکلیف اور کھوٹ اور نقصان اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا جسم عنصری ہماری جانون کی روشنی چرائے ہوئے اور استعداد فطری کو دبائے ہوئے ہے اور چوری سے انکار کرتا ہے لہذا حق سبحانہ اجسام کو تکالیف مین مبتلا کرتے ہین اور طرح طرح کی زحمتون مین گرفتار کرتے ہین۔ کبھی خوف طاری کرتے ہین کبھی بھوکا رکھتے ہین کبھی امراض جسمانیہ مین مبتلا کرتے ہین اور کبھی اموال مین نقصان کرتے ہین۔ یہ سب اسلئے ہو کہ جو مال اسنے جان کا چرایا ہے وہ برآمد ہو جاوے اور یہ جو وعدہ و وعید اس نے کئے ہین یہ سب اسلئے ہین کہ نیک و بد مخلوط ہین۔ انمین امتیاز ہو جاوے۔ یہ تو حق سبحانہ نے اپنے بندون پر فضل و احسان کے لیے اپنی طرف سے سامان کیا ہے اس مال کے برآمد ہونیکا۔ ایک تدبیر اور ہے جو بندون کی اختیاری ہے اوس کو ہم آگے بیان کرتے ہین۔

چونکہ حق و باطلے آمیختند — نقد و قلب اندر چرمدان ریختند
پس محک می بایدش بگزیدہ — در حقایق امتحانہا دیدہ
تا شود فاروق این تزویرہا — تا بود دستور این تدبیرہا

جبکہ تمکو معلوم ہے کہ حق و باطل مخلوط ہین اور کھوٹے کھرے بیلے سب ایک ہی تھیلی مین بھرے ہوئے ہین۔ تو کھوٹے کھرے کی پہچان کے لیے ضرورت ہے ایک کسوٹی کی جو اعلیٰ درجہ کی۔ اور جو بہت سے امتحانات مین پاس ہو چکی ہو یعنی شیخ کامل کی تاکہ وہ ان تلبیسات کو بالکل الگ کر دے۔ اور تاکہ وہ تمہاری تدابیر کا وزیر اعظم بنجاوے کہ جو کچھ تم تدبیر کرو اوس کے حکم سے اور اسکی ماتحتی مین کرو۔ تمیز حق و باطل کیلیے یہ تدبیر یعنی شیخ کامل کو تلاش کرنا اور اسکی رائے پر عمل کرنا اختیاری ہین۔

شیر دہ اے مادر موسیٰ ورا — واندر آب افگن میندیش از بلا
ہر کہ در روز الست آن شیر خورد — ہمچو موسیٰ شیر را تمییز کرد
گر تو بر تمییز طفلت مولعی — این زمان یا ام موسیٰ ارضعی
تا بہ بیند طعم شیر مادرش — تا فرو ناید بدایہ بد سرش
خود بر تو این حکایت روشن است — کہ غرض زین حکایت گفتن است

یہ مضمون بھی تتمہ ہے مضمون ماسبق کا۔ فرماتے ہین کہ اے سالک جسطرح موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے انکو دودھ پلا کر صندوق مین بند کرکے دریا مین ڈالدیا تھا۔ اور اس دودھ کے سبب فرعون کے یہان انھون نے اپنی ماں کے سوا کسیکا دودھ نہین پیا تھا۔ یون ہی تو بھی ابتداءً ہی قبل اس کے کہ تو بری دایہ کا دودھ پیے یعنے نفس کی تعلیمات سے متاثر ہو اپنے دل کو معرفت حق سبحانہ کے دودھ کا ذائقہ چکھا کر دریائے امتحان مین ڈالدے۔ اور یہ کچھ مشکل نہین کیونکہ تجھے روز الست مین ایک مرتبہ اوسکا ذائقہ چکھ لیا ہے تو اس شیر کو بہت جلد پہچان جانے گا لمبلاغت الاستعداد او والمشوق الذائقہ و قرب العہد پس اسوقت چکھانا فی الحقیقت یاد دلانا ہی اس امر کا جس سے ذہول

ہوگیا ہے لہذا اگر تجھے خواہش ہے کہ تیرے بچے کو برے بھلے دودھ مین تمیز حاصل ہو جاوے تو تو بہتر یہی اسکو
شیر معرفت حق چکھاوے - یعنی اوس چکھے ہوئے کو یاد دلاوے - تاکہ اوس دودھ کا مزہ چکھکر یعنی معرفت حق
سے آشنا ہو کر کسی بری دایہ نفس و شیطان کی طرف منھ نہ بچاوے - لیکن اگر تونے ابتداہی مین ایسا نہ کیا اور
وہ اس بری دایہ کے دودھ سے آشنا ہو گیا - تو بہر زحمت ہو گی اور شیر روز الست کو یاد دلانا مشکل ہو گا
لبعد العہد وفساد الذائقۃ والاستعداد تجھے خود معلوم ہو کہ ہم کو موسے علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا مقصود
نہین بلکہ یہ عنوان ہے اوس مقصود کے ادا کا جسکو تو اوپر سن چکا ہے اسکو سن کر تجھکو نصیحت حاصل کرنی
چاہیے واللہ اعلم -

ہر چیز کا امتحان کرنا تاکہ وہ چیز جو اوسمین پوشیدہ ہو ظاہر ہو جاوے

شرح شبیری سا اندرین الخ - یعنی آسمان مین بار بار نظر کرو اسلئے کہ حق تعالے نے فرمایا ہے ثم ارجع البصر کرتین -
یک نظر الخ - یعنی اس سقف نوین ایک ہی نظر پر قانع مت ہو بلکہ بار بار دیکھو اور دیکھو کہ اوسمین کوئی
سوراخ ہے جیسا قرآن شریف مین حکم ہو ثم ارجع البصر ہل ترے من فطور -
چونکہ الخ یعنی جبکہ حق تعالے نے فرمایا ہو کہ اس سقف نکو مین بار بار عیب جوینده کیطرح دیکھو -
پس الخ - یعنی پس اس زمین تاریک کو تم کو معلوم ہے کہ کسقدر مرتبہ دیکھنا اور تمیز کرنا پسند حق ہوگا -
تا بپالایم الخ - یعنی تاکہ ہم صاف کو دُردین سے صاف کر لین تو اس کے لیے ہماری عقل کو کسقدر محنت کی ضرورت
ہے مطلب یہ کہ تاکہ ہم بھلے برے کو تمیز کرین تو اسلیے ہمین ضرورت ہے کہ غور و فکر اور مجاہدات و ریاضات کرین
تاکہ حقائق و معارف و علوم جو کہ استعداد فطری سے ہمارے اندر ہین ظاہر ہون - آگے ایک مثال ہو کہ دیکھو
زمین جو کہ بہت سے خزانون کو اپنے اندر لیے ہوئے ہو جو علوم و معارف کی طرح ہین جب اوسپر سختیان ہوتی
ہین یہ سکو اوگل دیتی ہے اور وہ سختیان یہ ہین کہ کبھی جاڑا ہے تو اوس کے اجزا اسکڑ گئے ہین اور کبھی
گرمی ہے تو ساری زمین جل رہی ہے اور کبھی ہوا ہے تو کبھی ابر ہے غرضکہ مختلف طرح سے شحنۂ تقدیر الٰہی
اوسکو سزا دیتا ہے تو یہ ساری چیزون کو نکال کر پیش کر دیتی ہے جیسے کہ چور کہ کوتوال کی سختی پر ساری چیزین
بتا دیتا ہے تو اسی طرح اگر تم مجاہدہ و ریاضت کروگے تو تمھارے اندر جو علوم و معارف بھرے ہوئے ہین وہ
سب ظاہر ہو جاوینگے اور یہ نفس تمہارا اوس استعداد کو ظاہر ہونے سے ہرگز مانع نہوگا - یہ حاصل ہے -
س ساری شرح کا - اب سمجھو کہ فرماتے ہین کہ -
امتحانہاے الخ - یعنی جاڑے کے امتحانات اور خزان کے اور گرمی کی تابش اور بہار جو کہ جان کیطرح ہو
بادہا و الخ - یعنی ہوائین اور ابر اور بجلیان (یہ ساری مختلف عقوبتین اس لئے ہین) تاکہ اپنے حوادثات
کو ظاہر کر دے اور اس لیے ہین کہ -
تا برون الخ - یعنی تاکہ یہ زمین خاکی جو کچھ کہ باطن مین لعل و سنگ سے رکھتی ہے باہر نکال دے - لعل
و سنگ سے مراد یہ سبزہ وغیرہ ہے مطلب یہی کہ ساری باتین اس لیے ہین کہ تاکہ اپنے مضمر خزانون کو

نکال ڈالے۔ چونکہ اس زمین کو چور سے تشبیہ دیکر اسکے لیے ان تغیرات کو سزا بین ثابت کیا ہے لہذا آگے تقدیر الٰہی کو کوتوال سے تشبیہ دینگے اور اس کے عدم اظہار سبزہ وغیرہ کو چوری سے تشبیہ دیتے ہین فرماتے ہین کہ۔
ہر چہ الخ۔ یعنی اس خاک افسردہ نے جو کچھ کہ خزانۂ حق اور دریائے کرم سے چرا یا ہے (اس کے لیئے)
شحنۂ الخ۔ یعنی شحنۂ تقدیر کہتا ہے کہ سچ بتا جو کچھ کہ تو لیگئی ہے اوس کی تفصیل بتا اے حیلہ جو۔
دزد۔ الخ۔ یعنی چور یعنی خاک کہتی ہے کہ کچھ نہین کچھ نہین تو شحنۂ تقدیر اوسکو شکنجون مین کھینچتا ہے۔
شحنہ الخ یعنی کوتوال کبھی تو اوس سے شکر کی طرح مہربانی کرتا ہے (مثلاً کہتا ہے کہ بتا دے چھوڑ دینگے) اور کبھی اوسکو لٹکا دیتا ہے اور بدتر سے بدتر حال کرتا ہے۔
تا میان الخ۔ یعنی تاکہ قہر لطف کے درمیان وہ پوشیدہ چیزین آتش خوف ورجا سے ظاہر ہو جادین غرضکہ وہ خوب تدبیرین کرتا ہے آگے اس شحنہ کی عقوبات وغیرہ کو منطبق کرینگے۔ فرماتے ہین کہ۔
آن الخ۔ یعنی وہ بہار کوتوال حق کی مہربانی ہے اور خزان تہدید اور تخویف ہے حق تعالے کی جیسے وہان شحنہ کبھی لطف اور کبھی قہر کرتا ہے اسی طرح یہان زمین پر کبھی لطف بہار ہے اور کبھی قہر خزان ہے۔
وان الخ۔ یعنی وہ جاڑا چار میخ معنوی ہے تاکہ تو اے پوشیدہ چور ظاہر ہو جاوے چونکہ جاڑے مین ہر شے سکڑتی ہے زمین کے اجزا بھی سکڑتے ہین اس سکڑنے کو چار میخ سے تشبیہ دی اور معنوی اس لئے کہا کہ یہ حسی تو ہے نہین تو کہتے ہین کہ جاڑا شکنجہ ہے کہ اس زمین کو اس شکنجہ مین کھینچا جاتا ہے آگے اس ساری تشبیہات کو حالت سالک پر منطبق فرماتے ہین کہ۔
پس الخ۔ یعنی پھر مجاہد کو کبھی تو بسط دل ہوتا ہے (جو کہ مشابہ بہار کے ہے) اور کبھی قبض اور گھٹن اور درد اور گھوٹ ہے جو کہ مشابہ خزان کے ہے۔ آگے سالک پر ان احوال مختلفہ کے طیران کی وجہ فرماتے ہین کہ۔
زانکہ الخ۔ یعنی یہ اسلیے کہ یہ آب و گل جو ہمارے بدن مین ہماری جان کی ضیا اور نور کے منکر ہین۔ لہذا۔
حق تعالے الخ۔ یعنی حق تعالے اس گرم و سرد اور رنج و تکلیف کو ہمارے بدن پر رکھتے ہین اے شیر مرد اور
خوف الخ یعنے خوف اور بھوک اور نقص اموال اور بدن سب کے سب نقد جان کے ظاہر ہونیکے لئے ہے۔
این الخ۔ یعنے یہ وعید اور وعدے جو کہ حق تعالے نے اظہار کے لیے ہین اس نیک و بدی کے (ظہور کے) لئے ہین جسکو کہ ملا دیا ہے۔
چونکہ الخ۔ یعنی چونکہ لوگون نے حق و باطل کو ملا دیا ہے کھوٹے کھرے کو ایک ہی برتن مین ڈال رکھا ہے۔
پس محک الخ یعنی تب اوسکے لئے ایک کسوٹی چاہیئے عمدہ جو کہ حقایق مین امتحانات کو دیکھے ہوئے ہو۔ اور یہ تک تو تعلیم تھی کہ خود مجاہدہ کرو اور اس سے علوم و فنون کو حاصل کرو اس شعر سے تعلیم ہے اتباع شیخ کامل کی کہ اول مجاہدہ مریا ضلت کرو اون کے پرکھنے کو کہ آیا درست ہین یا گمراہ کنندہ ہین ایک کسوٹی یعنی شیخ کامل کی ضرورت ہے کہ جو بتاوے سکہ اب یہ اچھی ہے اور یہ حالت بری ہے۔ لہذا اول تو اوس نفس کی سرزنش کرے اور اس کے درست اور غیر درست ہونے کے لئے شیخ کامل کی تلاش کر۔ جب اس کو تلاش کر لیا تو اوس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ

تمکو سیدھا رستہ بتادیگا اور دوسرے رستہ سے ہٹادیگا دونون کو تمیز کردے گا اسی کو فرماتے ہین کہ۔
تاشود الخ۔ یعنی تاکہ ان جالون کا تمیز کرنے والا ہو اور تاکہ ان تدابیر کے پیے دریے بجاوے یعنی شیخ کامل ان شیطان کے جالون سے راہ حق کو تمیز کردے اور ان ساری تدابیر وصل مین سے ایک تدبیر کو سوچ کر اوسکو عمل مین لاوے آگے مولانا اس امر کو بیان فرماتے ہین کہ شیخ کامل کے لیے ضرورت ہے پہچان کی تو وہ فطرت سلیمہ ہوتی ہے وہ توجہ کرکہ حق تعالےٰ کے ہان اوس مزہ کو چکھ چکا ہے جس کے پاس اوسکو دیکھیگا فوراً اوسکو قبول کرے گا۔ مگر مولانا اوس کو ایک مثال مین بیان فرماتے ہین حاصل اوس کا یہ ہے کہ دیکھو موسےٰ علیہ السلام کی والدکو الہام ہوا تھا کہ تم انکو دودھ پلادو اور اوس کے بعد جب خوف ہو تو دریا مین ڈالدینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اوس کا یہ انجام ہوا کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے کسی دایہ کا دودھ منھ مین نہ لیا۔ اس لیے کہ وہ اپنی والدہ کے دودھ کا مزہ چکھ چکے تھے اور جب اون کی والدہ نے دودھ دیا تو اوس کو فوراً پینے لگے اور پہچان گئے کہ یہ وہی دودھ ہے۔
اسی طرح جنے کہ روز ازل مین اسکا مزہ چکھ لیا ہے وہ فوراً ہی پہچان لے گا۔ لہٰذا اپنی اس استعداد سلیمہ کو معاصی سے برباد مت کرو کہ اسی کے ذریعہ سے شناخت مرد کامل کی ہوگی۔ اور اسکو صیغہ امر سے تعبیر فرماتے ہین کہ ۔
شیر دہ الخ۔ یعنی اے مادر موسےٰ علیہ السلام تم اون کو دودھ پلادو او نکو پانی مین ڈالدو اور بلا سے مت ڈرو۔
جیسا کہ قرآن شریف مین ہے واذ اوحینا الی ام موسےٰ ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ
ایک الخ تو جسطرح کہ اونکو حکم ہوا تھا اسی لیے کہ تاکہ اون کو اوسکے مزہ کی پہچان ہوجاوے۔ اسی طرح جسکو وہان شناخت ہوچکی ہے وہ فوراً پہچان لیتا ہے۔
ہر کہ الخ۔ یعنی جس کسی نے کہ روز الست مین وہ دودھ کھالیا اوس نے موسےٰ علیہ السلام کی طرح دودھ کو شناخت کرلیا مطلب یہ کہ جنے کہ یہ چاشنی وہان چکھ لی وہ جسکے پاس وہ شے دیکھے گا فوراً معلوم کرلے گا۔ کہ وہی ہے۔
خود الخ۔ یعنی تجھپر خود یہ بات ظاہر ہے کہ ہماری غرض اس سے حکایت کا بیان کرنا مقصود نہین ہے۔ چونکہ اوپر موسےٰ علیہ السلام کا تذکرہ تھا تو شاید سامع کو شوق ہو کہ اب حکایت موسےٰ علیہ السلام کی بیان فرماوینگے اسلیئے فرماتے ہین کہ تمھین معلوم ہے کہ ہم کو مقصود یہ نہین ہے کہ ہم حکایات کو بیان کرین بلکہ مقصود اس سے اخذ نتیجہ ہے تا ہم لہٰذا اس کے منتظر مت ہو کہ ہم حکایت موسےٰ علیہ السلام کی بیان کرین گے بلکہ چونکہ ہمارا مطلب صرف اتنی بات سے بھی نکل آیا لہٰذا آگے بیان کرنے کی ہمکو ضرورت ہی نہین ہے۔ آگے فرماتے ہین کہ۔
گر تو الخ۔ یعنی اگر تو اپنے بچہ کے پہچان کی حریص ہو تو اے ام موسےٰ اسوقت دودھ پلادو۔ مطلب یہ ہے کہ اے ام موسےٰ اگر تمھارا دل یہ چاہتا ہے کہ تمھارا بچہ یعنی موسےٰ علیہ السلام تمھارے دودھ کو پہچان لین تو اسوقت دودھ پلادو پھر جب وقت آوے گا فوراً پہچان لینگے۔ اور مقصود مولانا کا یہ ہے کہ اے سالک اگر تم چاہتے ہو کہ تمھارا نفس حق کو پہچانے نفس و شیطان سے بچا رہے تو اس دنیا مین اوسکو مجاہدہ و ریاضت کرکے اس کا مزہ چکھا دو جب وہ حق کو پاویگا اوس کو قبول کرے گا۔ اور دوسرون سے اعراض کریگا اوپر تو اسکا بیان تھا کہ جسکی استعداد درست ہوگی وہی حق کو قبول کرے گا۔ اور یہان سے اس کا بیان ہے کہ تم مجاہدات و ریاضات مین اپنے قلب کو شناسندہ

حق بنالو۔ تو وہ فوراً حق کو قبول کرلے گا۔

تا بہ الخ۔ یعنی تاکہ وہ اپنی مان کے دودہ کا مزہ چکھ لے۔ اور تاکہ کسی بری دایہ کے سامنے اوس کا سر نہ جھک جاوے۔ مطلب یہ کہ اوسکو طعم حق چکھادو تاکہ اوس کو تو قبول کرے اور نفس و شیطان کے پھندے مین نہ پھنسے جسطرح موسے علیہ السلام اور دلیون کے دودہ نہ پیتے تھے آگے پھر اوس قصۂ شتر گم کردہ کو پورا بھی کرتے ہین اور اس کے فائدے بھی بیان کرتے ہین۔

شرح حبیبی

اشترے گم کردۂ اے معتمد	ہر کس از اشتر نشانت می دہد
تو نمیدانی کہ آن اشتر کجاست	لیک دانی کاین نشانہا خطاست
وانکہ اشتر گم نکرد او از مرے	ہمچو آن گم کردہ جوید اشترے
کہ بلے من ہم شتر گم کردہ ام	ہر کہ یابد اجرتش آوردہ ام
تا در اشتر با تو انبازی کند	بہر طمع اشتر این بازی کند
او نشان کژ نہ بشناسد ز راست	لیک گفتت آن مقلد را عصاست
ہر چہ را گوئی خطا بود آن نشان	او بتقلید تو مے گوید ہمان
چون نشان راست گویند و شبیہ	پس یقین گردد ترا لاریب فیہ
آن نشان جان رنجورت شود	مظہر حس چو رنجورت شود
رنگ روے و قوت بازو شود	خلق و خلق ہمتو است صد تو شود
چشم تو روشن شود پایت دوان	جسم تو جان گردد جانت روان
پس بگوئی راست گفتی اے امین	این نشانہا بلاغ آمد مبین
فیہ آیات ثقات بینات	این براتے باشد و قدر و نجات
این نشان چون داد گوئی پیش رو	وقت آہنگ ست پیش آہنگ شو
پیروی تو کنم اے راست گو	بوے بردی ز اشترم بنما کہ کو
پیش آنکس کہ نہ صاحب اشتریست	کو درین جست شتر ہمرا ہیست
این نشان راست نفزودش یقین	جز ز عکس ناقہ جوئے راستین
بوئے برد از جد و گرمیہاے او	کہ گزافہ نیست این ہیہاے او
اندرین اشتر نبودش حق ولے	اشترے گم کردہ است او ہم بلے
طمع ناقہ غیر رو پوشش شدہ	آنچہ زو گم شد فراموشش شدہ
ہر کجا او می دود این می دود	از طمع ہمدرد صاحب مے شود
کاذبے با صادقے چون شد روان	آن دروغش راستی شد ناگہان

اندران صحرا که آن اشتر شتافت ‌‌ اشتر خود نیز آن دیگر بیافت

چون بدیدش یاد آورد آن خویش ‌‌ بی طمع شد ز اشتران یار بیش

آن مقلد شد محقق چون بدید ‌‌ اشتر خود را که آنجا می چرید

او طلبگار شتر آن لحظه گشت ‌‌ می نجستش تا ندید او را بدشت

بعد ازان تنها روی آغاز کرد ‌‌ چشم سوی ناقهٔ خود باز کرد

گفت آن صادق مرا بگذاشتی ‌‌ تا بأکنون پاس من میداشتی

گفت تا اکنون فسوسی بوده ام ‌‌ وز طمع در چاپلوسی بوده ام

این زمان همدرد تو گشتم که من ‌‌ در طلب از تو جدا گشتم بفن

از تو میدزدیدمی وصف شتر ‌‌ جان من دید آن خود شد چشم پر

تا نیابیدم نبودم طالبش ‌‌ مس کنون مغلوب شد زر غالبش

سیئاتم شد همه طاعات شکر ‌‌ هزل شد فانی و جد اثبات شکر

سیئاتم چون وسیلت شد بحق ‌‌ پس مزن بر سیئاتم هیچ دق

مر ترا صدق تو طالب کرده بود ‌‌ مر مرا جد و طلب صدقی گشود

صدق تو آورد در جستن ترا ‌‌ جستنم آورد در صدقی مرا

تخم دولت در زمین میکاشتم ‌‌ سخره و بیگار می پنداشتم

آن نبد بیگار کسبی بد درست ‌‌ هر یکی دانه که کشتم صد برست

دزد سوی خانه شد زیردست ‌‌ چون درآمد دید کان خانه خودست

گرم باش ای سرد تا گرمی رسد ‌‌ با درشتی ساز تا نرمی رسد

مولانا یہان سے پھر قصۂ اشتر کی طرف انتقال فرماتے ہین اور فرماتے ہین کہ تیرا اونٹ گم ہو گیا ہو اور ہر شخص تجھے اوس اونٹ کا پتا بتلا رہا ہے۔ گو تجھے یہ معلوم نہین کہ اونٹ کہان ہے۔ مگر اتنا جانتا ہے کہ یہ اسنے پتے سب غلط ہین ایک ایسا شخص بھی ہے جسکا اوسکے خیال مین کوئی اونٹ گم نہین ہوا۔ مگر اوسکی دیکھا دیکھی وہ اونٹ کو تلاش کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ ہان میرا بھی اونٹ کھو گیا ہے جو شخص پاچکا مین اسکے لیے انعام لایا ہون۔ مین اُسے انعام دون گا۔ اُس کا مقصد اس مکاری سے یہ ہے کہ وہ بھی تمھارے اونٹ مین شریک ہو جاوے۔ اور دعوے کرے کہ یہ اونٹ میرا ہے یہ چال وہ محض طمع کی بنا پر کرتا ہے۔ فی الحقیقت نہ وہ جھوٹی نشانی کو جھوٹ جانتا ہے نہ سچی کو سچی محض تیرا بیان اوسکا سہارا ہے جو تو کہتا ہے وہ بھی وہی کہتا ہے جس نشان کو تو غلط کہتا ہے وہ بھی کہتا ہے کہ ہان میرے اونٹ کی یہ نشانی نہین۔ اور جب لوگ سچا پتا اور صحیح حلیہ بیان کرتے ہین تو اس سے تجھکو تو یقین ہو جاتا ہے اور اصلاً شک نہین رہتا اور اس سے تیری مبتلاے رنج جان کو شفا حاصل ہوتی ہے۔ اور تیرے حواس کو جو کہ محسوسات کے لیے بمنزلۂ خزانچی کے ہین قوت و غلبہ حاصل ہوتا ہے اور تیرے منھ پر رونق آتی ہے

اور بازو مین قوت ہوتی ہے۔ جسم اور خصلت مین سو گونہ ترقی ہوتی ہے۔ آنکھو مین روشنی پیدا ہوتی ہے پاؤن مین
چستی آتی ہے جسم گویا کر روح حیوانی بنجاتا ہے اور روح حیوانی روح انسانی ہوجاتی ہے۔ اور تو کہتا ہے کہ
تو نے بہت سچ کہا اور یہ نشانیان سراسر کامیابی ہے۔ تیرے اس بیان مین معتبر اور کھلی نشانیان ہین یہ
پروانہ ہے حصول مدعا کا اور قابل قدر اور باعث ہے رنج و تشویش سے رہائی کا۔ جب تو نے یہ پتا بتلایا ہے
تو چل آگے ہو یہ چلنے کا وقت ہے لہذا تو آگے آگے چل۔ مین تیرے پیچھے پیچھے چلتا ہون۔ اس سے کہ تو نے
میرے اونٹ کا نشان معلوم کر لیا ہے۔ اب مجھے چلکر دکھلا دے کہ کہان ہی۔ برخلاف اسکے جسکا اونٹ اوس
کے زعم مین گم نہین ہوا ہے اور جو محض دیکھا دیکھی اور بطمع اونٹ کو تلاش کرنے لگا ہی۔ اوس کو اس
نشان سے کچھ بھی یقین نہین بڑھتا۔ بجز اس کہ وہ سچے ناقہ جو کی نقل کرے اور جو آثار اوس کے اندر واقعی طور پر
پیدا ہوئے ہین اون کو یہ مصنوعی طور پر اور بہ تکلف اپنے اندر پیدا کرے۔ اور یہ سمجھکر کہ صادق کی خوشی
بیجا نہین ہی یہ بھی ویسی ہی کوشش اور جد و جہد شروع کرے۔ نیز گو اس اوٹھنی مین الکا حق نہین تھا مگر حقیقت
مین اوس کا اونٹ بھی کھو یا گیا تھا۔ گو ناقۂ غیر کی طمع نے اوس کے منہ پر پردہ ڈال دیا تھا اور جو کچھ اوس کا
کھویا گیا تھا اوس کا اوسے خیال بھی نہین تھا مگر جہان وہ جاتا ہی یہ بھی جاتا ہے اور طمع سے اپنے ساتھی کا
شریک درد بنتا ہے یعنی اپنے کو بھی اسی مصیبت مین مبتلا کرتا ہے جسمین کہ وہ مبتلا ہے غرض جبکہ ایک جھوٹا
ایک سچے کے ساتھ چلتا ہے تو اچانک اوس کا جھوٹ سچ بنجاتا ہے۔ یعنی جس جنگل مین کہ اُس کا اونٹ تھا
اپنے اونٹ کو بھی وہین پاتا ہے جب اوسکو اونٹ ملتا ہی اسوقت اپنی ملک یاد آتی ہے اور اپنے ساتھی
کے اونٹ سے بے طمع ہوکر اپنے اونٹ کیطرف جاتا ہے اور وہ جو پہلے مقلد اور نقال تھا اب محقق ہوجاتا ہی
جبکہ اپنا اونٹ کو وہان چرتے دیکھتا ہے اور جبکہ اوسکو دیکھ لیتا ہے اوس وقت اوسی کا طلبگار بنتا ہے۔ اور
جب تک دیکھا نہین تھا اسوقت تک اسکا طلبگار نہین تھا۔ اس کے بعد وہ الگ چلنا شروع کرتا ہی۔ اور
اپنی اوٹھنی کو مطمح نظر بناتا ہے۔ اسوقت یہ طالب صادق کہتا ہے کہ ابتک تو میرا لحاظ رکھتا تھا۔ اب تو نے
مجھے چھوڑ دیا۔ اُسوقت وہ جواب دیتا ہے کہ اسوقت تک مین بوالہوس تھا اور طمع سے تمھاری خوشامد
کرتا تھا اسوقت مین فی الواقع تمھارا شریک درد ہوا ہون۔ جبکہ تم سے طلب مین جدا ہوا ہون اس سے
پہلے تو مین اونٹ کے اوصاف تم سے چُراتا تھا لہذا تمھاری تقلید کی ضرورت تھی۔ لیکن اب جبکہ مجھے اپنی ملک
ملگئی ہے تو اب مین سیر چشم ہوگیا ہون اور مجھے تم سے استغنا ہوگیا ہے۔ جب تک مین نے پایا نہ تھا اسوقت
تک مین اوسکا طالب نہ تھا اب تانبا مغلوب ہوگیا ہے اور سونا غالب۔ یعنے صدق غالب ہوگیا ہے۔ اور
کذب مغلوب۔ شکر ہے کہ میری تمام برائیان طمع وغیرہ طاعات ہوگئین اور ہزل فنا ہوکر جد بنگئی۔ میری برائیان
جبکہ موصل الی الحق ہوگئی ہین اب تم تو ان برائیون پر اعتراض اور طعن نہ چاہیئے تمھارا تو صدق ذریعہ طلب بنا تھا
اور میری طلب آ نصدق ہوئی ہے تم نے تو صدق کی بنا پر طلب شروع کی تھی اور میری طلب نے مجھے صدق تک
پہونچایا ہے۔ مین زمین مین دولت کا بیج بو رہا تھا مگر اسکو لغو اور بے سود سمجھتا تھا۔ مگر وہ بیکار نہ تھا بلکہ واقع
مین کمائی تھی۔ جو دانہ مین نے بویا اس سے سو خوشے پائے۔ میری مثال ایسی ہوگئی جیسے کہ کوئی چور چھپکر کسی گھر مین

جاوے۔ اور بعد کو وہ اوسی کا گھر ثابت ہو۔ خلاصہ یہ کہ حق کے طالب اور واصل بحق دو قسم کے ہین بعض تو ایسے ہین جو کہ حق سبحانہ کو پہچانتے ہین۔ مگر اس تک پہونچنے کا طریق نہین جانتے اسیلیے اون کو ایک ہادی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس ہادی کے ذریعہ سے حق سبحانہ تک پہونچتے ہین اور بعض ایسے ہوتے ہین کہ وہ حق کو جانتے نہین مگر کسی غرض فاسد سے وہ طالب صادق کی شکل بناتے ہین اور راہبر کے ساتھ چلتے ہین۔ جب وہ مطلوب تک پہونچ جاتے ہین اسوقت وہ طالب صادق بنتے ہین اور بجائے مقلد کے محقق بنجاتے ہین اسیلیے کہ طلب کاذب بھی ہو مگر باقاعدہ ہو تب بھی آدمی محروم نہین رہتا۔ پس آدمی کو چاہیے کہ اگر طلب صادق بھی نہو تو کاذب ہی سہی طلب ہونی چاہیے۔ اور مجاہدات وریاضات کرنے چاہئین۔ تاکہ ایک روز آرام و آسائش حاصل ہو۔

آن دو اشتر نیست آن یک اشتر است	تنگ آمد لفظ معنے بس پرست
لفظ در معنے ہمیشہ نارسان	زان پیمبر گفت قد کل اللسان
نطق اصطرلاب باشد در حساب	چہ قدر داند ز چرخ و آفتاب
خاصہ چرخے کاین فلک زو پرہ ایست	آفتاب از آفتابش ذرہ ایست

اب ایک شبہ کا جواب دیتے ہین جو ظاہر تمثیل سے پیدا ہوتا ہے تقریر شبہ یہ ہے کہ آپ کی تمثیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلوب دو ہین۔ کیونکہ تمثیل مین مشبہ بہ آپنے دو اونٹ بتائے ہین ایک وہ جو طالب صادق کا مطلوب ہے۔ دوسرا وہ جو طالب کاذب کا مطلوب ہے۔ حالانکہ مطلوب ایک ہے۔ تقریر جواب شبہ مذکور یہ ہے کہ مطلوب دو نہین ہین بلکہ مطلوب ایک ہی ہے معنی چونکہ کثیر ہین الفاظ مین سما نہین سکتے۔ اس لیے تعدد کا شبہ ہوتا ہے مگر ہم معذور ہین کیونکہ الفاظ ہمیشہ ناکافی ہوتے ہین ان سے پورا مدعا ظاہر ہو ہی نہین سکتا۔ اسی لیے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کل اللسان فرمایا ہے۔ یعنی عارف کی زبان کند ہو جاتی ہے وہ اپنے مافی الضمیر کو کما حقہ ادا نہین کرسکتا۔ پھر ہم کیا کرسکتے ہین جہانتک الفاظ مساعدت کرتے ہین ہم بیان کرتے ہین۔ نطق کو حقائق سے وہی نسبت سمجھنی چاہیے۔ جو اصطرلاب کو چرخ و آفتاب سے ہے پس جسطرح اصطرلاب چرخ و آفتاب کے اوصاف کما حقہ بیان نہین کرسکتے یونہی نطق بھی معارف کو کافی طور پر بیان نہین کرسکتا۔ بالخصوص اس سماء رفعت کی حالت جس کے سامنے یہ چرخ معروف ایک تنکا ہے اور وہ آفتاب حقیقی جسکے سامنے یہ آفتاب مشہور ایک ذرہ ہے اسکی حالت تو کما حقہ کیا ہی بیان کرسکتا ہے آگے پھر مسجد ضرار کے قصہ کی طرف انتقال فرماتے ہین اور فرماتے ہین۔

اونٹ تلاش کرنے والے کی حکایت کے فائدہ کی شرح

شرح شبیری۔ اشترے الخ یعنی اے معتمد تو نے ایک شتر گم کیا ہے اور لوگ تجھے اوسکی نشانیان بتا رہے ہین۔

تو نمی دانی الخ یعنی تجھے اس کی تو خبر نہین کہ وہ شتر کہان ہے لیکن تو یہ جانتا ہے کہ ساری نشانیان غلط ہین اسیلیے کہ وہ اونٹ تیرا دیکھا ہوا ہے۔ لہذا ان نشانہائے غلط کو تو سمجھ رہا ہے کہ ہان یہ غلط ہین اور تو اوس کی تلاش مین

لگا ہوا ہے اسی طرح جبکہ حق کی تلاش ہوتی ہے اور مختلف فرق کے لوگ مختلف باتین کہتے ہین ۔ تو چونکہ استعداد فطری ۔ اسکو مقتضی ہے کہ حق کو قبول کیا جاوے ۔ لہذا ہرگز اس کے دل کو وہ اقوال باطل نہین لگتے ۔ اگرچہ یہ بھی خبر نہ ہو کہ حق کہان ہو مگر یہ جانتا ہے کہ یہ سب غلط کہتے ہین یہ تو اس کی مثال ہے جو تلاش مین حق کے ہو آگے اوس شخص کی مثال فرماتے ہین جو کہ دیکھا دیکھی لوگون کی طلب حق کرتے ہین مگر اصل مقصود اونکا کچھ اور ہوتا ہے مثلاً یہ کہ بزرگون کی خدمتمین طلب کیلئے جاتے ہین ۔ ورمثل طالب صادق کے خود بھی اعتقاد ظاہر کرتے ہین ۔ مگر مطلب یہ ہوتا ہے کہ انکے ساتھ رہینگے دعوتین کھانے کو ملین گی یا خوب عزت وجاہ ہوگی کہ فلان حضرت کے خادم ہین تو جس کی کہ یہ فاسد نیت ہو ظاہر ہے کہ اوسکو طلب حق نہین ہے ۔ لہذا اوس سے جو کوئی بھی کہے گا کہ حق یہ ہے اوسکو اصل کی تو خبر نہین ہے اسلئے کہ جب وہ طلب نہین کرتا ۔ تو اوس کی استعداد بھی مخفی ہے پس وہ کہدیتا ہے کہ ہان یہی ہے غرض ایسے شخص کا اعتبار ہی کیا ہے جس کا دل چاہے اوس کو بہکالے ۔ اب اس کی مثال سنو کہ فرماتے ہین کہ

وانکہ الخ ۔ یعنی جسنے کہ شتر گم نہین کیا ہے تو وہ مقابلہ کے لیے اوس گم کردہ اشتر کی طرح ایک شتر کی تلاش مین ہے اور کہتا ہے کہ ۔

کہ بلے ۔ الخ ۔ یعنی کہ ہان مین نے بھی ایک اونٹ کو گم کیا ہے اور جو کوئی اوسکو پاوے مین اوسکی اجرت لایا ہون غرضیکہ جو یہ گم کردہ اشتر کہتا ہے اوسی کو وہ دوہرا دیتا ہے اور یہ اسلیے کرتا ہے کہ ۔

تا در الخ ۔ یعنی تاکہ اونٹ مین تیرے ساتھ شرکت کرے ۔ تو اونٹ کی طمع مین یہ بازی کر رہا ہے ۔ جیسا کہ مین نے اوپر بیان کیا ہے کہ وہ اس لیے کہتا پھرتا ہے کہ مین بھی تلاش حق مین ہون تاکہ دعوتین وغیرہ خوب کھانے کو ملین ۔ غرضکہ اس حرص وطمع کی وجہ سے وہ بھی اس طالب کے ساتھ ہے اور اوس کی حالت یہ ہے کہ ۔

او نشان الخ ۔ یعنی وہ غلط نشانی کو درست نشان سے متمیز نہین کر سکتا ۔ لیکن تیرا کہنا اوس مقلد کیلئے سہارا ہے ۔ مطلب یہ کہ اوسکا چونکہ شتر گم ہی نہین ہوا ہے تو اسکو کسی نشانی کی بھی خبر نہین ۔ بلکہ جو یہ گم کردہ اشتر کہ رہا ہے وہ بھی ہان مین ہان ملا رہا ہے اصل اور حقیقت کی اصلا خبر نہین ۔

ہر چہ الخ ۔ یعنی جسکو کہ تم کہتے ہو کہ یہ نشانی غلط تھی تو وہ بھی تمہاری تقلید سے وہی کہدیتا ہے ۔

چون الخ ۔ یعنی جبکہ کوئی درست نشانی اور متشابہ نشانی کہین گے تو تم کو یقین ہو جاوے گا اور اوس مین کسی کسی قسم کا شک نہ رہےگا اور یہ حالت ہوگی کہ ۔

آن الخ ۔ یعنی وہ تیری جان رنجور کے لیے شفا ہو جاویگی اور تیری حس کی جو خزانہ کیطرح ہے مظہر ہو جاویگی

رنگ الخ ۔ یعنی وہ تیرے چہرہ کا رنگ ہو جاوے اور قوت بازو ہو جاوے اور تیرے اعضا اور تیرے اخلاق ایک حصہ سے سو حصہ ہو جاوین ۔ مطلب یہ کہ یہ حالت ہو کہ جامہ مین پھولا نہ سماوے ۔

چشم الخ ۔ یعنی تیری آنکھ روشن ہو جاوے ۔ اور تیرے پاؤن دوڑنے لگین اور تیرا جسم جان ہو جاوے اور تیری جان روان ہو جاوے غرض کہ بوجہ فرط خوشی کی ہر حالتمین ترقی ہو جاوے ۔

پس الخ ۔ یعنی پھر تو اوس بتانے والے سے کہے کہ اے امین تو نے ٹھیک کہا وہ نشانیان بالکل درست ہین

فیہ الخ ۔ یعنے اوس مین مضبوط نشانیان ہین ظاہر اور یہ ایک دستاویز ہو جاوے اور موجب قدر اور نجات ہو جاوے

این الخ۔ یعنی جب اوس نے یہ نشانیان بتاین تو توتے اوس سے کہا کہ آگے چلو کہ یہ وقت قصد کا ہے تم قصد سے آگے ہوجاؤ۔

پیروی۔ الخ۔ یعنی اے راست گو مین تیری پیروی کرتا ہون۔ تو نے میرے شتر کی نشانی معلوم کر لی ہے اب بتا کہ کہان ہے یہ تو اوسکی حالت ہو گی کہ جسکا شتر فی الواقع کھو گیا ہے اوس کو تو نشانی کے سنتے ہی فوراً یقین ہوجاویگا کہ بے شک اس نے میرے اونٹ کو دیکھا ہے آگے اوسکی حالت بیان فرماتے ہین جو کہ صرف دیکھا دیکھی ہی تلاش کر رہا تھا۔ اور اوس کے ساتھ تھا کہ اس نشان راست سے اوس کی یہ حالت ہو گی کہ۔

آن الخ۔ یعنی اوس کو جو کہ صاحب اشتر نہین ہے اور اس تلاش شتر مین صرف مقابلہ کیوجہ سے ہے۔

زین الخ۔ یعنی اس نشان راست سے اوس کو کوئی یقین نہ بڑھے گا سوائے تا فتہ جو واقعی کے عکس کہ اوسکو تو یقین کی زیادتی ہوتی۔ اور اسکو زیادہ شک بڑھ جاویگا کہ نہ معلوم یہ ہے یا اور کوئی ہے۔

بوئے الخ۔ یعنی اوس کی کوشش اور جوش سے کچھ بوئے گیا کہ یہ ہانے ہوئے فضول نہین ہے مطلب یہ کہ جو صرف دیکھا دیکھی تلاش کر رہا تھا اوس کو اس نشان راست کے معلوم ہونے سے یقین مین تو کچھ ترقی ہوئی نہین۔ اسلئے کہ اوس نے دیکھا ہی نہین کہ شتر کیسا ہوتا ہے مگر ہان جب دیکھا کہ وہ صاحب شتر اس نشان کو سنکر پھولا نہین سماتا اور بے انتہا مسرور ہے۔ تو یہ بھی سمجھا کہ کوئی بات ضرور ہے اور یہ سمجھکر اسنے بھی غل مچایا کہ ہان ہان صاحب میرا اونٹ بھی ہے جس کی یہ نشانی ہے اسی طرح ایک تو وہ ہے جو کہ طالب حق ہے اور دوسرا وہ جو کہ صرف اس کی دیکھا دیکھی طالب حق بنا ہے۔ اور اوس کی نیت فاسد ہے تو اس طالب حق واقعی کو تو جب کہین حق ملیگا بے انتہا مسرور ہوگا۔ اور جو کوئی اس کو موصل الی الحق ہوگا یعنی شیخ کامل فوراً اس کا اتباع کریگا کہ بس مجھے تو حاصل ہو گیا۔ اب خدا کے لیے تشریف لیچلکر مجھے راستہ پر لگا دیجیے اور بتا دیجیے کہ میرا مطلوب کہان ہے اور اس دوسرے شخص کو کچھ بھی خبر نہ ہوگی بلکہ اوس دوسرے کو دیکھکر یہ بھی کہیگا کہ بے شک حضرت بڑے مرتبے اور پایہ کے بزرگ ہین بس حضور ہی میری دستگیری فرماوین سے وغیرہ وغیرہ دیکھو اس پہلے نے جو شناخت کر لیا صرف اسی لیے کہ پہلے روز ازل مین وہ دیکھے ہوئے تھا کہ حق اس کو کہتے ہین۔ آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

اندرین الخ۔ یعنی اس مقابل کو اس شتر مین تو کوئی حق نہین ہے مگر اوسنے بھی ایک شتر گم کیا ہے۔

طمع الخ۔ یعنی ناقہ اغیر کی طمع اوسکی روپوش ہوگئی ہے۔ اور اوسکا جو گم ہو گیا ہے وہ اوسکو فراموش ہو گیا ہے۔

ہر کجا الخ۔ یعنی جہان کہین کہ وہ صادق دوڑ رہا ہے (تلاش مین) وہان یہ بھی دوڑ رہا ہے اور طمع کی وجہ سے اپنے ساتھی کا ہمدرد بنتا ہے۔ مطلب مولانا کا یہ ہے کہ فی الواقع تو اس سے بھی حق زائل ہو گیا ہے اور کھو گیا ہے مگر یہ اوس کو بھول گیا اور اس نے اپنی استعداد کو کمزور کر لیا۔ کہ اسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ میری بھی کوئی شے کھو گئی تھی بلکہ دوسرون کی شے تلاش کرنے مین لگ گیا۔ مگر بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ اس صادق کی صحبت کی برکت سے اوسکے اندر بھی خلوص آجاتا ہے اور صدق پیدا ہوجاتا ہے اور یہ بھی طالب حق ہوجاتا ہے۔ اور اسکی استعداد مین قوت ہوتی ہے اور یہ بھی تلاش مین لگ جاتا ہے اور اسکو بھی مطلوب ملجاتا ہے اسی کو آگے فرما رہے ہین کہ۔

کاذبے الخ۔ یعنی ایک کاذب جب ایک صادق کے ساتھ چلا تو وہ اوس کا کذب بھی ناگہان صدق ہو گیا۔

اندرآن الخ - یعنی اوس جنگل مین کہ وہ اونٹ دوڑ رہا تھا اس دوسرے نے بھی اپنا اونٹ وہین پا لیا ۔
چون الخ - یعنی جب اوس کو دیکھا تو اوس کو اپنی چیز یاد آئی اب وہ دوسرے کے اونٹ سے بے طمع ہوگیا ۔
آن الخ - یعنی وہ مقلد اب محقق ہوگیا جبکہ اوس نے اپنے اونٹ کو دیکھ لیا جو کہ وہان چر رہا تھا ۔
او طلبگار الخ - یعنی وہ شتر کا متلاشی اُس وقت ہوا ہے اور جب تک وسکو جنگل مین دیکھ نہ لیا تھا اوس کو تلاش بھی نہ کرتا تھا ۔ مطلب یہ کہ یہ طالب کاذب اوس صادق کے ساتھ تلاش مین تھا اور اوس کی دیکھا دیکھی کہہ رہا تھا کہ مین بھی طالب ہون مگر ابتک بالکل بیخبر تھا حتے کہ اوس صادق کی صحبت کی برکت سے یہ ہوا کہ اچانک اوس کی آنکھین کھل گئین ۔ اور اوسکو حق نظر آگیا اب تو اسکو وہ استعداد فطری یاد آئی اور اوسنے پہچان لیا کہ بیشک یہ وہی ہے جسکو کہ مین اتنے روز سے بھولا ہوا تھا ۔ اب یہ خود محقق ہوگیا اور تلاش حق شروع کردی تو اوس پہلے نے تو تلاش پہلے کیا تھا اور ملا بعد مین تھا اور اوسکو ملا پہلے ہی اور تلاش اوس نے بعد مین کیا ہے اس لیے کہ جب مل گیا طلب تو اوسی وقت ہوئی ہے پہلے سے طالب ہی کب تھا ۔
بعد ازان الخ - یعنی بعد اس کے تنہا چلنا شروع کیا اور اپنے ناقہ کی طرف آنکھ کھولدی مطلب یہ کہ جب اوس کو خود حق واضح ہوگیا تو پہلے تو صرف لوگون کی دیکھا دیکھی تلاش مین تھا اور اب خود اوس کی طرف چلا اور طلب حق مین منفرد ہوگیا ۔ اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ اول طلب دوسرون کی حرص سے ہوتی ہے اوسکے بعد خود طلب لگجاتی ہے تو ایک مرتبہ تو اسوقت تنہا روی ہوتی ہے ۔ یہان تو تنہا روی صرف ساتھیون اور دیگر طالبین سے ہوتی ہے اوسکے بعد جب یہ شخص خود محقق ہوجاتا ہے تو اب یہ شیخ سے بھی منفرد ہوجاتا ہے ۔ اور اپنی تحقیقات پر عامل ہوتا ہے ۔ ہان جو کچھ ہے وہ ہے طفیل شیخ ہی کا ۔ مگر یہ شخص اس حالت تحقیق مین شیخ سے منفرد ہوجاتا ہے جیسا کہ کئی مرتبہ پہلے بھی لکھا جاچکا ہے ۔ غرض کہ اسوقت تو یہ طالب کاذب دیگر طالبین سے ہوکر طلب مین محقق ہوگیا ہے ۔
گفت الخ - یعنی وہ صادق کہتا ہے کہ تم نے مجھے چھوڑ دیا ۔ حالانکہ اجتک تو میرا ساتھ دیا ہے ۔
گفت الخ - یعنی اس طالب جدید نے کہا کہ اب تک تو مین مسخرہ پن مین تھا اور طمع کی وجہ سے چاپلوسی مین تھا
این الخ - یعنی مین اب تیرا (اصلی) ہمدرد ساتھی ہوا ہون کہ اب طلب مین تجھ سے جدا ہوگیا ہون ۔ تو جسطرح کہ تو اسے طالب صادق بے کسی حرص اور تقلید کے تلاش کررہا تھا اسی طرح اب مین تلاش کررہا ہون ورنہ اول مین تیرا ساتھی ہی نہ تھا اس لئے کہ میری حالت اور تھی اور تمہاری حالت دوسری تھی ۔ اور کہتا ہے کہ ۔
از تو الخ - یعنی مین تجھ سے شتر کے اوصاف کو چرا رہا تھا ۔ اب مین نے خود اپنی ناقہ کو دیکھ لیا تو اب مین چشم پر ہوگیا مطلب یہ کہ پہلے سے تو تمہاری سنی سنائی اور دیکھا دیکھی طلب کرتا تھا مگر اب میری طلب صادق ہوگئی ہے ۔
تا نیابیدم الخ - یعنی جب تک کہ مین نے پانہ لیا تھا مین اوس کا طالب ہی نہ تھا اب تانبا مغلوب ہوگیا اور سونا اوسپر غالب ہوگیا ۔ مطلب یہ کہ اول تو کذب اور ریا غالب تھی اور صدق اور خلوص مغلوب تھا مگر بحمد اللہ اب حق غالب ہے اور کذب اور ریا مغلوب ہے ۔
سیئاتم الخ - یعنی میرے سیئات شکر ہے کہ طاعات بنگئین اور ہزل فانی ہوگیا ۔ جدّ ثابت ہوگئی شکر ہے مطلب یہ کہ پہلے تو چونکہ نیت خراب تھی یہ ساری طلب وغیرہ سیئات ہی تھی مگر خدا کا شکر ہے کہ اب موجب طاعت

ہو گئیں بلکہ وہ بھی طاعات ہی ہو گئیں اور پہلے تو صرف ایک مسخرہ پن ہی تھا مگر الحمد للہ وہ سب جد ہو گیا اور اس سے مقصود اور مطلوب حاصل ہو گیا فالحمد للہ۔

سیئاتم الخ۔ یعنی میری سیئات جب وسیلہ حق کا ہو گئیں تو اب سیئات پر کوئی اعتراض مت کرو۔

مر ترا الخ۔ یعنی تمہاری تو صدق نے تمکو طالب بنا دیا تھا اور میری کوشش اور طلب نے صدق پیدا کر دیا مطلب یہ کہ تم نے تو اول طلب کیا پھر اوس کو پا لیا اور مجھے اول ملگیا اوسکے بعد میرا اندر طلب اور خلوص پیدا ہوا ہے لہذا مین تمہارے اعتبار سے بالعکس ہون۔

صدق الخ۔ یعنی تیرا صدق تجھے طلب مین لایا اور میری طلب نے صدق کو پیدا کر دیا۔ اور وہ کہتا ہے کہ میری یہ حالت تھی کہ۔

تخم الخ۔ یعنی دولت کا بیج مین زمین مین بو رہا تھا اور اوس کو فضول اور بیکار سمجھ رہا تھا۔

آن الخ۔ یعنی وہ بیکار نہین تھا بلکہ ایک اچھی کمائی تھی۔ اور جو دانہ مین نے بویا تھا وہ ایک کے سو اُگے ہین۔ مطلب یہ کہ وہ طلب اگرچہ کاذب تھی مگر اخیر مین اوس کا انجام بہتر ہوا۔ اور مجھے حق تعالے نے بے انتہا ثواب عطا فرمایا اور اوس طلب ہی کی بدولت رہنمائی فرمائی۔ آگے اس حالت کی ایک مثال فرماتے ہین۔

دزد الخ۔ یعنی ایک چور ایک گھر مین چھپ کر گیا اور جب اندر آیا تو دیکھا کہ وہ خود اوسی کا گھر ہے۔ تو اسی طرح یہ طالب کاذب تقلید کی وجہ سے اوسکی پیروی اور طلب حق کی کر رہا تھا۔ مگر جب وہ اس میدان مین پہنچے جہان کہ اوس طالب صادق کا مطلوب تھا تو اب انکی آنکھین بھی کھل گئین اور انکو بھی اپنا مطلوب نظر آ گیا۔ اور معلوم ہوا کہ ابا اب تک تو دوسرون کی تقلید مین تھے مگر آج معلوم ہوا کہ خود اپنا مطلوب بھی یہین ہے آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

گرم باش الخ۔ یعنی اے سرد ذرا گرم رہ تا کہ گرمی پہونچے۔ اور درستی کے ساتھ موافقت کر تا کہ نرمی حاصل ہو۔ مطلب یہ کہ ریاضات و مجاہدات مین مشغول ہو کہ اس سے پھر رحمت حق نازل ہوگی۔ اوپر جو کہا تھا کہ ایک تو اپنے شتر کو فی الواقع تلاش کر رہا تھا۔ اور دوسرا اوس کی تقلید کر رہا تھا مگر جب اس کا شتر ملا تو اسکا بھی ملگیا۔ اور حق کو تشبیہ شتر سے دی تھی تو اس سے بظاہر یہ شبہ ہوتا تھا کہ جسطرح وہ شتر دو تھے ایک تو اوس صادق کو ملا اور دوسرا کاذب کو اسی طرح شاید حق بھی دو ہی ہون اور ہر شخص کے لیے حق جدا گانہ ہو۔ لہذا آگے اسکا جواب فرماتے ہین کہ۔

آن دو اشتر الخ۔ یعنی وہ دو اشتر نہین ہین وہ ایک ہی شتر ہے مگر الفاظ تنگ ہین اور معنی بہت بڑے ہین۔ مطلب یہ کہ اس سے کہین حق کو دو مت سمجھنا بلکہ بات یہ ہو کہ نوع مین تو ایک ہین صرف تشخصات باعتبار اختلاف طالب کے الگ الگ ہین اور یہ ظاہر ہے کہ اگرچہ حق ایک عرض ہے مگر قائم بہ کے اختلاف سے اوس مین بھی اختلاف ہو گا۔ آگے مولانا فرماتے ہین کہ کیا کرین اپنے نزدیک تو خوب واضح بیان کیا مگر نظم کا میدان تنگ ہی ہوتا ہے۔ ان الفاظ مین یہ علوم عالیہ اس طرح کہ کوئی شبہ خلاف ظاہر نہ رہے آ نہین سکتے۔ اور سچ یہ ہے کہ مولانا ہی کی کرامت اور قدرت علی الکلام ہے جو ان علوم کو اس میدان نظم مین لاتے ہین ورنہ دوسرے کو ہرگز اتنی

قدرت نہین جز اسم اللہ خیر التمیم۔
لفظ الخ۔ یعنی معانی کے لیے الفاظ ہمیشہ کم ہوتے ہین اسی لیے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قد کل اللسان یہ قول بعض عارفین سے تو منقول ہے مگر حدیث مین کہین نظر سے نہین گذرا شاید مولانا کو اسکی کوئی سند وغیرہ معلوم ہو خیر معنی اسکے صحیح ہین کہ حق تعالےٰ کی معرفت مین زبان گنگ ہے اس کے دو معنی ہوسکتے ہین ایک تو یہ کہ جب صاحب حال پر غلبہ حال کا ہوتا ہے تو اوسکی زبان بوجہ حیرت کے گنگ ہوجاتی ہے۔ اور وہ کچھ بیان نہین کرسکتا۔ اور دوسرے یہ کہ جب انسان محقق ہوجاتا ہے تو بوجہ عارف ہونیکے زبان بند ہوجاتی ہے اور کچھ منھ سے نکال ہی نہین سکتا۔ تو مولانا فرماتے ہین کہ دیکھو الفاظ مین معرفت حق جو کہ معانی ہین بیان نہین ہوسکتے آگے اسکی ایک اور مثال ہے کہ۔
نطق الخ۔ یعنی نطق اصطرلاب کی طرح ہے حساب مین تو وہ چرخ و آفتاب کی کیا قدر جانے۔ مطلب یہ کہ دیکھو اصطرلاب ایک وہ شئے ہے کہ جس سے مسافت آسمان و زمین وغیرہ کی معلوم ہوتی ہے۔ مگر کیا اصطرلاب آسمان اور دیگر علویات کو محیط ہوتا ہے۔ ہرگز نہین تو اسی طرح نطق بھی علوم و معارف کو محیط نہین ہوسکتا۔ آگے ترقی کرکے فرماتے ہین کہ۔
خاصہ الخ۔ یعنی خاصکر وہ آسمان جو اس آسمان سے اوس جانب مین ہے کہ یہ آفتاب اوس کے آفتاب کے سامنے ایک ذرہ ہے مطلب یہ کہ جب نطق و اصطرلاب اس آسمان ظاہری کے متعلق بھی کل امور کا احاطہ نہین کرسکتا تو بھلا عالم غیب کے حالات کا تو کیا احاطہ کریگا پس اسی سے بیان کافی نہوسکا۔ اگرچہ حتی الامکان بہت واضح طور پر بیان کیا گیا ہے آگے اوسی مسجد ضرار کے متعلق فرماتے ہین۔

شرح حبیبی

چون بدید آمد کہ آن مسجد نبود ۔۔۔ خانہ حیلت بُد و دام جہود
پس نبی فرمود کان را برکنید ۔۔۔ مطرحہ خاشاک و خاکستر کنید
صاحب مسجد چو مسجد قلب بود ۔۔۔ دانہا بر دام ریزی نیست جود
گوشت کاندر شست تو ماہی رباست ۔۔۔ آنچنان لقمہ نہ بخشش نے سخاست
مسجد اہل قبا کان بد جماد ۔۔۔ آنچہ کفو آن نہ بد راہش نداد
در جمادات اینچنین حیفے نرفت ۔۔۔ زد دران ناکفو میر را دو تفت
پس حقائق را کہ اصل اصلہاست ۔۔۔ دانکہ آنجا فرقہا و فصلہاست
نے حیاتش چون حیات او بود ۔۔۔ نے مماتش چون ممات او بود
گور او ہرگز چو گور او مدان ۔۔۔ خود چہ گویم حال فرق آنجہان
بر محک زن کار خود اے مرد کار ۔۔۔ تا نسازی مسجد اہل ضرار
بس بر آن مسجد کنان تسخر زدی ۔۔۔ چون نظر کردی تو خود زایشان بدی

جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ وہ مسجد حقیقۃً مسجد نہیں بلکہ مکر خانہ اور یہودیوں کا جال ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسکو منہدم کرا دیا جاوے اور کوڑا کرکٹ اس مقام پر ڈلا جاوے۔ جسطرح کہ وہ مسجد مسجد نہ تھی بلکہ اوس کا عکس تھی یونہی بانی مسجد بھی درحقیقت بانی مسجد نہ تھے۔ بلکہ برعکس اسکے ہادم مسجد تھے اسپر تم شبہ نکرنا کہ مسجد بنانا ہدم مسجد کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ دیکھو جال پر دانہ ڈالنا بظاہر سخاوت ہے مگر حقیقت میں طمع ہے یونہی گوشت شست میں مچھلی کے پھانسنے کے لیے لگایا جاتا ہے سو وہ بظاہر تو بخشش و سخاوت ہے مگر فی الحقیقت طمع ہے یونہی ان کے فعل کو سمجھ لو کہ بظاہر مسجد بنانا تھا لیکن چونکہ اس سے مسجد قبا کو ویران کرنا بلکہ اسلام ہی کو مٹانا تھا اس لیے وہ فعل ہدم مسجد تھا۔ دیکھو مسجد قبا باوجودیکہ جماد تھی مگر چونکہ مسجد ضرار اسکی کفو اور برابر کی نہ تھی اسلیئے اُسے اپنے سے لگا نہ کھانے دیا۔ اور اپنا مماثل نہ ہونے دیا۔ اور جمادات میں بھی یہ ظلم نہو سکا کہ ایک غیر کفو دوسرے کے برابر ہو جاوے بلکہ سراپا عدل حق سبحانہ یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا مسجد قبا نے اوسمیں نفت چھڑک کر آگ لگا دی۔ پس حقائق انسانیہ جو ان جمادات کی اصل کی اصل ہیں کیونکہ اونکی اصل افعال ہیں اور افعال کی اصل افراد انسانیہ۔ وہاں تو فرق مراتب اور بعد منازل ہونا ہی چاہیے۔ اسی لیے ایک کی حیات حقیقۃً دوسرے کی حیات کے مثل نہیں ہو سکتی۔ گو صورۃً مثل ہو اور اوسکی ممات حقیقۃً اسکی ممات کی مثل نہیں ہو سکتی اسکی گور اس کی قبر کی مانند نہیں ہو سکتی جب دنیاوی امور میں یہ فصل ہے تو آخرت کے فصل کا تو کیا ہی بیان کروں جبکہ حقائق۔ افعال اور آثار افعال میں باوجود تشابہ صوری کے معنوی فرق و فصل ہے تو تمہارا فرض ہے کہ اپنے کاموں کو کسوٹی پر کس لیا کرو تاکہ جو مسجد تم بناؤ وہ مسجد ضرار نہو کیونکہ بسا اوقات تمیز نہ کرنے سے تم غلطی میں مبتلا ہو جاتے ہو اور بانیان مسجد ضرار کا مضحکہ اڑاتے ہو مگر بعد غور کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ تم خود بھی انہی میں سے ہو۔ چنانچہ ہم ایک قصہ سُناتے ہیں جس سے تم کو اس کی تصدیق ہو گی۔

بیان اس کا کہ ہر نفس مین مسجدِ ضرار کا فتنہ ہے

شرح شبیری۔ چون پدید الخ یعنی جبکہ ظاہر ہو گیا کہ وہ مسجد نہ تھی بلکہ حیلہ بازی کا گھر اور دام کفر تھا۔
پس الخ یعنی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو اوکھاڑ ڈالو اور خاشاک و خاکستر کی کوڑی بنا دو
صاحب الخ یعنی مسجد کیطرح مسجد والے بھی کھوٹے تھے اور تم دانوں کو دام پر ڈالو تو یہ سخاوت تھوڑی ہے۔ مصرعہ ثانی مثال ہے کہ دیکھو اگر تم جال پر دانہ پھیلاؤ تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ بڑے سخی ہیں کہ جانوروں کو دانہ کھلاتے ہیں ہرگز نہیں تو اسی طرح اونھوں نے مسجد بنائی۔ مگر چونکہ اوسکے اندر مکر و حیلہ مضمر تھا اس لئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اونھوں نے مسجد بنائی تھی آگے اور مثال ہے کہ۔
گوشت الخ یعنی جو گوشت کہ تمہاری شست میں مچھلی کو اوچکنے والا ہے تو ایسا لقمہ نہ تو بخشش ہے اور نہ سخاوت ہے تو اسی طرح وہ مسجد کوئی عمل نیک نہ تھا۔
مسجد الخ یعنی مسجد اہل قبا کی جو کہ جمادات سے تھی تو چونکہ اوسکی کفو نہ تھی اوسکو اوسنے راہ ندی۔
درجمادات الخ یعنی جمادات میں جبکہ ایسا حسد چلا ہے اور اسی وجہ سے اوس ناکفو میں اوس نے نفت لگا دیا

نفت ایک روغن ہوتا ہے جسمین کہ آگ جلدی لگتی ہے مطلب یہ کہ دیکھو جمادات مین بھی یہ حسد پیدا ہوتا ہے کہ مسجد قبا جو کہ جمادات مین سے تھی جبکہ اوس کے مقابلہ کے لیے دوسری مسجد بنی اور وہ اسکے مقابلہ کی نہ تھی تو اوس نے اوس کو بھی جلنے نہ دیا۔

پس الخ۔ پس وہ حقائق جو کہ اصل الاصول ہین اور جنمین فرق اور فصل ہین۔

نے الخ۔ یعنی نہ تو اون کی حیات جسم کی طرح ہو اور نہ اونکی موت اوس کی موت کیطرح ہو۔

گور او الخ۔ یعنی اوس کی گور کو بھی اوس کی گور کی طرح مت جانو تو اوس جہان کے فرق کا حال تو کیا بیان کر دن۔

بر محک الخ یعنی اے مرد کار اپنے کام کو اول کسوٹی پر لگا لو تاکہ تم بھی کہین اہل ضرار کی سی مسجد نہ بناؤ۔ مطلب یہ ہے کہ جبکہ جمادات مین بھی رشک ہے کہ غیر جنس کو دیکھ نہین سکتے۔ اور اونمین آپسمین کسقدر عظیم الشان فرق ہوتا ہے تو جو کہ حقیقت مین الگ ہین اون مین تو زمین و آسمان کا فرق ہوگا اور جب دنیا مین اون مین اسقدر فرق ہے تو فرق آخرت کو تو کیا بیان کرین کہ وہ تو بیان سے خارج ہے۔ لہذا اب تم جو کام کرو اوس کو دیکھ بھال لیا کرو اور شیخ سے پوچھا کرو۔ تاکہ وہ تمکو بھلے برے مین فرق بتا دے ورنہ کہین تم بھی ظاہر مین تو نیک کام کرو اور وہ اصل مین برائی ہو جاوے۔

پس الخ۔ یعنی پھر اون بانیان مسجد پر تو تم تمسخر کرتے ہو اور جب نظر فکر سے دیکھا تو تم خود بھی اون مین سے تھے لہذا جو کام کرو نورانیت وغیرہ کو دیکھ لو کہین خراب تو نہین ہو ورنہ پھر خرابی واقع ہوگی۔ آگے ایک حکایت لاتے ہین کہ چار آدمی تھے اور ہر ایک دوسرے کے عیوب پر ہنس رہا تھا مگر خود اوسی مین مبتلا تھا فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

چار ہندو در یکے مسجد شدند ‌ ‌ بہر طاعت راکع و ساجد شدند
ہر یکے بر نیتے تکبیر کرد ‌ ‌ در نماز آمد بمسکینی و درد
موذن آمد زان یکے لفظے بجست ‌ ‌ کاے موذن بانگ کردی وقت ہست
گفت آن ہندوئے دیگر از نیاز ‌ ‌ ہے سخن گفتی و باطل شد نماز
آن سوم گفت آن دوم را اے عمو ‌ ‌ چہ زنی طعنہ بر و خود را بگو
آن چہارم گفت حمد اللہ کہ من ‌ ‌ در نیفتادم بچہ چون این سہ تن
پس نماز ہر چہاران شد تباہ ‌ ‌ عیب جویان بیشتر گم کردہ راہ
اے خنک جانے کہ عیب خویش دید ‌ ‌ ہر کہ عیبے گفت آن بر خود خرید
زانکہ نیمے او ز عیبستان بدست ‌ ‌ وان دگر نیمے ز غیبستان بدست
چونکہ بر سر مر ترا صد ریش ہست ‌ ‌ مرہمش بر خویش باید کار بست
عیب کردن ریش را داروے اوست ‌ ‌ چون شکستہ گشت جاے ارحمواست
گر ہمان عیبت نبود ایمن مباش ‌ ‌ بو کہ آن عیب از تو گردد نیز فاش

لاتخافوا از خدا نشنیدهٔ ملا — پس چہ خود را ایمن و خوش دیدهٔ
سالہا ابلیس نیکونام زیست — گشت رسوا بین کہ او را نام چیست
در جہان معروف بد علیائے او — گشت معروفے بعکس اے وائے او
تا نہٗ ایمن تو معروفے مجو — پاک شو از خوف پس از امن گو
تا نروید ریش تو اے خوش ذقن — بر دگر سادہ زنخ طعنہ مزن
این نگر کہ مبتلا شد جان او — در چہے افتاد تا شد پند تو
تو نیفتادی کہ باشی پند او — زہر او نوشید تو خور قند او

چار ہندوستانی ایک مسجد مین نماز پڑھنے کیلئے گئے۔ اور اطاعت حق سبحانہ کے لیے رکوع سجدے کرنے شروع کیے ہر ایک اپنی اپنی نماز پڑھ رہا تھا۔ اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز مین مصروف تھا۔ اتفاقاً موذن آ گیا اس وقت ایک کے منھ سے نکل گیا کہ ارے موذن وقت ہو گیا ہے۔ تو نے اذان کہی یا نہین۔ دوسرے نے کہا کہ ارے تو نماز مین بول پڑا۔ تیری نماز ٹوٹ گئی تیسرے نے دوسرے سے کہا کہ چچا آپ دوسرون کو کیا کہتے ہین خود آپ کی بھی نماز ٹوٹ گئی۔ اپنے کو تو کچھ کہئے چوتھے نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ مین ان تینون کی طرح کنوین مین نہین گرا لہذا چارون کی نمازین برباد ہو گئین بات یہ ہے کہ دوسرون کے عیب ڈھونڈھنے والا پہلے تباہ ہوتا ہے۔ بڑے مزہ مین ہے وہ شخص جو اپنا عیب دیکھے اور جو کوئی عیب ظاہر کرے اپنے اندر مان لے کیونکہ اوس کا عیب دار ہونا کچھ مستبعد نہین۔ اس لیے کہ وہ روح کے لحاظ سے عالم امر سے ہے اور جسم کے اعتبار سے عالم خلق سے پس نصف حصہ اس کا غیبستان سے ہے اور نصف عیبستان سے جبکہ آدمی خود عیب سے پاک نہو تو نہایت حماقت ہے کہ دوسرون کی عیب جوئی کرے۔ بلکہ جبکہ اوس کے سر مین خود سیکڑون زخم ہین تو اوس کو انکا علاج کرنا چاہئے نہ کہ دوسرون کی فکر مین پڑنا۔ اور اپنے زخم کو برا کہنا یہی اس کا مداوا ہے کیونکہ جب وہ انکسار اختیار کرے گا تو مستحق رحم ہوگا۔ اور اگر فرض کیا جاوے کہ تجھمین وہ عیب نہین تب بھی دوسرون کی عیب جوئی کی اجازت نہین ہو سکتی۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہی عیب تجھ سے بھی ظاہر ہو جاوے کیونکہ خدا نے کسیکو خوف سے مطمئن نہین کیا اور یہ نہین کہدیا کہ اب ہم سے ڈرنے کی حاجت نہین پھر کونسی وجہ ہے کہ آدمی مطمئن ہو جاوے۔ اور اسے یہ خیال نہو کہ مبادا مین بھی اس عیب مین مبتلا ہو جاؤن دیکھو ابلیس نے برسون نہایت نیکنامی کے ساتھ زندگی بسر کی لیکن آخر مین رسوا ہو گیا۔ اب دیکھو مخلوق اسے کیا کہتی ہے۔ عالم مین اسکا نام علو مرتبت مین مشہور تھا۔ اب وہ ذلت مین مشہور ہو گیا پس جب تک تمکو اطمینان نہ حاصل ہو جاوے جو اخیر دم تک حاصل نہین ہو سکتا اس وقت تک نیکنامی کے طالب نہو پہلے خوف سے پاک ہو لو جو مرنے سے پہلے نا ممکن ہے پھر اطمینان کی باتین کرو جبتک تمھاری ڈاڑھی نہ نکل آئے اسوقت تک تمکو ان لوگون پر ہنسنے کا حق حاصل نہین جن کے ڈاڑھی نہین نکلی کیا عجب ہے کہ تمھاری بھی نہ نکلے پس کسی عیب دار کو دیکھکر اوسکی تحقیر اور عیب جوئی نکرنی چاہئے بلکہ تم کو شکر کرنا چاہئے کہ دوسرے شخص کی جان بلا مین پھنسی اور وہ کوئین مین گرا اور تمھارے لیے ذریعہ عبرت ہو گیا۔ اور تم نگرے کہ اوس کے لئے ذریعہ عبرت ہوتے بلکہ زہر اسنے کھایا تم اس سے یہ نتیجہ حاصل کرو۔ اب ہم

تمھاری عبرت کے لیے ایک قصہ نقل کرتے ہین سُنو۔

اون چار ہندیون کی حکایت کہ آپس مین لڑ رہے تھے اور اپنے عیوب سے بے خبر تھے

شرح شبیری چار الخ۔ یعنے چار ہندوستانی ایک مسجد مین گئے اور اطاعت کے لیے نماز پڑھنے لگے۔
ہر یکے الخ۔ یعنی ہر ایک نے الگ نیت پر تکبیر کہی اور نماز مین سکینی اور درد کے ساتھ مشغول ہوئے
موذن الخ۔ یعنی موذن آگیا تو ان مین سے ایک نے ایک لفظ کہا کہ موذن اذان بھی دیدی وقت تو ہوگیا ہے۔
گفت الخ۔ یعنی تو دوسرے ہندی صاحب بولے ذرا عاجزی سے کہ ارے تو نے بات کرلی تیری نماز باطل ہوگئی۔
آن الخ۔ وہ تیسرے صاحب دوسرے سے بولے کہ چچا اوس کو کیا طعنہ مار رہے ہو اپنے کو تو کہو۔
آن الخ۔ یعنی وہ چوتھے صاحب بولے کہ الحمد للہ کہ مین ان تینون کی طرح کنوین مین نہین گرا مطلب یہ کہ الحمد للہ کہ مین نہ بولا۔ آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔
پس الخ یعنی پس نماز چارون کی تباہ ہوگئی اور عیب گو لوگون نے بہت راہ گم کی ہے۔ مطلب یہ کہ جو لوگ کہ اور ون کے عیوب تلاش کرتے ہین اور اپنے عیوب پر نظر نہین کرتے وہ اکثر گمراہ ہوتے ہین۔
اے خنک الخ۔ یعنی کیا ہی اچھا ہے وہ شخص جس نے اپنا عیب دیکھا اور جس نے کہ کوئی عیب بیان کیا اوسکو اپنے اوپر لیا اسکا حاصل یہ ہے کہ السعید من وعظ بغیرہ۔ آگے اسکی وجہ فرماتے ہین کہ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ۔
زانکہ الخ۔ یعنی اس لیے کہ اس شخص مین نصف تو عیبستان سے ہوتا ہے اور وہ دوسرا نصف اوس کا غیبستان سے ہوتا ہے مطلب یہ کہ چونکہ اس شخص مین دو درجے ہین ایک تو یہ کہ اس عالم دنیا مین رہتا ہے اور اس عالم سے تعلق ہے اور دوسرا تعلق عالم غیب سے ہے تو اس عالم کے تعلق کیوجہ سے تو اسمین عیوب موجود ہوئے اور اس عالم کے تعلق کیوجہ سے اپنے عیوب پر نظر ہوئی۔ آگے ایک مثال ہے کہ۔
چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تمھارے سر پر سیکڑون زخم ہین تو اسکا مرہم اپنے اوپر لگانا چاہئے اور دوسرے کے زخمون کی مرہم پٹی کی فکر کو چھوڑنا چاہئے۔ آگے بتاتے ہین کہ ان عیوب کا مرہم کیا ہے۔
عیب الخ۔ یعنی زخم کا عیب کرنا اوس کی دوا ہے اور جو شکستہ ہوگیا تو اب رحم کی جگہ ہے مطلب یہ کہ حاصل تو یہ ہے کہ جب زخم کو زخم سمجھے یہ اوس کی دوا ہے اور جب اقرار عیب کرلیا تو اب اسپر حق تعالےٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے آگے فرماتے ہین کہ
گر ہمان الخ۔ یعنی اگر وہ عیب تمھارے اندر نہو تو اس سے بیخوف مت ہو اسلیے کہ شاید وہی عیب تم سے ظاہر نہ ہوجاوے اس لیے کہ حدیث مین ہے من ضحک ضحک لہذا ہر وقت ڈرنا ضروری ہے۔
لاتخافوا الخ۔ یعنی حق تعالےٰ سے لاتخافوا تو نے نہین سن لیا ہے پھر کس لیے اپنے کو بیخوف اور خوش بنا رکھا ہو۔ آگے بیخوفی کی ایک نظیر فرماتے ہین۔
سالہا الخ یعنی سالہا سال تک ابلیس نیک نام رہا۔ مگر اب ایسا رسوا ہے کہ دیکھو اوسکا نام کیا ہے یعنی ابلیس سبحان

درجہان الخ۔ یعنی جہان مین اوس کی بلند مرتبگی مشہور تھی مگر افسوس کہ اب اسکے عکس مشہور ہو گیا۔
تا نہ رسا الخ یعنی جب تک کہ تم امن نہین ہو معرفی کو مت تلاش کرو اور اول خوف سے پاک ہو جاؤ پھر امن کی بات کرنا مطلب یہ کہ جب تک کہ حقیقتاً بیخوف نہ ہو جاؤ اس وقت تک عافیت کے طالب مت ہو اول خوف کی باتون سے پاک ہو جاؤ پھر بیخوف رہو۔
تا نہ سوید الخ یعنی اسے خوش ذقن جب تک کہ تمھاری ڈاڑھی نہ نکل آوے دوسرے سادہ رویون پر طعنہ مت کرو کہ آہا دیکھیے اب تک کے ڈاڑھی نہین ہے سالیے کہ ممکن ہے کہ تمھارے بھی نہ نکلے پھر کیا کرو گے۔
این الخ۔ یعنی اسکو دیکھو کہ اوسکی جان مبتلا ہو رہی ہو اور ایک کنوین مین گر پڑا ہے یہانتک کہ وہ تمھارے لیے نصیحت (اور عبرت) ہو گیا ہے۔
تو نیفتاد الخ۔ یعنی تو نہین گر پڑا ہے کہ اوسکے لیے تو عبرت ہوتا۔ اوس نے تو زہر پیا ہے تو اوس کی قندپی ہے مطلب یہ کہ خدا کا شکر کر حق تعالے نے دوسرون کو مبتلا مصائب کر دیا۔ کہ تو اوس سے نصیحت حاصل کرے اور اگر خدانخواستہ کہین ایسا ہوتا کہ تم مبتلا ہو جاتے۔ اور اُس کے لیے نصیحت ہوتی۔ تو کیسی بات ہوتی لہذا اونپر سنسو مت بلکہ اون سے عبرت حاصل کرو۔ آگے اسکے متعلق دو قصے بیان فرماتے ہین۔

شرح حبیبی

آن غزان ترک خونریز آمدند ... بهر یغما بر دہی ناگہ زدند

دو کس از اعیان آن دہ یافتند ... در ہلاک آن یکے بشتافتند

دست بستندش کہ قربانش کنند ... گفت اے شاہان و ارکان بلند

در چہ مرگم چرا می افگنید ... از چہ آخر تشنۂ خون منید

چیست حکمت چہ غرض در کشتنم ... چون چنین درویشم و عریان تنم

گفت تا ہیبت برین یارت زند ... تا بترسد او و زر پیدا کند

گفت آخر او ز من مسکین ترست ... گفت قاصد کردہ است او را زر است

گفت چون وہم ست ما ہر دو یکیم ... در مقام احتمال و در شکیم

خود ورا بکشید اول اے شہان ... تا بترسم من دہم زر را نشان

پس کرمہاے الٰہی بین کہ ما ... آمدیم آخر زمان در انتہا

آخرین قرنہا پیش از قرون ... در حدیث است آخرون السابقون

تا ہلاک قوم نوح و قوم ہود ... عارض رحمت بجان ما نمود

کشت ایشان را کہ تا ترسیم از و ... ور خود این بر عکس کردی واے تو

کچھ ترکون نے خونریزی اور لوٹ کے لیے اچانک ایک گاؤن پر حملہ کر دیا۔ اوس گاؤن کے چودہریون مین سے دو کو گرفتار کیا اور ایک کو مار ڈالنے کے لیے دوڑے۔ اور اسکو ذبح کرنے کے لیے اوس کے ہاتھ باندھ دیے

اوس نے کہا کہ اے پادشاہو اور عالی مرتبہ لوگو آخر تم مجھے موت کے کنوین مین کیون ڈھکیلتے ہو۔ اور کس وجہ سے میرے خون کے پیاسے ہو میرے مار ڈالنے مین کیا حکمت اور کیا غرض ہے مین تو فقیر اور ننگا آدمی ہون۔ اونھون نے کہا وجہ یہ ہے کہ تیرے مارنے سے تیرا ساتھی ڈر جائیگا اور مال بتا دیگا۔ اوس نے کہ وہ تو مجھ سے زیادہ محتاج ہے اونھون نے کہا کہ نہین بلکہ اس نے اپنی یہ حالت قصداً بنائی ہے۔ ورنہ اوس کے پاس روپیہ ہے۔ اوس نے کہا کہ یہ تو آپ لوگون کا محض خیال ہی خیال ہے اس مین ہم دونون برابر ہین دونون مین احتمال اور شبہ برابر ہے پس پہلے تم اوسے مار ڈالو تا کہ مین ڈر کر مال بتا دون مجھے کیون مارتے ہو۔ اس سے تم یہ نتیجہ نکالو کہ باوجودیکہ ہم سب برابر تھے اور ہم کو پہلے لوگون پر کوئی ترجیح نہ تھی مگر اوس نے محض اپنے فضل سے ہم کو آخر مین پیدا کیا اور رتبہ مین پہلون سے مقدم کیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین نحن الآخرون السابقون جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ قوم نوح و قوم ہود کی ہلاکت نے ہم کو رحمت حق سبحانہ کا چہرہ دکھلایا۔ یا یون کہو کہ ابر رحمت نے ہمکو ہلاکت قوم نوح و ہود کا مشاہدہ کرایا۔ وہذا ہو الاظہر۔ اور عارض رحمت کا لفظ اس عارض قہر کے لحاظ سے استعمال کیا گیا ہے جو قوم ہود کے قصہ مین قرآن کریم مین استعمال کیا گیا ہے۔ اور اونکو مارا کہ ہم ڈرین لیکن اگر اونکا معاملہ کرتا تو پھر ہمارا کہان ٹھکانا تھا۔

قوم غزان کا ایک شخص کو قتل کرنیکا قصد کرنا تا کہ دوسرا ڈرے

شرح شبیری۔ آن الخ۔ یعنی اہل غزان ترک نے جو کہ خونریز ہوتے ہین لوٹ کے واسطے ایک گانون پر حملہ کیا۔ غزان ترک مین سے ایک قوم کو کہتے ہین۔

دوکس الخ۔ یعنی اوس گانون کے چودھریون مین سے دو آدمیون کو اونھون نے پا لیا۔ تو اون مین سے ایک کے ہلاک کرنے مین جلدی کی۔

دست الخ۔ یعنی اون لوگون نے اوس کے ہاتھ باندھے تا کہ اوس کو ذبح کرین تو وہ بولا کہ اے پادشاہو اور اے ارکان بلند۔

درچہ الخ۔ یعنی تم مجھے موت کے کنوین مین کیون ڈالتے ہو اور آخر میرے خون کے تم کیون پیاسے ہو۔

چیست الخ۔ یعنی میرے مارنے مین کیا غرض ہے اور کیا حکمت ہے جبکہ مین ایک فقیر ننگا آدمی ہون مطلب یہ کہ اگر مین کچھ مالدار ہوتا تب بھی خیر یہ ہوتا کہ میرے مارنے سے تمھین مال ملتا۔ مگر اب کیا فائدہ ہے۔

گفت الخ۔ یعنی اوس قاتل نے کہا کہ تا کہ تیرے ساتھی پر ہیبت بیٹھ جاوے اور تا کہ وہ ڈر جاوے اور روپیہ ظاہر کردے

گفت الخ۔ یعنی اوس دست دبا بستہ نے کہا کہ وہ تو مجھ سے بھی زیادہ غریب ہے۔ تو وہ قاتل بولا کہ اوس نے یہ حالت قصداً بنا رکھی ہے اور اوس کے پاس روپیہ بہت ہے۔

گفت الخ۔ یعنی اوس نے کہا کہ جب وہم ہے تو پھر ہم دونون برابر ہین اور مقام احتمال اور شک مین ہین مطلب یہ کہ ہم دونون کے پاس شبہ ہے کہ شاید مین مالدار ہون اور شاید یہ ہو جب دونون برابر ہین تو مجھے مت مارو بلکہ

خود الخ۔ یعنی خود اسی کو مار ڈالو اے سرکار تا کہ مین ڈر کر روپیہ کا پتا بتا دون یعنی پھر مجھے مت مارو۔ بلکہ اوسکو مار ڈالو

تاکہ اوس کے قتل سے مجھے عبرت ہو اور اسکی کیا ضرورت ہو کہ میرے قتل سے اوسکو عبرت ہو اس لیئے کہ حالت تو ہماری دونون ہی کی مشکوک ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

پس الخ۔ یعنی پس حق تعالےٰ کے الطاف دیکھو کہ ہم سب کے بعد آخر زمانہ مین تو آئے ہین۔ اور حالت یہ ہے کہ۔
آخرینہا الخ۔ یعنی سارے اقران کے آخر مین ہین اور سب سے بڑھے ہوئے ہین حدیث مین ہے نحن آخرون السابقون مطلب یہ کہ دیکھو یہ امت ہے تو سب کے بعد مگر درجہ مین سب سے افضل ہے فالحمد للہ علی ذٰلک اور دلیل اسکی یہ ہے کہ حدیث مین ہے نحن آخرون السابقون۔ اور اس اخیر زمانہ مین پیدا کرنے مین یہ لطف اور نعمت ہی کہ پہلے لوگون کو ہمارے لیے عبرت بنایا اور اونکے قصے ہمکو سنائے۔ تاکہ عبرت حاصل ہو مگر ہمین اون کے لیے عبرت نہین بنایا تو دیکھو کس قدر بڑی رحمت اور فضل ہے اسی کو فرماتے ہین کہ
تا ہلاک الخ۔ یعنی تاکہ قوم نوح اور قوم ہود کی ہلاکت کو عارض رحمت نے ہمین دکھلایا۔ عارض کہتے ہین اوسکو جو لشکر کو ملاحظہ کے لیے پیش کرے۔ مطلب یہ کہ رحمت حق نے اون کے حالات اور اونکی ہلاکت کے اسباب کو ہمارے سامنے پیش کیا جس سے کہ ہمین عبرت ہوئی۔
کشت الخ۔ یعنی حق تعالےٰ نے انکو ہلاک کیا تاکہ اوس سے ہم ڈرین اور اگر ہمین اسکا عکس ہوتا تو بڑی خرابی ہوتی۔ آگے پہلے لوگون کی ناشکری وکفر وغیرہ کے حالات کا بیان ہے جو اس امت کو عبرت کے لئے سنائے گئے ہین۔

شرح حبیبی

ہرچہ زا ایشان گفت از عیب و گناہ	وز دل چون سنگ وز جان سیاہ
وز سبکساری فرمانہائے او	وز فراغت از غم فردائے او
وز ہوس وز عشق این دنیائے دون	چون زنان مر نفس را بودن زبون
وان فرار از نکتہائے ناصحان	وان رمیدن از لقائے صالحان
با دل و با اہل دل بیگانگی	باشہان تزویر و روبہ شانگی
سیر چشمان را گدا پنداشتن	وز حسدشان خفیہ دشمن داشتن
گر پذیرد چیز تو گوئی گدا ست	ور نہ گوئی مکر و تزویر و دغا ست
گر در آمیزد تو گوئی طامع است	ور نہ گوئی در تکبر مولع است
گر تحمل کرد گوئی عاجز ست	ور غیور آمد تو گوئی گربز ست
یا منافق وار عذر آری کہ من	ماندہ ام در نفقۂ فرزند و زن
نے مرا پروائے سر خاریدن است	نے مرا پروائے دین ورزیدن است
اے فلان ما را بہمت یاد دار	تا شویم از اولیا پایان کار
این سخن ہم نے زسوز و درد گفت	خوابناکے ہرزہ گفت و باز خفت

ہیچ چارہ نیست از قوت عیال ۔ از بن دندان کنم کسب حلال
چہ حلال اے گشتہ از اہل ضلال ۔ غیر خون تو نمی بینم حلال
از خدا چارہ استش و از قوت نے ۔ چارہ است از دین و از طاغوت نے
ایکہ صبرت نیست از دنیاے دون ۔ صبر چون داری زنعم الماہدون
ایکہ صبرت نیست از ناز و نعیم ۔ صبر چون داری ز اللہ کریم
ایکہ صبرت نیست از پاک و پلید ۔ صبر چون داری ازان کت آفرید
ایکہ صبرت نیست از آب سیاہ ۔ صبر چون داری تو از چشمہ الٰہ
ایکہ صبرت نیست از فرزند و زن ۔ صبر چون داری زحیے ذو المنن
ایکہ می گوئی خدا بخشد ترا ۔ آن فریب غول میدان برترا
کو خلیلے کو برون آمد ز غار ۔ گفت ہذا رب ہان کو کردگار
من نخواہم در دو عالم بنگریست ۔ تا ندانم کاین دو مجلس آن کیست
بے تماشائے صفتہائے خدا ۔ گر خورم نان در گلو گیرد مرا
چون گوارد لقمہ بے دیدار او ۔ بے تماشائے گل و گلزار او
جز بامید خدا زین آب خور ۔ کہ خورد یک لقمہ الا گاؤ و خر
آنکہ کالانعام بد بل ہم اضل ۔ گرچہ پر مکر ست آن گندہ بغل
مکر او سر زیر او سر زیر شد ۔ روزگاری برد و روزش دیر شد
فکر گاہش کند شد عقلش خرف ۔ عمر شد چیزے ندارد چون الف
انچہ مے گوید درین اندیشہ ام ۔ این ہم از دستان این نفس ست ہم
انچہ مے گوید غفورست و رحیم ۔ نیست آن جز حیلہ نفس لئیم
اے زغم مردہ کہ دست از نان تہی ست ۔ چون غفورست و رحیم این ترس چیست

حق تعالےٰ نے پہلی امتون کے جو کچھ عیوب ۔ معاصی ۔ سنگدلی ۔ سیاہ جانی احکام کا استخفاف ۔ آخرت سے بےفکری ہوا و ہوس ۔ عشق دنیائے دنی ۔ عورتون کی طرح مغلوب نفس ہونا ناصحون کے نصیحتون سے گریز ۔ نیکون کی صحبت سے بھاگنا ۔ قلب روشن اور اہل دل سے لگاؤ نہ ہونا ۔ اہل اللہ کے ساتھ حیلہ بازی اور مکاری ۔ سیر چشمون کو حریص سمجھنا حسد سے انکا چھپا دشمن ہونا وغیرہ وغیرہ یہ سب باتین تمھاری عبرت کے لیے ہین مگر افسوس تم کو متنبہ نہین ہوتا اور اہل اللہ کے ساتھ تمھارا وہی برتاؤ ہے جو انکا تھا ۔ چنانچہ اگر اہل اللہ کوئی تمھارا ہدیہ قبول کر لیتے ہین تو ان پر گداگری کا الزام لگایا جاتا ہے اور اگر قبول نہین کرتے تو انکو مکار فریبی دغاباز کہا جاتا ہے اگر وہ ملتے ہین تو ان کو حریص کہا جاتا ہے اور جو عزلت اختیار کرتے ہین تو ان پر غایت تکبر کا الزام لگایا جاتا ہے اگر وہ تحمل کرتے ہین تو وہ مجبور سمجھے جاتے ہین اور اگر غیرت کو کام مین لاتے ہین تو تند خو بد مزاج کہلاتے ہین کبھی انکے ساتھ منافقانہ عذر کیا جاتا ہے کہ کیا کہون بیوی بچون کے خرچ سے پریشان ہون مجھے تو سر کھجانے کی

بھی فرصت نہین اور دین کے کامون مین مصروفی کی ذرا بھی مہلت نہین حضور ہمکو دعا مین یا درکھین کہ حق سبحانہ ہمکو بھی دولت باطنی عطا فرمادین۔ لیکن یہ بات بھی کچھ سوز و گداز سے نہین ہوتی۔ بلکہ نیند اور غفلت مین ایکبات زبان سے نکل جاتی ہے اور پھر وہی غفلت طاری ہوجاتی ہے۔ تم یہ بھی کہتے ہو کہ مجھے بال بچون کے کھانے پینے کی فکر ہے اور مین نہایت جان کاہی کے ساتھ کسب حلال مین مصروف ہون۔ ارے گمراہ کیسا حلال میرے نزدیک تو تیرا خون حلال ہے اور تو واجب القتل ہے غضب کی بات ہے کہ خدا کے بغیر تو تو رہ سکتا ہے اور کھانے پینے کے بغیر نہین۔ دین کے بغیر تو تو رہ سکتا ہے۔ شیطان کے بغیر نہین۔ ارے تجھکو دنیائے دنی کے بغیر صبر نہین خالق دنیا کے بغیر تجھے کیونکر صبر ہوتا ہے۔ ارے تو ناز و نعم کے بغیر صبر نہین کر سکتا۔ حق سبحانہ کے بغیر تجھے کیونکر صبر ہوتا ہے۔ ارے تجھکو پاک و ناپاک حلال و حرام انعمہ دنیویہ کے بغیر صبر نہین تجھے اپنے پیدا کرنے والے کے بغیر کیونکر صبر آتا ہے۔ ارے تجھکو جوڑے اور کپڑے کے بغیر صبر نہین تو حق سبحانہ کے صاف شفاف چشمۂ فیض کے بغیر کیونکر صبر کرتا ہے ارے تجھکو بیوی بچون کے بغیر صبر نہین حی ذوالمنن کے بغیر تجھے کیونکر صبر ہوتا ہے ارے تو کہتا ہے کہ خدا مجھے یون ہی بخشدے گا اوسکو فریب شیطان سمجھ۔ کاش کوئی خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح ہو جنھون نے غار سے نکلتے ہی طلب حق شروع کردی تھی اور خدا کو ڈھونڈھنا شروع کردیا تھا اور کہدیا تھا کہ مین عالم علوی و عالم سفلی کیطرف اسوقت تک التفات نکرونگا جب تک یہ نہ معلوم کرلون کہ دونون مجلسین کسکی ملک ہین۔ جب تک حق سبحانہ کی صفات کا مشاہدہ نکرونگا روٹی بھی کھاؤنگا تو میرے گلے مین اٹکے گی سمجھ مین نہین آتا کہ بدون اوس کے دیدار کے اور بدون اوس کے گل و گلزار صفات و افعال کے نظارہ کے کیونکر روٹی ہضم ہوتی ہے۔ ہم تو کہتے ہین کہ بغیر وصل حق سبحانہ کی امید کے بجز گاؤ و خر کے یعنی اون لوگون کے جو چوپایون کے مثل ہون۔ بلکہ ان سے بھی گمراہ ہون اگرچہ چالاک ہون کوئی بھی لقمہ نہین کھا سکتا۔ ایسے لوگون کا مکر بھی نکما ہے اور وہ خود بھی سرنگون ہین اون کا زمانہ کار ختم ہوچکا ہے اور دن ناوقت ہوگیا ہے۔ اون کا دماغ کھٹ گیا ہے عقل بھاگ گئی ہے اون کی عمر برباد ہوچکی ہے اور وہ الف خالی ہین اور توشۂ آخرت کچھ بھی اون کے ہمراہ نہین اور وہ جو کہتا ہو کہ مین زاد آخرت کی فکر مین ہون یہ بھی اوس کے نفس کا مکر ہی اور یہ جو کہتا ہو کہ خدا غفور الرحیم ہو یہ بھی اسکی نفس کی چال ہی۔ اوس سے کوئی پوچھے تو کہ تو جو اس غم سے جان گھلائے دیتا ہو کہ مین خالی ہاتھ ہون میرے پاس کھانے کو نہین یہ کیون جب خدا کو غفور رحیم سمجھتا ہے تو یہ ڈر کیسا۔ پس سمجھ لے کہ یہ سب حیل نفسانیہ ہین اور بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک طبیب کا ایک بڈھے کی شکایت کو ناشی از ضعف بتانا۔ تفصیل اوسکی یہ ہے کہ۔

خود پرستون اور ناشکرون کی حالت کا بیان کہ جنھون نے انبیا علیہم السلام اور اولیاء کرام رض کے وجود پر شکر نہ کیا۔ اور ان کے حقوق ادا نہ کئے

شرح شبیری۔ ہر چہ الخ۔ یعنی حق تعالے نے جو اون کی حالت بیان کی عیب اور گناہ اور اون کی سنگدلی سے اور جان سیاہ سے۔

وز الخ - یعنی حق تعالیٰ کے احکام کو ہلکا سمجھنا اور غم فردا سے فراغت ہونا۔
وز الخ - یعنی اور ہوس سے دنیائے کمینی کے عشق سے اور عورتون کی طرح اس نفس کے تابع ہونے سے۔
وان الخ - یعنی اور وہ نفرت ناصحون کی باتون سے اور وہ بھاگنا نیکون کی صحبت سے۔
با دل الخ - یعنی دل اور اہل دل کے ساتھ بیگانگی اور (حقیقی) بادشاہون کے ساتھ مکر اور فریب۔
سیر چشمانرا الخ - یعنی سیر چشم حضرات کو فقیر سمجھنا درحسد کیوجہ سے اسکو خفیہ دشمن سمجھنا۔ یہ سب قصے جو سنائے گئے ہین یہ اسلئے ہین کہ ہم عبرت حاصل کرین۔
گر پذیرد الخ - یعنی اگر یہ حضرات کوئی شے قبول کرلیں تو کہتے ہین کہ فقیر ہے اور اگر نہ قبول فرماوین تو کہو کہ مکر ہے اور دھوکا ہے اور دغا ہے۔
گر در آمیزد الخ - یعنی اگر اختلاط کرین تب تو کہو کہ لالچی ہے اور اگر اختلاط نکرین تو کہتے ہین کہ تکبر مین حریص ہین۔
گر تحمل الخ - یعنی اگر تمھاری ایذا دہی پر تحمل کرین تو کہتے ہو کہ عاجز ہین اور اگر غیرت مند ہون اور غصے سے بدلا لین تو کہتے ہین کہ مکار ہے - غرض کہ کسیطرح اون کو چین نہین لینے دیتے اور ہرحال مین اون کے مخالف اور دشمن ہین یہ تو اون کی حالت ہے جو مخالف ہین آگے موافقین کی حالت کا بیان ہے کہ۔
یا منافق الخ - یعنی یا منافقون کی طرح عذر کرتے ہو کہ حضرت یہ خادم فرزند و زن کے نفقہ مین لگا رہتا ہے۔
نے مرا الخ - یعنی مجھے سر کھجلانے تک کی فرصت نہین ہے اور نہ دین سیکھنے کی فرصت ہے۔
اے فلان الخ - یعنی اجی حضرت مجھے دعا مین یاد فرمایا کیجئے تا کہ مین بھی اولیاء کاملین مین سے ہو جاؤن مولانا فرماتے ہین کہ۔
این الخ - یعنی یہ بات بھی درد دل سے نہین کہی بلکہ ایک سوتے ہوئے کی طرح بڑبڑایا اور پھر سوگیا - یعنی خواب غفلت سے ذرا بیدار ہوا ہی تھا کہ پھر سوگیا - اور غافل ہوگیا کاش اگر دعا کی فرمائش ہی دل سے کرتا - تب بھی شاید کام چل جاتا اب نہ تو خود کچھ کرے اور دوسرون سے کہے تو وہ صرف نام کرنے کو وہ بھی دل سے نہین تو بتاؤ کام چلے تو کس طرح چلے - اور عرض کرتے ہو کہ۔
ہیچ الخ - یعنی بال بچون کے نفقہ سے مجبور ہون - اور تہ دل سے کسب حلال کرتا ہون - چونکہ حلال روزی تو دنیا مین کم ہے اس لئے تمام وقت اسی عقدہ مین کٹ جاتا ہے اب مولانا کو غصہ آگیا کہ نالائق مکر و فریب کی باتون سے باز نہین آتا - اس لیے فرماتے ہین کہ
چہ حلال الخ - یعنی حلال کیا ہے ارے تو اہل ضلال مین سے ہوگیا ہے - اور مین تو سوائے تیرے خون کے اور کچھ حلال سمجھتا نہین ہون۔
از خدا ایست الخ - یعنی تجھے خدا سے تو چارہ ہے اور روزی سے نہین اور دین سے تو چارہ ہے اور طاغوت سے نہین ہے مطلب یہ کہ خدا کو تو چھوڑ سکتا ہے مگر کسب کو نہین چھوڑ سکتا - شرم کر شرم۔
ایکہ صبرت الخ - یعنی ارے تجھے اس دنیائے کمینی سے تو صبر آتا نہین پھر حق تعالےٰ سے کس طرح صبر آتا ہے۔
ایکہ صبرت الخ - یعنی ارے تجھے اس ناز و نعم دنیادی سے تو صبر آتا ہی نہین پھر اللہ کریم سے کس طرح صبر آگیا۔

آیکہ صبرت الخ۔ یعنی ارے تجھے اس مجموعہ پاک و پلید سے تو صبر ہوتا ہی نہیں پھر اوس سے کسطرح صبر کر لیتا ہے کہ جس نے تجھے پیدا کیا۔

ایکہ صبرت الخ۔ یعنی ارے تجھے آب سیاہ (ذلیل شے) سے تو صبر ہو ہی نہیں سکتا پھر حق تعالیٰ کی چشم رحمت سے کس طرح صبر کرتا ہے۔

ایکہ صبرت الخ۔ یعنی ارے تجھے فرزند و زن بغیر تو صبر ہوتا ہی نہین تو پھر ذو المنن سے کس طرح صبر کرتا ہے۔

ایکہ میگوئی الخ۔ یعنی اے تو جو کہہ رہا ہے کہ خدا تجھے بخشدے گا تو اس کو شیطان کا دھوکہ سمجھ اور اس سے آگے بڑھ یعنی تو جو معاصی مین مبتلا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ الغفور الرحیم ہے وہ بخشدے گا۔ تو اس کو وسوسہ شیطان سمجھو اور اس سے درگذر کر آگے ترقی کرو۔

کو خلیلے الخ۔ یعنی کہان ہین خلیل جو کہ غار سے باہر آئے اور کہا کہ ہذا ربی (پھر کہا کہ) ہان کردگار کہان ہے۔ یہ قصہ مشہور ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام بچپن سے ایک تہ خانہ مین پلے تھے اور جب نکلے تو ستارون اور آفتاب وغیرہ کو دیکھکر کہنے لگے کہ ہذا ربی مگر چونکہ فطرت اور استعداد سلیم تھی اس لیئے فوراً اس کے افول کے بعد طلب حق مین لگ گئے تو اس مشہور کی بناپر مولانا فرماتے ہین کہ بھلا حضرت خلیل اللہ کی طرح اب کون سلیم الطبع اور سلیم الفطرت ہو کہ جو خود ہی قدرت حق کی شناخت کرے بلکہ تو یہی ہو کہ جسکو حق تعالیٰ ہدایت دین اور خود طلب کرے اوسی کو میسر ہو سکتی ہے آگے بھی اون ہی کے اقوال کی روایت بالمعنی فرماتے ہین۔

من نخواہم الخ۔ یعنی مین دونون عالم مین سے کسی کا طالب نہین ہون (اس لیئے کہ بے تحقیق طالب ہونا) بتگری ہے جبتک کہ یہ نہ جان لون کہ یہ دو عالم کس کی ملک ہے۔ مطلب یہ کہ اونھون نے ارشاد فرمایا کہ جب تک کہ یہ تحقیق نہو جاوے کہ یہ دو عالم کس کی ملک ہے اسوقت تک مین کسیکا بھی طالب نہین ہوتا اور یہ فرمایا کہ۔

بے تماشائے الخ۔ یعنی صفات حق کو دیکھے بغیر اگر مین روٹی کھاؤن تو میرے گلے ہی مین اٹک جاوے آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

چون الخ۔ یعنی اوس کے دیدار بغیر اور اوسکے گل و گلزار کے تماشا بغیر کس طرح لقمہ پچتا ہے۔

جز الخ۔ یعنی خدا کی امید بغیر اس دنیا سے سوائے گاؤ خر کے اور کون لقمہ کھا سکتا ہے۔

آنکہ الخ۔ یعنی جو کہ حیوانات کیطرح تھا بلکہ اون سے بھی زیادہ گمراہ تو وہ گندہ فعل اگرچہ پر مکر ہے۔ مگر۔

مکر او الخ۔ یعنی اوسکا مکر بھی ذلیل ہوا اور وہ بھی ذلیل ہوا اور زمانہ اوسکو لے گیا۔ اور اوسکا دن دیر ہو گیا یعنی حق تعالیٰ سے الگ ہو کر اور اوس کو خفا کر کے بھلا کون ہے جو پھر چین سے رہ سکے ہان جو کہ حیوانات کی طرح ہو بلکہ اون سے بھی گیا گذرا ہوا وہ ایسا کرتا ہے اور اگرچہ یہ کتنا ہی مکار ہو اور چلتا ہوا ہو مگر حق تعالیٰ کے سامنے کچھ نہین چل سکتا آخر تباہ و برباد ہوگا۔ اور اوس کی یہ حالت ہوگی۔

فکر الخ۔ یعنی اوسکی فکر کاہ گندہ ہو گئی اور اوسکی عقل خراب ہو گئی اور اوسکی عمر برباد ہو گئی اور الف کیطرح کچھ بھی نہین رکھتا۔

آنچہ الخ۔ یعنی یہ جو کہہ رہا ہے کہ مین اس فکر مین ہون یہ بھی اس نفس کا مکر ہے یعنی جو کہتا ہے کہ مثلاً بیٹے کا نکاح

کرون تب اللہ اللہ کردن یہ اس نفس کا مکر ہے اور اس طرح حق تعالےٰ کی طرف مشغولی سے باز رکھتا ہے۔
وانچہ الخ ۔ یعنی یہ جو کہہ رہا ہے کہ حقتعالےٰ غفور رحیم ہے تو یہ بجز اوس نفس لئیم کے حیلہ کے اور کچھ نہین ہے ۔ یعنی تو جو معاصی مین مبتلا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ غفور الرحیم ہے بخش دینگے یہ ساری مکاری اس نفس کی مکاری ہے کہ اسطرح معاصی مین مبتلا رکھتا ہے آگے اس غفور الرحیم سمجھنے کا ایک الزامی جواب دیتے ہین کہ
اے الخ ۔ یعنی ارے تو جو غم سے مردہ ہو رہا ہے کہ روٹی سے ہاتھ خالی ہے تو جب غفور الرحیم ہے تو یہ خوف کیسا ہے یعنی تو جو مرا جا رہا ہے کہ کھانے کو نہین ملتا تو کمبخت جب تو حق تعالےٰ کو غفور الرحیم سمجھتا ہے تو پھر یہ خوف کس بات کا ہے سمجھ لے کہ غفور الرحیم ہے وہ بھوکا تھوڑا ہی رکھے گا دے ہی گا ۔ لہذا یہ جسقدر ذکر اللہ مین دیر ہو رہی ہے یہ ساری اس نفس سرکش کی شرارت ہے لہذا اس کا علاج کر ۔ آگے ایک حکیم اور بڈھے کی حکایت لاتے ہین کہ اوس بڈھے نے حکیم سے جو شکایت کی حکیم نے سبکو بڑھاپے کی وجہ سے کہدیا تو وہ بڈھا خفا ہو گیا ۔ اسی طرح یہ ساری خرابیان ہمارے نفس کی بدولت واقع ہو رہی ہین اور اگر کوئی ہم سے کہتا ہے تو ہمین غصہ آتا ہے تو جسطرح اوس بڈھے کا غصہ بے محل تھا اسی طرح ہمارا غصہ بھی ظاہر ہے کہ بے محل ہے اور اسکا علاج ضروری ہے ورنہ اگر کہین اس کی سرکشی بڑھ گئی تو پھر لا علاج ہو جاویگا ۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

گفت پیرے مر طبیبے را کہ من ۔۔۔ در زحیرم از دماغ خویشتن
گفت از پیریست آن ضعف دماغ ۔۔۔ گفت بر چشمم ز ظلمت ہست داغ
گفت از پیریست اے شیخ قدیم ۔۔۔ گفت پشتم درد مے آرد عظیم
گفت از پیریست اے شیخ نزار ۔۔۔ گفت ہر چہ میخورم نبود گوار
گفت ضعف معدہ ہم از پیریست ۔۔۔ گفت وقت دم مرا دم گیریست
گفت آرے انقطاع دم بود ۔۔۔ چون رسد پیری دو صد علت شود
گفت گم شد شہوتم یکبارگی ۔۔۔ گفت از پیریست این بیچارگی
گفت پایم سست شد از رہ بماند ۔۔۔ گفت کز پیریست در کنجت نشاند
گفت پشتم چون کمانے شد دوتا ۔۔۔ گفت کز پیریست این رنج و عنا
گفت تاریک ست چشمم اے حکیم ۔۔۔ گفت کز پیریست اے پیر حلیم
گفت اے احمق برین بر دوختی ۔۔۔ از طبیبے تو ہمین آموختی
اے مدمغ عقلت این دانش نداد ۔۔۔ کہ خدا ہر درد را درمان نہاد
تو خر احمق ز اندک مایگی ۔۔۔ بر زمین ماندی ز کوتہ پایگی
پس طبیبش گفت اے عمر تو شصت ۔۔۔ این غضب وین خشم ہم از پیریست
چون ہمہ اجزا و اعضا شد نحیف ۔۔۔ خویشتن داری و صبرت شد ضعیف
بر نتابد دو سخن زو ہے کنند ۔۔۔ تاب یک جرعہ ندارد سنے کنند

ایک بڑے میاں نے کسی طبیب سے کہا کہ مین دماغ سے بہت رنج ہو گیا اوس نے کہا بڑے میان یہ ضعف دماغ بڑھاپے کے سبب سے ہے اوس نے کہا کہ میری آنکھ مین کچھ دھندلا پن ہے اوس نے کہا بڑے میان یہ بھی بڑھاپے سے ہے اوس نے کہا میری کمر مین بھی بہت درد رہتا ہے اوس نے کہا یہ بھی بڑھاپے سے ہے۔ اوس نے کہا کہ کھانا بھی ہضم نہین ہوتا اوس نے کہا ضعف معدہ کا سبب بھی بڑھاپا ہے۔ اوس نے کہا سانس لیتے وقت کبھی کبھی مجھے سانس بھی نہین آتا۔ اوس نے کہا کہ جب بڑھاپے مین انقطاع دم بھی عارض ہوجاتا ہے بیری وصد عیب تو معلوم ہی ہے۔ اوس نے کہا شہوت بھی نہین ہوتی کہا یہ مجبوری بھی بڑھاپے سے ہے۔ اوس نے کہا مجھسے چلا بھی نہین جاتا۔ اوس نے کہا بڑھاپے ہی نے آپکو گوشہ نشین بھی کیا ہے۔ اوس نے کہا کہ میری کمر بھی جھک گئی ہے۔ کہا یہ بھی بڑھاپے سے ہے اوس نے کہا مجھے دکھلائی بھی کم دیتا ہے۔ اوس نے کہا یہ بھی بڑھاپے کے سبب ہے اوس نے کہا کمبخت تو تو ایک ہی بات پر جم گیا۔ کیا طب مین تو نے ایک ہی بات سیکھی ہے۔ ارے بدماغ تجھے عقل سے اتنا نہین معلوم کہ خدا نے ہر بیماری کی دوا پیدا کی ہے۔ تو احمق گدھا اپنی بے بضاعتی سے اسی پستی مین رہ گیا اور ایک بات کے سوا کچھ سیکھا ہی نہین۔ اوس نے کہا کہ آپ پچپن سال سے گذر کر ساٹھ سال ہو گئے ہین یہ قہر وغضب بھی آپکا بڑھاپے کے سبب ہے۔ چونکہ تمام اعضا مین ضعف آگیا اسلیے خودداری اور تحمل کمزور ہو گیا ایسا شخص دو بات نہین برداشت کر سکتا۔ اور چلا اٹھتا ہے اور ایک جرعہ بھی نہین پی سکتا۔ فوراً قے کر دیتا ہے۔ پس جس طرح پیری وصد عیب معلوم ہے یون ہی نفس وصد حیلہ بھی سمجھنا چاہئے اور ہمارے اس کہنے پر کہ یہ بھی حیلہ نفس ہے یہ بھی حیلہ نفس ہے کچھ استبعاد نہ ہونا چاہئے۔

ایک بڈھے کا ایک حکیم کے سامنے اپنے امراض کو بیان کرنا اور اس حکیم کا جواب

شرح شبیری۔ گفت الخ۔ یعنے ایک بڈھے نے ایک طبیب سے کہا کہ مین اپنے دماغ کی وجہ سے بڑی مشکل مین ہون

گفت الخ۔ یعنے اوس طبیب نے کہا کہ یہ ضعف دماغ بڑھاپے کی وجہ سے ہے تو اوس بڈھے نے کہا کہ میری آنکھ مین ظلمت کا داغ ہے۔

گفت الخ۔ یعنی طبیب نے کہا کہ اے پرانے بڈھے یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے تو بولا کہ میری کمر مین بھی بہت درد رہتا ہے

گفت الخ۔ یعنی طبیب نے کہا کہ اے ضعیف بڈھے یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے تو بولا کہ مین جو کھاتا ہون وہ ہضم بھی نہین ہوتا۔

گفت الخ۔ یعنی طبیب نے کہا کہ ضعف معدہ بھی بڑھاپے ہی کی وجہ سے ہے تو وہ بولا کہ سانس لینے مین میرا سانس گھٹتا ہے

گفت الخ۔ یعنی حکیم نے کہا کہ ہان سانس کا انقطاع بھی ہوتا ہے اس لیے کہ جب بڑھاپا آتا ہے تو سیکڑون بیماریان ہو جاتی ہین۔

گفت الخ۔ یعنی اوس بڈھے نے کہا کہ میری شہوت یکبارگی گم ہو گئی ہے تو طبیب نے کہا کہ یہ بیچارگی بھی بڑھاپے ہی کی وجہ سے ہے۔

گفت الخ - یعنے بڈھے نے کہا کہ میرا پاؤن سست ہو گیا اور چلنے سے عاجز ہو گیا - طبیب نے کہا کہ یہ بھی بڑھاپے سے ہے - کہ تجھے ایک کونہ مین بٹھا دیا ہے -

گفت الخ - یعنی بڈھے نے کہا کہ میری کمر کمان کی طرح دوہری ہو گئی ہے طبیب نے کہا کہ یہ تکلیف اور مجبوری بڑھاپے کی وجہ سے ہے -

گفت - الخ - یعنی بڈھے نے کہا کہ حکیم جی میری آنکھ بھی تاریک ہے طبیب نے کہا کہ اے پیر حلیم یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے یہ سنکر بڑے میان کو غصہ آگیا اور بولے کہ -

گفت الخ - یعنی بڈھا بولا کہ ارے احمق تو ایک ہی بات پر سل گیا ہے کیا تو نے طبیبی سے یہی سیکھا ہے اور بولا کہ

اے الخ - اے ستمگر عقل نے تجھے اتنی سمجھ نہین دی کہ خدا تعالےٰ نے ہر درد کا علاج رکھا ہے اور تو وہی مرغے کی ایک ٹانگ کہے جا رہا ہے کہ سب بڑھاپے کی ہی وجہ سے ہے -

تو خر الخ - یعنی تو گدھا احمق کم علمی کی وجہ سے اور اپنی کوتاہی کی وجہ سے زمین ہی پر پڑا ہوا ہے - مطلب یہ کہ وہ بولا کہ گدھے تجھے نہ عقل ہے اور نہ علم ہے ایک بات سیکھ لی وہی ہر بات مین کہہ دیتا ہے کچھ اور بھی سیکھا تھا - یہ سنکر طبیب نے جواب دیا کہ -

پس الخ - یعنی پس طبیب نے کہا کہ ارے ساٹھ برس کے بڈھے یہ غصہ اور غضب بھی بڑھاپے ہی کی وجہ سے ہے -

چون ہمہ الخ - یعنی جبکہ سارے اجزا اور اعضا کمزور ہو گئے تو خودداری اور صبر تمہارے اندر کم ہو گیا - لہذا غصہ زیادہ ہو گیا ہے اس لیے مین اسکا بھی برا نہین مانتا -

برنتابد الخ - یعنی بات مین صبر تو کر نہین سکتا جلدی ہی غل مچانے لگتا ہے اور ایک گھونٹ کی تاب نہین رکھتا بلکہ فوراً قے کر دیتا ہے - مطلب یہ کہ اب ضعیف ہو گئے ہو اسوجہ سے غصہ وغیرہ سب بڑھ گیا ہے تو دیکھو اسی طرح جو معاصی وغیرہ سرزد ہوں اون سب کو نفس ہی کی شرارت اور اسی کی طرف سے سمجھو کہ یہ ساری اسی کی حرکتین ہین - جیسے کہ وہان ساری باتین بڑھاپے کی وجہ سے تھین آگے مولانا فرماتے ہین کہ -

شرح حبیبی

جز مگر پیرے کہ از حق است مست	در درون او حیات طیب است
از برون پیر ست و در باطن صبی	خود کیانند آن ولی و آن نبی
گر نہ پیدا اند پیش نیک و بد	چیست با ایشان خسان را این حسد
ور نمی دانند شان علم الیقین	چیست این بغض و حیل سازی و کین
ور بدانندے جزائے رستخیز	چون زنندے خویش بر شمشیر تیز
بر تو می خندد مبین او را چنان	صد قیامت در درونستش نہان
دوزخ و جنت ہمہ اجزائے اوست	ہرچہ اندیشی تو آن بالائے اوست
ہرچہ اندیشی پذیرائے فنا است	آنکہ در اندیشہ ناید آن خدا ست

ملحقہ قولہ گر نہ پیدا اند الخ یہ اشکال ہے مضمون سابق کی طرف [illegible] اور جو گر [illegible] ساتھ - اور [illegible]

بر در این خانه گستاخی ز چیست	گر همی دانند کاندر خانه کیست
ابلهان تعظیم مسجد می کنند	در جفاے اہل دل جد میکنند
آن مجازست این حقیقت اے خران	نیست مسجد جز درون سروران
مسجدے کان اندرون اولیاست	سجده گاه جملہ است آنجا خداست
تا دل مرد خدا نامد بدرد	ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد
قصد جنگ انبیا مے داشتند	جسم دیدند آدمی پنداشتند
در تو ہست اخلاق آن پیشینیان	چون نمی ترسی کہ باشی تو ہمان
عادت آن ناسپاسان در تو رست	نایدت ہر بار دلو از چہ درست
آن نشانیہا ہمہ چون در تو ہست	چون تو زیشانی کجا خواہی برست

سب بڈھون کی یہی حالت ہوتی ہے کہ بجز اس بڈھے کے جو حق سبحانہ کی محبت سے مست ہو اور جسکے اندر نہایت عمدہ زندگی بھری ہوئی ہے۔ یہ شخص دیکھنے مین بڈھا معلوم ہوتا ہے مگر باطن مین بچہ ہے کہ اوسکے قوے ترقی پر ہین۔ جانتے ہو یہ کون لوگ ہین یہ انبیا و اولیا ہین۔ ہم دعوے کرتے ہین کہ یہ لوگ اپنے کمال کے لحاظ سے ہر نیک وبد کے سامنے ظاہر ہین وجہ اوسکی یہ ہے کہ اگر ایسا نہوتا تو کمینون کو ان کی کس بات پر حسد ہوتا اور اگر وہ ان کے کمال کو بعلم الیقین نہ جانتے ہوتے تو یہ عداوت۔ چالبازی کینہ کیون ہوتی کیونکہ یہ سب تو کمال ہی سے ہوتے ہین۔ پس ثابت ہوگیا کہ انکا کمال واضح ہے اور مخالفین بھی اسکو جانتے ہین مگر افسوس اون کو اس کے نتیجہ بد کی خبر نہین کیونکہ اگر وہ جانتے ہوتے کہ اس کا نتیجہ قیامت مین کیا ہوگا تو اپنے کو تلوار سے کیون ٹکراتے۔ اور خود اپنے ہاتھون کیون ہلاک ہوتے اچھا ہم اب پھر مضمون سابق کیطرف انتقال کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر وہ باانیہمہ نفاق مذکورہ بالا تجھ سے ہنسے تو اوس کو ہنستا ہوا نہ جان بلکہ سمجھ کہ اس کے اندر سو قیامتین پوشیدہ ہین قیامت کے دوزخ وجنت تو دور ہین خود اوسکے تمام اجزا دوزخ وجنت ہین اور مظہر ہین قہر ولطف حق سبحانہ کا لہذا وہ سراپا قہر ولطف الٰہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ اون کے مقابلہ مین تو جو یہ گستاخیان اور چالبازیان اور نفاق کی باتین کر رہا ہے اسپر اگر وہ ہنسین تو اوس کو انکی رضا نہ سمجھنا بلکہ اس ہنسی مین سو قیامتین پنہان ہین۔ اور جسطرح انکا لطف بیڑا پار کرنے والا ہے یون ہی انکا قہر باطن کو مسخ کر دینے والا ہے۔ یہ لوگ تمہارے اندیشہ سے بالاتر ہین۔ وجہ یہ ہے کہ جو کچھ تم سوچتے ہو وہ فانی ہے اور جو اندیشہ سے باہر ہے وہ خدا تعالے ہے اور یہ لوگ متخلق باخلاق اللہ اور باقی ببقاء الحق ہین لہذا یہ بھی تمہارے اندیشہ سے باہر ہین لیکن تمھین ان کی حالت معلوم نہین۔ کیونکہ اگر تم جانتے ہو کہ یہ کسکا گھر ہے اور کون اپنی تجلی رکھتا ہے۔ تو اس گھر کے دروازہ پر یہ گستاخی کیسی پس معلوم ہوا کہ لوگ ان کے مرتبہ کو نہین جانتے۔ یہ احمق مسجد کی تو تعظیم کرتے ہین اور کرنی بھی چاہئے۔ لیکن زیادتی یہ کرتے ہین کہ اہل دل کو ستاتے ہین حالانکہ مسجد انکے مقابلہ مین مجازا بیت اللہ ہے اور یہ لوگ اوسکے لحاظ سے حقیقۃً بیت اللہ ہین اس لیے کہ مسجد بھی انھین کے باعث بیت اللہ ہے کیونکہ اسکی مسجدیت جو منشا ہے اس کے بیت اللہ ہونیکا ان ہی سے مستفاد ہے لہذا اصل مسجد انھین حضرات کے دل ہین۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حق سبحانہ قلوب اولیاء اللہ مین ہین۔ یعنی حق سبحانہ کی تجلی

ان سب سے زیادہ اور سب سے خاص اور سب سے متمیز ہے۔ لہذا سب ساجدین کے سجدہ گاہ قلوب
اولیا اللہ ہی ہون گے۔ پس اصل مسجد وہی ہون گے جب یہ معلوم ہوا کہ اصل مسجد یہی ہین۔ اب سجھو کہ حق سبحانہ کے نزدیک کرم ہی
حق سبحانہ کسی گناہ کے باعث کسی قوم کو تباہ نہین کرتے بجز ایذا اہل اللہ کے۔ اب تک خدا نے کسی قوم کو اُسوقت
تک رسوا نہین کیا جب تک کہ اوس نے کسی باخدا کو ایذا نہین دی۔ انکی ایذا کا سبب صرف یہ تھا کہ اونھون نے
ادنکو جسم سمجھا اور اپنی طرح آدمی خیال کیا اب تم سوچو کہ وہی باتین تمھارے اندر بھی ہین۔ پھر تمکو اندیشہ کیون
نہین کہ ایسا نہو کہ تمھارا بھی وہی حشر ہو جو انکا ہوا۔ تمھارے اندر اخفین لوگون کی سی خرابیان پیدا ہو گئی ہین
یاد رکھو کہ حق سبحانہ ہمیشہ درگذر نہ کرینگے۔ کبھی پکڑ بھی لینگے۔ کیونکہ جب تم اپنے اندر وہی نشانیان رکھتے ہو جو
امم سابقہ مین تھین تو تم بھی اسی نتیجہ کے مستحق ہو جو انکو ملا تھا۔

شرح شبیری۔ جز مگر الخ۔ یعنی مگر سوائے اوس بڈھے کے کہ جو حق تعالے کا مست ہو کہ اوس کے اندر حیات
طیبہ موجود ہے۔ مطلب یہ کہ یہ حالت مذکورہ بے شک بڈھون کی ہوتی ہے مگر اون ہی کی جنکو حق تعالے کے ساتھ
تعلق اور لگاؤ نہو ورنہ جسکو حق تعالے سے تعلق ہوا اوس کے اندر تو قوت قدسیہ ایسی ہے کہ اُسکو اس حالت تک
کہ اوس کے جو اس تک گم ہو جاوین نہ پہونچنے دے گی گو ظاہری اعضا کمزور ہو جاوین مگر پھر بھی اطاعت حق مین یہ
اعضا ظاہری بھی دوسرے تندرستون اور جوانون سے بہتر ہوتے ہین جیسے کہ مشاہد ہے اوسکی تو یہ حالت ہو
از برون الخ۔ یعنی ظاہر مین تو بڈھا ہے اور باطن مین بچہ ہے اور وہ کیا ہے وہ ولی اور نبی ہے۔ مطلب یہ کہ اون حضرات
کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگرچہ بظاہر ضعیف معلوم ہون مگر باطن مین وہ جوان ہوتے ہین اور اونکو باطن مین ہر وقت
بچہ کی طرح نشو و نما ہوتا ہے۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

گرنہ الخ۔ یعنی اگر ہر نیک و بد کے سامنے ظاہر نہین ہین تو پھر ان کمینون کو اون کے ساتھ حسد کیون ہے۔ مطلب
یہ کہ ان حضرات کی یہ حالت ایسی ہے کہ ہر کس و ناکس جانتا ہے اور فرماتے ہین کہ اگر ہر شخص کو علم نہوتا تو پھر ان حضرات
سے حسد کیون کرتے معلوم ہوتا ہے کہ اون کے پاس کچھ سمجھتے ہین جب تو اونکو حسد ہوتا ہے۔

ور ندانم الخ۔ یعنی اور اگر وہ علم الیقین کے درجہ مین نہین جانتے تو پھر یہ بغض اور حیلہ سازی اور کینہ کیسا ہے۔ پس
تو یہ یقینی ہے کہ یہ سب جانتے ہین کہ یہ حضرات کامل ہین اور اونکے پاس کچھ ہے کہ جو ہمارے پاس نہین ہر اس کو
سب جانتے ہین مگر ہان چیز کو نہین جانتے اور وہ یہ کہ۔

ور بدانستہ الخ۔ یعنی اگر وہ قیامت کے دن کی جزا کو جانتے تو پھر اپنے کو شمشیر تیز پر کیون مارتے۔ مطلب یہ کہ اگر وہ
جانتے کہ ان بغض و حسد کا نتیجہ قیامت مین یہ ہوگا تو پھر ہرگز ان حضرات سے بغض نہ رکھتے کہ یہ بہت
بڑی بلا ہے۔

بر تو الخ۔ یعنی وہ تمھاری (باتون) پر ہنسے تو تم اونکو ویسا ہی مت جانو کہ اونکے اندر سیکڑون قیامتین
پوشیدہ ہین۔ مطلب یہ کہ اگر دیکھو کہ کوئی بزرگ کسی بات پر ناراض ہوتے ہی نہین بلکہ خوش رہتے ہین تو اس سے
دھوکہ مین مت پڑو کہ بعض مرتبہ وہ حلم سے کام لیتے ہین مگر حق تعالے اونکا بدلا لے لیتے ہین۔ لہذا یاد رکھو کہ اونکی
دل شکنی اور دل آزاری سے ہمیشہ پرہیز کرو۔

روزخ - یعنی دوزخ اور جنت سب اُن کے اجزا ہین اور تم جو کچھ سوچو وہ اوس سے بالاتر ہے دوزخ اور جنت
کا اوس کے اجزا ہونے کے یہ معنی ہین کہ جس طرح جسم کی ایذا دہی سے اعضا بدلا لینے کیلیے تیار ہوتے ہین - اسیطرح
ان حضرات کی ایذا دہی سے دوزخ اور جنت اوس موذی سے بدلا لے لیتے ہین لہذا گویا کہ یہ دوزخ اور جنت
ان حضرات کے اعضا وا جزا ہوئے دوسرے مصرعہ مین جو کہا ہے کہ تم کچھ سوچو اوس سے یہ حضرات بالاتر ہین
اس پر بظاہر یہ شبہ ہوتا تھا کہ پھر نعوذ باللہ حق تعالے سے بھی زیادہ ہین اس لیے اس کا جواب بطور دفع دخل
مقدر کے فرماتے ہین کہ -

ہر چہ اندیشی الخ - یعنی تم جو کچھ سوچتے ہو وہ سب فانی ہین اور جو کہ اندیشہ مین نہین آتا وہ حق تعالے ہے مطلب یہ کہ ہم نے
کہا ہے کہ جو چیزین کہ تم سوچو اون سب سے یہ حضرات برتر ہین اور حق تعالے اندیشہ اور ذہن مین آ نہین سکتے
لہذا وہ اس عموم مین داخل ہی نہین ہین جو اعتراض پڑ سکے -

بر در الخ - یعنی اس گھر کے دروازہ پر گستاخی کیون ہے جبکہ جانتے ہین کہ گھر مین کون ہے مطلب یہ کہ جب لوگ یہ
جانتے ہین کہ یہ بزرگ ہین اور مقبولان حق ہین پھر یہ گستاخی کیون کرتے ہین یہ بیوقوف اتنا نہین سمجھتے کہ اون کے
دلون مین حق تعالے بسے ہوئے ہین اور قلوب خانۂ خدا ہین -

ابلہان الخ - یعنی بیوقوف لوگ صرف مسجد کی تو تعظیم کرتے ہین اور اہل دل کے ستانے مین کوشش کرتے ہین - حالانکہ
آن الخ - یعنی ارے گدھو وہ مسجد (ظاہری) تو مجاز ہے اور یہ (قلوب) مسجد حقیقی ہین اور مسجد تو بجز قلوب سروران
کے اور کوئی شئے نہین ہے - اس لیے کہ اصل تو خانۂ خدا اور بیت اللہ قلب مومن ہی ہے کسی نے اسی کو کہا ہے
کہ ؎ کعبہ بنگاہ خلیل آزر ست + دل گذرگاہ جلیل اکبر ست -

مسجدے الخ - یعنی وہ مسجد جو کہ اولیاء اللہ کے قلوب ہین وہ سب کے سجدہ گاہ ہین اس لیے کہ اوس جگہ
خداوند تعالے ہین اندرون اولیاء اللہ سجود ہونے کے یہ معنی ہین کہ اولیاء اللہ کے قلوب کے کل اشیاء تابع ہوتے ہین
اور مطیع و فرمانبردار رہوتے ہین اسی بعض مرتبہ بہ شکل سجدہ نظر آتا ہے جیسا کہ بعض بزرگون نے لکھا ہے کہ اونکو منکشف
ہوا کہ ایک تخت پر ایک بے کیف نور ہے اور کل خلائق اوس کے سامنے سربسجود ہین تو اوسکو بعض سالکین نور حق
سمجھ گئے حالانکہ وہ نور روح کا تھا چونکہ وہ بھی تو عالم مجردات سے ہے اس لیے اوسکا نور بے کیف نظر آیا - اور
وہ سجدہ اوس روح کی اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار تھا اور اوسکو نور حق سمجھ کر بعض نے اوسکی پرستش کی ہے
اللھم احفظنا - سچ یہ ہے کہ بزرگون نے جو کہا ہے کہ کشف آفت ہے بالکل درست کہا ہے - اور اسی لیے ہمارے
حاجی صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ حجب نورانیہ اشد ہین حجب ظلمانیہ سے اس لیے کہ ظلمانیہ مین انسان یہ تو
سمجھتا ہے کہ مین حجاب مین ہون اور اگر حجب نورانیہ ہین پھر تو اپنے کو واصل سمجھنے لگتا ہے بڑی خرابی کی
بات ہے خدا بچاوے تو فرماتے ہین کہ ان حضرات کے قلوب تو وہ ہین کہ جنکے تابعدار حق تعالے نے تمام
عالم کو بنایا ہے تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ ظاہری بیت اللہ کی تو اسقدر عظمت اور اس بیت اللہ
کے ساتھ یہ برتاؤ افسوس صد افسوس - اور فرماتے ہین کہ -

تا دل الخ - یعنی جب تک کہ کسی مرد خدا کا دل بدرد مین نہ آوے اسوقت تک حق تعالے کسی قوم کو رسوا نہین

فرمانے۔ لہذا چاہیے کہ ان حضرات کی دل آزاری سے بچین آگے پھر امم سابقہ کی حالت کو بیان فرماتے ہین۔
قصد الخ۔ یعنی وہ لوگ انبیا علیہم السلام سے جنگ کا قصد کرتے تھے اور انھون نے صرف جسم کو دیکھا اور صرف آدمی ہی سمجھا اور اون کے کمالات کو نہ دیکھا آگے فرماتے ہین کہ۔
در تو الخ۔ یعنی تیرے اندر اون پہلون کے اخلاق ہین تو تو ڈرتا کیون نہین کہین تو بھی اون ہی مین سے نہو جاوے
عادت الخ۔ یعنی اون ناشکرون کی عادت تیرے اندر بھی پیدا ہوگئی تو ہر دفعہ ڈول کنوین سے درست نہین نکلتا اور وہ عادت وہی دل آزاری اہل اللہ کی ہے تو سمجھ لو کہ اگر ایک بار وبال نہین تو یہ نہین کہ ہر بار نہ آوے ممکن ہے کہ کسی دفعہ ایسا وبال آوے کہ پھر سارا کیا کرایا غارت ہو والعیاذ باللہ۔
آن الخ۔ یعنی وہ نشانیان جب تیرے اندر ہین اور تو اونہین ہی سے ہے تو اب تو کہان چھوٹ سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ تو انبیا علیہم السلام کو ایذا دیتے تھے اور اُنکی تکذیب کرتے تھے اور تم اون کے جانشینون کی تکذیب اور نہ دل آزاری کرتے ہو تو جب اس امر مین تم اور وہ دونون شریک ہوئے تو اب بتاؤ کہ اوس عذاب وغیرہ سے جو اونکو ملے گا تم بھی تو نہین چھوٹ سکتے لہذا بہت جلدی استغفار کرو اور ان باتون کو چھوڑو کہ انکا وبال سخت ہے اور دوسرون کی باتین اور اون پر وعیدین سنکر خود سبق حاصل کرو اور سمجھو کہ یہ ساری نشانیان خود ہمارے اندر ہین تو کہین خدانخواستہ یہ وعیدین بھی ہمارے ہی لیے ہون جیسے کہ ایک شخص مرگیا تھا تو اوس کا لڑکا نوحہ کرتا جارہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ ابا افسوس تمھین ایک ایسے مکان مین لیے جاتے ہین کہ جہان نہ چراغ ہے نہ فرش ہے وغیرہ وغیرہ یعنی قبر مین تو ایک دوسرا لڑکا اپنے باپ سے بولا کہ ابا یہ تو ساری نشانیان ہمارے گھر کی ہین معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ہمارے یہان لیے جاتے ہین تو دیکھو دوسرے کی بات سنکر جسطرح اس بچہ نے یہ سمجھا کہ یہ علامات ہمارے گھر کی ہین تم بھی تو سمجھو اور اون علامات سے توبہ کرو اور اونکو چھوڑو تاکہ کام بنے اس حکایت کو آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

کودکے در پیش تابوت پدر ‌ ‌ ‌ زار مے نالید و بر مے کوفت سر
کاے پدر آخر کجایت مے برند ‌ ‌ ‌ تا ترا در زیر خاکے آورند
مے برندت خانۂ تنگ و زحیر ‌ ‌ ‌ نے درو قالی و نے درو حصیر
نے چراغے در شب و نے روز نان ‌ ‌ ‌ نے درو بوئے طعام و نے نشان
نے درش معمور و نے سقف و نہ بام ‌ ‌ ‌ نے درو بہر ضیاے ہیچ جام
نے درو از بہر مہمان آب چاہ ‌ ‌ ‌ نے یکے ہمسایہ کو باشد پناہ
چشم تو کہ بوسہ گاہِ خلق بود ‌ ‌ ‌ چون شود در خانۂ کور و کبود
خانۂ بے زینہار و جائے تنگ ‌ ‌ ‌ کہ درو نے روئے میماند نہ رنگ
زین نسق اوصاف خانہ مے شمرد ‌ ‌ ‌ وز دو دیدہ اشکِ خونی می فشرد

گفت جوجی با پدر کاے ارجمند روا نند این را خانۂ ما مے برند
گفت جوجی را پدر ابلہ مشو گفت اے بابا نشانیہا شنو
این نشانیہا کہ گفت او یک بیک خانۂ ماراست بے تزویر و شک
نے حصیر و نے چراغ و نے طعام نے درش معمور و نے سقف و نہ بام
زین نمط دارند در خود صد نشان لیک کے بینند آنرا طاغیان
خانۂ آن دل کہ ماند بے ضیا از شعاع آفتاب کبریا
تنگ و تاریکست چون جان جہود بینوا از ذوق سلطان ودود
نے دران دل تاب نور آفتاب نے گشاد عرصۂ و نے فتح باب
گور خوشتر از چنین دل مر ترا آخر از گور دل خود برتر آ
زندۂ و زندہ زاد اے شوخ و شنگ دم نمی گیرد ترا زین گور تنگ
یوسفے وقتے و خورشید سما زین چہ و زندان بر آ و رو نما
یونست در بطن ماہی پختہ شد مخلصش را نیست از تسبیح بد
گر نہ بودی او مسبح بطن نون حبس و زندانش بُدے تا یبعثون
او بہ تسبیح از تن ماہی بجست چیست تسبیح آیت روز الست
گر فراموشت شد آن تسبیح جان بشنو این تسبیحہائے ماہیان
ہر کہ دید اللہ را اللہی ست ہر کہ دید آن بحر را او ماہی ست
این جہان دریاست تن ماہی و روح یونس محجوب از نور صبوح
گر مسبح باشد از ماہے رہید ورنہ در وے ہضم گشت و ناپدید
ماہیان جان درین دریا پرند تو نمی بینی کہ کوری و نشر ندۂ
بر تو خود را مے زنند آن ماہیان چشم بکشا تا بہ بینی شان عیان
ماہیان را گر نمی بینی پدید گوش تو تسبیح شان آخر شنید
ماہیان جملہ روح بے حسد نی در ایشان کبر و کین و نے حسد
صبر کردن جان تسبیحات تست صبر کن کانست تسبیح درست
ہیچ تسبیحے ندارد آن درج صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
صبر چون جسر صراط آنسو بہشت ہست با ہر خوب یک لالائے زشت
تا ز لالا می گریزی وصل نیست زانکہ لالہ را ز شاہد فصل نیست
تو چہ دانی ذوق صبر اے شیشہ دل خاصہ صبر از بہر آن نقش چگل
مرد را ذوق از غزا و کر و فر مر مخنث را بود ذوق از ذکر
جز ذکر نے دین او و ذکر او سوے اسفل برد او را فکر او

گر بر آید تا فلک از وے مترس	کو بعشق سفل آموزید درس
او بسوے سفل مے راند فرس	گرچہ سوئے علو جنبا ند جرس
از علمہاے گدایان ترس چیست	کان علمہا لقمۂ نان را رہیست
این سخنہا را انکو دریاب تو	ور نہ میدانی شنو از باپ تو

ایک بچہ اپنے باپ کے تابوت کے سامنے روتا ہوا جارہا تھا وہ زار زار روتا جاتا تھا اور سر پیٹتا جاتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ اے باپ یہ لوگ تجھے کہان لیجارہے ہین۔ یہ تجھے مٹی کے نیچے دبا دینگے یہ تجھے ایک تنگ اور تکلیف دہ مکان مین لیجارہے ہین جسمین نہ قالین ہے نہ بوریا نہ رات کو چراغ ہے نہ دن کو روٹی۔ اوسمین کھانے کا تو نام و نشان بھی نہین نہ اوس مین دروازہ بنا ہوا ہے نہ چھت ہے نہ کوٹھا ہے نہ اوس مین روشندان ہے۔ نہ اوس مین مہمان کے لیے کنوین کا پانی ہے نہ کوئی پڑوسی ہے جو برے وقت کا ساتھی ہو ارے تیرا جسم جو مخلوق خدا کا بوسہ گاہ تھا اس تیرہ و تار گھر مین کیسے رہیگا۔ یہ تو ایسا بے پناہ۔ اور تنگ گھر ہے کہ اسمین نہ منہ باقی رہتا ہے اور نہ رنگ۔ غرض اسی طرح وہ اس گھر کے اوصاف بیان کر رہا تھا اور آنکھون سے اشک خون بہا رہا تھا۔ یہ سنکر جوحی نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا اسکو تو ہمارے گھر لیے جاتے ہین اوس کے باپ نے اس سے کہا کہ بیوقوف نہ بنو تمھارے گھر کیون لیجاتے اوسنے کہا آپ نشانیان سن لیجیے اور دیکھیئے کہ بالکل ہمارے ہی گھر کی ہین یا نہین جو کچھ اسنے نشانیان بیان کی ہین ایک ایک ہمارے گھر مین موجود ہین اور اسمین کوئی دھوکا یا شبہ نہین نہ ہمارے گھر مین بوریا ہے نہ چراغ ہے نہ کھانا ہے نہ اوس کا دروازہ بنا ہوا ہے نہ اسمین چھت ہے نہ کوٹھا ہے۔ غرض جسطرح قبر کے نشانات جوحی کے گھر مین موجود تھے یون ہی امم سابقہ کی نشانیان سیکڑون انہین موجود ہین۔ لیکن یہ گمراہ انکو دیکھتے نہین جو دل کہ شعاع آفتاب کبریا سے منور اور حق سبحانہ کی معرفت رکھنے والا نہو وہ بلاشبہ ارواح یہود کیطرح تاریک اور ذوق معرفت حق سبحانہ سے بے بہرہ ہے نہ اسمین نور معرفت حق سبحانہ کی چمک ہو نہ اوس مین انشراح ہے اور نہ معارف الہیہ فیوض ربانیہ کے لیے اوس کا دروازہ کھلا ہوا ہے ارے بدنصیب ایسے دل سے تو تیرے لیے قبر بہتر ہے ارے اس قبر قلب سے نکل یعنی اس دل کو چھوڑ جو قبر کی مثل تنگ اور بے نور اور بے در ہوا اور اوس کو منور۔ وسیع اور مفتوح الباب بنا آخر تو حیات رکھتا ہی جماد نہین۔ نیز تو زندہ کی اولاد ہے پھر اس قبر کی مثل تنگ دل سے تیرا جی کیون نہین گھبراتا تو امانۃ یوسف کی طرح حسین اور خورشید چہرہ ہو ارے اس جیلخانہ مین کیون پڑا ہوا ہو اور دل تنگ مین کیون محبوس ہے۔ ذرا باہر نکل اور اپنی نور فطری کو ظاہر کرکے ناظرین وعارفین کے دل کو خوش کر دیکھ تیرے یونس کو مچھلی نے کھا لیا ہے۔ اور وہ اس کے اندر گھٹ گئے ہین۔ لہذا انکے چھڑانیکے لیے تسبیح کی ضرورت ہے اگر یونس علیہ السلام شکم ماہی مین تسبیح نہ کرتے اور لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ نہ پڑھتے تو قیامت تک اوس کے پیٹ مین رہتے اور نکل نہ سکتے لیس سمجھ لے کہ صرف تسبیح ہی اوس سے چھڑانے والی ہے اور تسبیح ہی کی بدولت وہ اس جیلخانہ سے رہا ہوئے۔ پس تو تسبیح کر وہ تسبیح کیا ہے آیت روز الست یعنی معرفت حق سبحانہ اور اسکی الوہیت اور اپنی عبودیت کا صدق دل سے اقرار اور اسپر قائم رہنا۔ اگر وہ تسبیح

تجھے یاد نہین تو اور مچھلیون سے سیکھ لے - اب ہم تجھکو بتلاتے ہین کہ وہ مچھلیان کون ہین سمجھ لے کہ جن لوگون نے اللہ کو دیکھا اور اسکی معرفت حاصل کی وہ اللہ والا ہے - اور جس نے اس دریا کی سیر کی وہ مچھلی ہے - خلاصہ یہ کہ وہ مچھلیان اہل اللہ ہین اب ہم یہ بھی بتلاتے ہین کہ یونس سے کیا مراد ہے - اور اون کو کھانے والی مچھلی کون ہے اور دریا کیا ہے سو سن - دریا سے مراد عالم ہے اور یونس سے روح اور مچھلی سے تن پس تیری روح کو تیری تن پروری نے حق سبحانہ سے محجوب کر دیا ہے - اب اگر یہ تسبیح کرے تو اس مچھلی سے چھوٹ کر عارف ہو سکتی ہے - ورنہ اوسکے پیٹ مین ہلاک ہو جائیگی - اور خسران ابدی مین مبتلا ہو جائیگی - اوپر ہم نے عارفین سے تسبیح سیکھنے کی ترغیب دی تھی اب ہم بتلاتے ہین کہ یہ عارفین کہان ہین سو جان لے کہ یہ لوگ دنیا ہی مین ہین مگر تو اونکو اپنی کور باطنی کے باعث دیکھ نہین سکتا - یہ لوگ تجھ سے دور بھی نہین بلکہ قریب ہی ہین چشم بصیرت حاصل کرتا کہ تو انکو دیکھ سکے ان کی شناخت یہ ہے کہ وہ سراسر روح ہین اور انمین تن پروری کا نام نہین نہ انمین تکبر ہے - نہ کینہ نہ حسد اور نہ کوئی خصلت ذمیمہ اچھا اگر وہ تجھے دکھلائی بھی نہین دیتے - تو ان کے پند و نصائح تو تیرے کانون مین پڑتے ہین انھین پر عمل کر اور یون ہی تسبیح خوان ہو - اچھا اس تسبیح کا ایک اصول ہم تجھے بتلاتے ہین جب اس اصول پر کاربند ہوگا - تو پوری تسبیح تجھے آجاویگی وہ گر یہ ہے - کہ مخالفت نفس کر اور اسمین جو کچھ تکلیف ہو - اوس پر صبر کر - اصل تسبیح یہی ہے اس کے برابر کوئی تسبیح نہین - جب تو صبر کرے گا تو یہ صبر حلہ کشادگیون کا تیرے لیے آلہ بنجاوے گا لان الصبر مفتاح الفرج صبر کو ایسا سمجھو جیسے پل صراط جس کے پار بہشت ہے جب تو اس مرحلہ کو طے کر لیگا - تو پھر تیرے لیے راحت ہی راحت ہے - الم کا نام نہین - راحت مطلوبہ کو حاصل کرنے کے لیے صبر کی تلخی سے پریشان مت ہو دیکھ تو سہی ہر محبوب کے لیے عموماً ایک زشت رو و زشت خو غلام ہوتا ہے اب اگر تو اس بدرو بدخو غلام سے بھاگے گا تو وصل ناممکن ہے - کیونکہ وہ غلام تو معشوق سے جدا نہین پس اس سے بھاگنا عین معشوق سے بھاگنا ہے - اے ضعیف القلب تجھے صبر کی لذت معلوم نہین بالخصوص وہ صبر جو حق سبحانہ سے محبوب کے لیے ہو اور اوسکو تو جان بھی نہین سکتا کیونکہ ہر کار سے ہر مرد سے - مرد کو جنگ اور کر و فر سے دلچسپی ہوتی ہے اور ہیجڑے کو خایہ سے وہ ہر وقت اسی کا ذکر کرتا ہے اور وہی اسکا دین و ایمان ہو اور اسی فکر اسکو اس پستی و ذلت کیطرف مائل رکھتی ہے ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست - اگر ایسا شخص آسمان پر بھی پہنچ جاوے اور کیسا ہی عالی رتبہ ہو جاوے مگر تمکو اس سے ڈرنا نہ چاہیئے کیونکہ اوس نے تو نیچے ہی رہنے کے شوق کا سبق پڑھا ہے وہ گو کتنی ہی اولوالعزمی کی ڈینگین مارے - لیکن اسکا اسپ ہمت نیچے ہی کیطرف جائے گا اسکی ڈینگون سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہین - کیونکہ وہ سب ظاہری ہین جیسے فقیرون کے جھنڈے کہ وہ دیکھنے مین تو شاہی جھنڈون کے مشابہ ہین مگر واقع مین بالکل بے حقیقت ہین اور لیے فتوحات مقصود نہین بلکہ وہ تو روٹی کمانے کا آلہ ہین ہماری ان باتون کو اچھی طرح سمجھ لے اور اگر اب بھی سمجھ مین نہ آیا ہو تو اسی کے متعلق ایک قصہ سن -

ایک لڑکے کا قصہ کہ وہ اپنے باپ کے تابوت کے آگے روتا جاتا تھا اور ایک جحی کا قول

شرح شبیری - کودکے الخ - یعنی ایک لڑکا اپنے باپ کے تابوت کے آگے زار و نزار رو رہا تھا -

اور سر کوٹ رہا تھا۔
کاے الخ۔ یعنی کہ اے ابا آخر یہ لوگ تمھیں کہاں لئے جاتے ہیں کیا اسلئے کہ تمکو خاک کے نیچے سونپ دیں۔
می برندت الخ۔ یعنی یہ لوگ تمھیں ایک تنگ وتاریک گھر میں لئے جاتے ہیں کہ نہ اوس میں قالین ہے اور نہ بوریے ہی کا فرش ہے۔
نے چراغ الخ۔ یعنی نہ رات کو چراغ ہے اور نہ دن کو روٹی ہے اور نہ اوس میں کہیں کھانے کی بو ہے اور نہ نشان ہے۔
نے درش الخ۔ یعنی نہ اوسکا دروازہ درست اور نہ چھت اور نہ کوٹھا اور نہ اس میں روشنی کیلیے کوئی روشندان ہے۔
نے دران الخ۔ یعنی نہ اوس میں جہان کے لیے کنوین کا پانی ہے اور نہ کوئی ہمسایہ ہے جو کہ پناہ ہوسکے۔
جسم تو الخ۔ یعنی تیرا جسم جو کہ خلق کا بوسگاہ تھا اوس تنگ وتاریک گھر میں کیسے ہوگا۔
خانۂ الخ۔ یعنی ایک بے پناہ گھر ہے اور جائے تنگ ہے کہ اوس میں نہ رونق رہی اور نہ رنگ۔
زین نسق الخ۔ یعنی اس طرح پر اوس گھر کے اوصاف گن رہا تھا اور دونوں آنکھوں سے اشک خونین جھاڑ رہا تھا۔
گفت الخ۔ یعنی جوجی صاحب اپنے والد سے بولے کہ اے قبلہ خدا کی قسم اوس کو تو ہمارے گھر لیجا رہے ہیں۔
جوجی ایک فرضی نام ہے جیسے کہ شیخ چلی۔
گفت الخ۔ یعنی جوجی سے اوس کے باپ نے کہا کہ اے بیوقوف مت بن تو بولا کہ ابا جان ذرا نشانیان تو سنیے۔
این الخ۔ یعنی یہ نشانیاں جو اوس نے ایک ایک کرکے بیان کی ہیں یہ تو ساری بے شبہ وشک ہمارے ہی گھر کی ہیں۔
نے حصیر الخ۔ یعنی بوریا ہے اور نہ چراغ ہے اور نہ کھانا ہے اور نہ دروازہ اوس کا درست ہے اور نہ چھت ہے اور نہ کوٹھا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔
زین نمط الخ۔ یعنی اسیطرح لوگ اپنے اوپر سیکڑوں نشانیاں رکھتے ہیں لیکن سرکش لوگ اونکو کب دیکھتے ہیں۔
خانۂ الخ۔ یعنی وہ خانہ دل جو کہ آفتاب کبریا کی شعاع سے بے روشنی رہ جاتا ہے۔
تنگ سالخ۔ یعنی وہ تنگ وتاریک جان یہود کی طرح ہے اور وہ سلطان ودود (حق تعالیٰ) کے ذوق لطف سے بے نور ہے۔
نے دران الخ۔ یعنی نہ اوس دل میں نور آفتاب (حق) کی روشنی ہے اور نہ میدان جیسی وسعت ہے اور نہ فتح باب ہے بلکہ ہر وقت تنگی ہی میں گذرتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ جب یہ حالت ہے تو اسی پر مولانا فرماتے ہیں کہ۔
گور خوشتر الخ۔ یعنی تجھا یسے دل سے تو گور بہتر ہے تو آخر کار اپنے اس گور دل سے آگے بڑھو۔ مطلب یہ کہ تونے جو اپنے قلب کو مردہ بنا رکھا ہے اس حالت سے درگذر اور اس حیات ابدی کا مزہ چکھ اور فرماتے ہیں کہ۔
زندہ الخ۔ یعنی اے شوخ وشنگ تو تو خود بھی زندہ ہے اور زندہ زادہ ہے پھر اس گور تنگ (دل تنگ) سے تیرا دم نہیں گھٹتا۔
یوسف الخ۔ یعنی تو تو (با عتبار استعداد فطری کے) یوسف وقت ہے اور خورشید سما ہے لہذا اس چاہ وزندان سے نکل اور ظاہر ہو۔
یونست الخ۔ یعنی تیرا یونس بطن ماہی میں پختہ ہوگیا ہے اور تو اوس کے مخلص کے لیے سوائے تسبیح کے چارہ

نہین ہے۔ یونس سے مراد استعداد و بطن ماہی سے مراد یہ دنیا اور اس کے علائق۔ مطلب یہ کہ اس دنیا مین رہکر تیری استعداد اصلی جاتی رہی ہو تو اب اوسکی خلاصی تو طاعات سے ہی ہو سکتی ہے۔ جیسے کہ یونس علیہ السلام جب بطن ماہی مین قید ہوئے ہین تو اون کی خلاصی بھی تسبیح و تہلیل ہی سے ہوئی تھی۔

گر نبودی الخ۔ یعنی اگر یونس علیہ السلام مسبح نہوتے تو مچھلی کا پیٹ اون کے لیے قیامت تک جیلخانہ بنجاتا۔ اسی طرح اگر تم بھی طاعت کروگے تو نفس اور شیطان کی قید سے چھوٹ جاؤگے۔

آن الخ۔ یعنی یونس علیہ السلام تن ماہی سے تسبیح کی وجہ سے نکل آئے اور وہ تسبیح کیا ہو وہ روز الست کی نشانی ہو یعنی استعداد فطری ہے کہ اوسی کو درست رکھنے سے سب کام بنتے ہین۔

گر فراموشت الخ۔ یعنے اگر تجھے وہ تسبیح اصل فراموش ہوگئی ہے تو ان مچھلیون کی تسبیح کو سُنو۔ مطلب یہ کہ اگر تمھاری استعداد خراب ہی ہوگئی ہے اور تمکو یاد حق کسی وقت آتی ہی نہین تو یہی دیکھو کہ مچھلیان جو کہ حیوانات مین وہ کسطرح تسبیح کرتی ہین جیسا کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ان من شئ الا یسبح بحمدہ تو بڑے شرم کی بات ہے کہ وہ تو مسبح ہون اور انسان نہو۔ آگے فرماتے ہین۔

ہر کہ دید الخ۔ یعنی جس نے کہ اللہ کو دیکھ لیا وہ اللہ والا ہے اور جس نے کہ اوس دریا کو دیکھ لیا وہ مچھلی ہی ہو گیا۔

این الخ۔ یعنی یہ جہان دریا ہے اور تن ماہی کی طرح ہے اور روح یونس ہین جو کہ نور صبوح سے محجوب ہین۔

گر مسبح الخ۔ یعنی اگر مسبح رہا تب تو مچھلی سے چھوٹ گیا۔ ورنہ اوس مین ہضم اور ناپدید ہو گیا۔ تو اسیطرح اگر تم اس جہان مین رہکر طاعت نکروگے تو یاد رہے کہ اس ماہی کی صورت مین جو کہ دنیا ہے۔ اور نفس و شیطان ہے ہمیشہ پھنسے رہوگے اور اگر طاعت کروگے تو ماہیان حقیقی یعنی اہل اللہ تمھاری مدد کرین گے۔ اور تم کو اس صورت ہی سے نکالین گے۔

ماہیان الخ۔ یعنی ماہیان حقیقی اس دریا مین بہت ہین مگر تجھے دکھائی نہین دیتین۔ اس لیے کہ تو اندھا ہے ارکمبخت

بر تو خود را الخ یعنی وہ مچھلیان تجپر گر رہی ہین تم آنکھون کو کھولو تو صاف طور پر دیکھ لوگے مطلب یہ کہ حضرات اہل اللہ تمھارے پاس موجود ہین اور تم ہی مین سے ہین مگر ذرا چشم قلب کو کھولو اندھے کیون بنے ہوئے ہو اگر آنکھین کھولوگے تو تم کو وہ حضرات بالکل ظاہر طور پر نظر آوین گے۔

ماہیان الخ یعنی ایسی مچھلیان جو کہ بالکل روح ہی روح ہین اور بے جسد کے ہین نہ اونمین تکبر ہے اور نہ کینہ ہے اور نہ حسد ہے۔

ماہیان را الخ یعنی اگر تم مچھلیون کو ظاہر طور پر نہین دیکھتے تو تمھارے کان نے آخر اون کی تسبیح تو سنی ہے مطلب یہ کہ اگر دیکھ نہین سکتے مگر اون حضرات کے اقوال تو سن سکتے ہین اون کو سُن کر اونپر ہی عمل کرو کہ اسی سے چشم مبصر بھی حاصل ہو جاویگی۔

صبر کردن الخ۔ یعنی صبر کرنا از مجاہدات وغیرہ پر یہ تمام تسبیحون کی جان ہے لہذا تو صبر کر کہ یہی تسبیح درست ہے مطلب یہ کہ مجاہدہ کرو کہ سب اوریاتون سے جبکہ اون کے ساتھ یہ نہو معہ اون کے یہ بہت نافع ہے۔

ہیچ تسبیحے الخ۔ یعنی کوئی تسبیح یہ درجہ نہین رکھتی (جیسا کہ صبر کا درجہ ہے) تو صبر کر کہ صبر ہی کشادگی کی کنجی ہے

صبر الخ - یعنی صبر راستہ کے پل کیطرح ہے کہ جو سکے اوس طرف بہشت ہو اور ہر اچھے کے ساتھ ایک لالا زشت کا ہوا ہے مطلب یہ کہ ان مجاہدات وریاضات کو ایسا سمجھو جیسے کہ پلصراط کا پل کہ نیچے دوزخ ہو اور اوسپر گذرنا بھی مشکل ہے مگر ساتھ ہی اسطرف بہشت بھی ہے اسیطرح مجاہدات کرو کہ نفس پر شاق ہیں مگر اونکے بعد عیش دائمی میسر ہے اور بھائی ہر اچھے کے ساتھ ایک برا تو لگا ہی ہوتا ہو جیسے کہ گل کے ساتھ کانٹا۔ لالا کہتے ہیں محافظ اور خادم کو تو دیکھو ہر معشوق خوب کے ساتھ ایک محافظ اور خادم سخت اور کالا سیاہ بھی لگا ہوا ہے تو اسی طرح اس نعمت ابدی کے ساتھ یہ مجاہدہ وریاضت لگی ہوئی ہے۔

تا زلالاے الخ - یعنی جب تک لالاجی سے بھاگوگے وصل نہین ہو سکتا۔ اسلیے کہ لالا تو معشوق سے الگ ہوتا ہی نہین۔ مطلب یہ کہ دیکھو اگر معشوق سے وصل چاہو تو اوسکی یہ صورت ہے کہ اول اوس لالہ صاحب سے دوستی کرو۔ اور اوسکو اپنا بنا لو پھر وہ تم کو معشوق تک پہونچا دے گا۔ ورنہ یاد رہے کہ اسیطرح ترسوگے اور وصل حاصل نہوگا۔ اسی طرح اگر مجاہدہ وریاضت سے جی چراؤگے تو ہمیشہ حق تعالے سے الگ رہوگے اور اگر اوسکی سختی اور گرانی کو جھیل گئے تو عیش ابدی میسر ہے۔

تو چہ الخ یعنی اے نازک دل تجھے صبر کی کیا خبر خاص اوس صبر کی جو اوس نقش کامل کیلیے کرنا پڑے۔ مطلب یہ کہ تمھین ان مجاہدات وریاضات کی کیا قدر ہے جو راہ حق اور طلب حق مین ہوتے ہین اس لیے کہ ابھی تم نازک دل ہو اس طرح راہ حق طے ہوئی ہے سہ نازپروردہ تنعم نبرد راہ بدوست۔ عاشقی شیوۂ رندان بلاکش باشد۔ اور سہ اے ترا خارے بہ پا نشکستہ کے دانی کہ چیست + حال شیرانی کہ شمشیر بلا سر خورند + آگے مثال ہے کہ :۔

مرد را الخ - یعنی مرد کو عزت اور شوکت اور دبدبہ مین لطف آتا ہے اور مخنث کو ذکر سے لطف آتا ہے۔ مخنث سے مراد مفعول ہے۔

جز الخ - یعنی سوائے ذکر کے نہ اوس کا دین ہے اور نہ کسی کا ذکر ہے اوس کا فکر اوس کو اسفل کیطرف لیگیا ہے

گر برآید الخ یعنی اگر وہ فلک تک پہونچ جاوے۔ تب بھی اوس سے ڈر دمت اس لیے کہ اوس نے تو نیچے پڑنے کا ہی سبق سیکھا ہے

او بسوے الخ - یعنی وہ سفل کیطرف کو گھوڑا چلا رہا ہے اگرچہ اوپر کیطرف گھنٹہ ہلا رہا ہے۔ (گھنٹہ ہلنے سے مراد منفی نہین ہے) مطلب یہ کہ دیکھو جو مرد ہوتا ہے اوس کو تو اس مین لطف آتا ہو کہ اوسکی عزت ہو دبدبہ ہو شوکت ہو مراتب اعلی حاصل ہون اسی طرح جو اہل اللہ ہین اون کو بھی یہی تمنا ہوتی ہے اونکو مراتب عالیہ حاصل ہون۔ حق تعالے کے یہان اون کی عزت ہو اور جو شخص مخنث ہوتا ہے اور اوسکو عادت مفعولیت کی ہوتی ہے۔ نیچے پڑنے اور ذکر سے ہی مزا آتا ہو تو اسی طرح جو لوگ کہ طاعت حق نہین کرتے وہ بھی اسفل ہی مین پڑے رہتے ہین مولانا نے تو دونون کی مثال دیدی۔ اب جسکا دل چاہے وہ مخنث بنے اور جس کا دل چاہے مرد بنے۔ غرضکہ مقصود یہی ہو کہ اس ظاہری تن وتوش اور ظاہری عزت ودبدبہ کا اعتبار مت کرو کہ بالکل بیکار ہے جبکہ اندر کچھ نہو آگے اسی کی دوسری مثال ہے۔

اثر علمہائے الخ - یعنی فقیروں کے جھنڈے سے خوف ہی کیا اس لیے کہ وہ علم تو ایک روٹی کے لقمہ کے تابع ہیں - مطلب یہ کہ ظاہرین دیکھو فقیرونکا جھنڈا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کہ لڑائی کا جھنڈا اگر دیکھو تو کہ ایک روٹی دیدو سب تابع ہین اس لیے کہ صرف صورت تو اوس علم کی سی ہے مگر حقیقت اوس جیسی نہین ہے -

این الخ - یعنی ان باتون کو ابھی طرح حاصل کرو اگر تم جانتے نہین ہو تو باپ سے سن لو - آگے ایک حکایت لاتے ہین کہ ایک شخص بظاہر تو بہت موٹا تازہ تھا مگر تھا مخنث تو اوس سے ایک بچہ ڈر گیا تو اوس سے مخنث نے کہا کہ تو درست اس لیے کہ میرا یہ جسم صرف دیکھنے ہی کا ہے لعد اصل مین مین ایسا ہون کہ ابھی مین نیچے پڑ دن گا اور تو اوپر ہو گا نعوذ باللہ تو مولانا کا مقصود اس سے یہ ہو کہ ظاہری جثہ اور دبدبہ اور عظمت و شوکت قابل لحاظ نہین ہے بلکہ اگر حقیقت مین کچھ ہے وہی معتبر ہے اور حقیقت اولیا اللہ کرام ہی کو حاصل ہوتی ہے لہٰذا اہل مرد وہی ہین اور یہ عوام سب مثل مخنث کے ہین والعیاذ باللہ -

شرح حبیبی

کنگ زفتے کودکے را یافت فرد	زرد شد کودک زبیم قصد مرد
گفت ایمن باش اے زیبائے من	کہ تو خواہی بود بربالائے من
من اگر ہولم مخنث دان ورا	ہمچو اشتر بر نشین میران مرا
صورت مردان و معنی این چنین	از برون آدم درون دیو لعین
آن دہل را مانی اے زفت چو عاد	کہ برو آن شاخ را می کوفت باد
روبہے اشکار خود را باد داد	بہر طبلے ہمچو خیکے پر زباد
چون ندیدہ اندر دہل او فربہی	گفت خوکے بہ ازین خیکے تہی
روبہان ترسند ز آواز دہل	عاقلش چندان زند کہ لا تقل

ایک سنڈ مسنڈ آدمی جارہا تھا اسکو رستہ مین ایک لڑکا اکیلا ملگیا وہ آدمی اس لڑکے کی طرف بدنیتی سے بڑھا جب لڑکے نے دیکھا کہ اسکی نیت بدہی تو اسکا منہ فق ہو گیا اور سمجھا کہ خدا خیر کرے آج بڑے زبردست سے پالا پڑا ہی جب اوس شخص نے اس لڑکے کی بدحواسی دیکھی تو کہا کہ پریزاد تو ڈر مت مین تیرے اوپر نہ ہون گا بلکہ تو ہی میرے اوپر ہو گا - مین گو دیکھنے مین سنڈ مسنڈ ہون مگر مین ہیجڑا ہون تو مجھپر سوار ہو اور مجھے اونٹ کی طرح ہانک - اس واقعہ سے جسطرح ہمارے بیان بالا کی تصدیق ہوتی ہے یون ہی اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ مصنوعی اہل اللہ کی بھی بالکل یہی حالت ہے کہ دیکھنے مین تو حضرت آدم کی طرح مقدس معلوم ہوتے ہین - اور باطن مین شیطان کی طرح خبیث - اے مدعی اور ہوا کی طرح پھولے ہوئے تیری مثال بالکل ایسی ہے جیسے ڈھول جسکو ایک شخص بجارہا تھا کہ ایک لومڑی نے ہوا سے پھولی ہوئی مشک کے مانند ڈھول کو دیکھکر اپنے شکار کو کھودیا تھا جب اوس نے دیکھا کہ ڈھول تو بالکل خالی ہے اور اوس کے اندر فربہی نہین جو اوس نے سمجھی تھی - تو اوسنے کہا کہ اس خالی مشک سے تو سور ہی اچھا ہے پس جس طرح ڈھول نے اپنی ظاہری

صورت سے ایک لومڑی کو دہوکا دیا تھا یونہی یہ مصنوعی اہل اللہ اہل دنیا کو دہوکا دے سکتے ہین اور وہ بھی ان سے مرعوب ہو سکتے ہین - رہے حقیقت شناس سو وہ تو انکو اوس ڈھول بجانے والے کی طرح اتنا پیٹے ہین کہ بیان سے باہر ہے - اچھا اب ایک اور حکایت سُنو تاکہ مضمون بالا اچھی طرح تمھارے ذہن نشین ہو جاوے -

ایک لڑکے کا ایک موٹے تازہ آدمی سے ڈرنا اور اس ڈبل آدمی کا اوسکی تسکین کرنا

شرح شبیری کنگ زفت الخ یعنی ایک بڑے ڈبل کنگ نے ایک لڑکے کو تنہا پایا تو وہ بچارا لڑکا اوس کے ارادہ کی وجہ سے زرد ہو گیا سمجھا کہ بس اب کمبختی آئی -

گفت الخ - یعنی وہ کنگر لو لاکارے میرے پیارے تو بیخوف رہ اس لیے کہ تو تو میرے اوپر ہوگا نعوذ باللہ -

من اگر الخ یعنی اگر مین ہولناک ہون تو اوس چیز کو مخنث جان اور اونٹ والے کیطرح مجھپر بیٹھ اور مجھے چلا مولانا فرماتے ہین کہ -

صورت الخ یعنی صورت تو مردون کی اور حقیقت ایسی اور باہر سے تو آدمی اور کمبخت باطن مین ملعون شیطان تھا - آگے اوس مخنث کی ایک مثال فرماتے ہین کہ

آن دُہل الخ - یعنی اے قوم عاد کی طرح موٹے تازے تو اوس ڈہول کے مشابہ ہو کہ اوس پر ایک شاخ کو ہوا مار رہی تھی -

روبہے الخ - یعنی ایک لومڑی نے اپنے شکار کو ضائع کر دیا واسطے ایک طبل کے مشک کی طرح جو کہ ہو اسے پر تھا - یعنی لومڑی نے سمجھا کہ اس مین آواز بہت ہے تو یہ بہت بڑا شکار ہے اس لیئے جسکو وہ شکار کر رہی تھی اوسکو چھوڑ چھاڑ اس ڈھول کیطرف روانہ ہوئی -

چون الخ - یعنی اوسنے اوس ڈہول مین فربہی نہ دیکھی تو بولی کہ اس خالی مشک سے تو سور بہتر ہے - یعنی جب دیکھا کہ صرف آواز ہی آواز ہے اور اندر سے خالی ہے تو بہت پچھتائی اسی طرح عوام بھی بظاہر تو بہت ہی معزز اور مکرم معلوم ہوتے ہین مگر اندر سے بالکل خالی اور کورے ہوتے ہین

روبہان الخ - یعنی لومڑیان تو ڈھول کی آواز سے ڈرتی ہین اور عاقل آدمی اوسکو مارتا ہے کہ چپ رہ - مطلب یہ کہ ان ظاہری کروفر والون سے عوام کی تو پھونک نکلی جاتی ہے مگر جو عاقل ہین اون کو پروا بھی نہین ہوتی بلکہ وہ ان کی عزت و آبرو کو ذلت سمجھتے ہین اس لیے کہ صرف ظاہر ہی مین ہے حقیقت اور باطن مین کچھ نہین ہے آگے ایک اور حکایت اسی مضمون کی ہے -

شرح حبیبی

یک سوارے با سلاح و بس مہیب	می شد اندر بیشہ بر اسپ نجیب

تیر اندازی بحکم او را بدید　　پس ز خوف او کمان را بر کشید

تا زند تیرے سوارش بانگ زد　　من ضعیفم گرچه زفتستم جسد

هان وهان منگر تو در زفتئ من　　کہ کمم در وقت جنگ از پیرزن

گفت رو که نیک گفتی ورنه نیش　　بر تو مے انداختم از ترس خویش

بے رجولیت چنان تیغے بدست　　بس کسانرا کالت پیکار کشت

گر بپوشی تو سلاح رستمان　　رفت جانت چون نباشی مرد آن

جان سپر کن تیغ بگذار اے پسر　　هر که بے سر بود ازین شه برد سر

آن سلاحت حیله و مکر تو است　　هم ز تو زاید و هم جان تو خست

چون نکردی هیچ سودے زین حیل　　ترک حیلت کن که پیش آید دول

چون یکے لحظه نخوردی بر ز فن　　ترک فن گو مے طلب رب المنن

چون مبارک نیست بر تو این علوم　　خویشتن گوے کن و بگذر ز شوم

چون ملایک گوی لا علم لنا　　یا الٰهی غیر ما علمتنا

حیله و مکر اندرین ره سود نیست　　هر که شد مغرور عقل او کو دنیست

یک حکایت بشنو اے صاحب قبول　　در میان جهل و عقل بو الفضول

ایک مسلح اور بارعب سوار ایک اعلے درجہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر ایک جنگل میں جا رہا تھا۔ ایک تیر انداز نے اوسے دیکھا۔ اور یہ سمجھکر کہ ایسا نہو کہ یہ شخص مجھے مار ڈالے کمان کھینچ لی اور تیر مارنے ہی کو تھا کہ سوار چلایا کہ ارے مجھے نہ مارنا میں گو سنڈ مسنڈ ہوں مگر واقع میں میں کمزور ہوں۔ دیکھ خبردار تو میرے موٹاپے پر نظر نہ کرنا۔ کیونکہ میں تو لڑائی میں ایک بڑھیا سے بھی کمزور ہوں۔ اوسنے کہا کہ خیر چلا جا۔ ورنہ میں تو ڈر ہی گیا تھا اور ڈر کر تیر مارنے ہی کو تھا۔ واقعی بات یہ ہے کہ اس ہتھیار باندھنے کی بدولت بہت سے آدمی مارے گئے کیونکہ گو وہ واقع میں ضرر پہونچانیکے قابل نہ تھے مگر اونکے مسلح ہونے سے لوگوں کو اپنے ضرر کا خوف ہوا اور اوس سے بچنے کے لیے اونھوں نے اون پر وار کیا اور وہ مر گئے اگر یہ ہتھیار نہ باندھتے تو نہ کسی کو ضرر کا شبہ ہوتا اور نہ یہ مارے جاتے۔ یہ خیال رکھو کہ جب آدمی میں مردانگی نہو تو یوں ہاتھ میں تلوار لینی چاہیئے ہرگز نہیں کیونکہ اگر تم بہادروں کی طرح مسلح ہوگے اور واقع میں مرد نہوگے تو تمہاری جان ہی جائیگی۔ اس واقعہ سے جسطرح مذکورہ بالا بیان کی تائید ہوتی ہے یوں ہی اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ تو اپنی جان کو سپر بنا۔ اور رضا و تسلیم اختیار کر تلوار کو چھوڑ دے کیونکہ جو شخص مردہ بن گیا اور فنا اختیار کرلی وہی اس میدان کارزار عالم امتحان سے صحیح و سالم بچکر چلدیا جس تلوار کے چھوڑنے کی ہمنے ہدایت کی ہے وہ حیلہ و مکر اور چون و چرا اور متعارف روشن خیالی ہے کہ یہ تجھ ہی سے پیدا ہوتے ہیں اور تجھی کو زخمی کرتے اور ضرر دینی ہوںچاتے ہیں جب تجھے معلوم ہوگیا کہ ان حیلہ و مکر و چون و چرا و روشن خیالی سے تجھے کچھ فائدہ نہیں تو انکو چھوڑ۔ تا کہ تجھے بڑی دولتیں رضائے حق و قرب حق وغیرہ نصیب ہوں۔ اور جبکہ اس دانائی سے تجھے ایک وقت بھی پیٹ بھر کر روٹی نہیں ملی اور کچھ بھی غذائے روحانی سے نہ

بہرہ یاب نہیں ہوا پس یہ ہوشیاری چھوڑ اور حق سبحانہ کو طلب کر اور جبکہ تجھے یہ علوم دنیاوی راس نہیں تو اپنے کو احمق بنا اور اس نحوست بعد عن الحق سے نکل جا۔ اور یوں کہہ جیسے فرشتوں نے کہا تھا کہ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم اسکے احکام پر اپنی عقل سے رائے زنی مت کر کہ یہ مطابق عقل ہو اور یہ مخالف عقل اور یوں ہونا چاہئے تھا۔ یوں نہ ہونا چاہئے تھا۔ اچھا اب ایک حکایت سن جس سے عقل و جہل کی حالت معلوم ہو اور ظاہر ہو کہ بعض جہل عقل سے اچھے ہیں۔

ایک تیر انداز کا قصہ اور اسکا ایک سوار سے ڈرنا جو جنگل میں تھا

شرح شبیری۔ یک سوارے الخ۔ یعنی ایک سوار مع ہتھیاروں کے اور بہت ہی ہیبتناک جنگل میں ایک عمدہ گھوڑے پر سوار جا رہا تھا۔

تیر اندازی الخ یعنی ایک حکمی تیر انداز نے اوسکو دیکھا تو اوس کے خوف سے کمان کو کھینچ لیا۔

تا زند الخ۔ یعنی تاکہ ایک تیر رسید کرے۔ تو اوس کو سوار نے آواز دی کہ میں کمزور ہوں اگرچہ میرا جسم بہت ڈبل ہے

ہان الخ۔ یعنی ارے ارے میرے موٹاپے میں مت دیکھ کیونکہ لڑائی کے وقت بڑھیا سے بھی کم ہوں۔

گفت الخ۔ یعنی تیر انداز نے کہا کہ جا تو نے اچھا ہوا کہ کہدیا۔ ورنہ میں تیرے اوپر اپنے ڈر کی وجہ سے تیر پھینکتا یعنی چونکہ مجھے اپنی جان کا خوف تھا کہ اتنا ڈبل آدمی آگیا ہے مار ڈالے گا اس لئے میں تجھی کو مار ڈالتا۔ لہذا اچھا ہوا کہ تونے کہدیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

بے رجولیت الخ۔ یعنی بے مردانگی کے ایسی تلوار ہاتھ میں لینا سخت بیوقوفی ہے اس لئے کہ بہت سے آدمیوں کو لڑائی کے آلات نے قتل کر دیا۔ یعنی اونھوں نے آلات حرب سجا لیے اون کی وجہ سے اور لوگ لڑے اور مارے گئے اور یہ اچھے خلاصے رہے جیسے کہ اکثر نامرد بادشاہ ہوتے ہیں۔

گر بپوشی الخ۔ یعنی اگر تو رستموں کے ہتھیار پہنتا ہے تو تیری جان جاویگی جبکہ تو اونکا مرد نہیں ہے یعنی جب تم اوسکے اہل نہیں ہو تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری جان جاوے گی۔

جان سپر الخ یعنی صاحبزادے جان کو سپر بنا دو اور تلوار ظاہری کو چھوڑو اس لئے کہ جو بے سر ہو گیا وہ اس بادشاہ سے غلبہ لے گیا۔

آن الخ۔ یعنی وہ ہتھیار تیرا حیلہ اور مکر ہے کہ تجھی سے پیدا ہوئے اور تیرے ہی جان کو زخمی کیا ہے۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ تجھے ان حیلوں سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو ان حیلوں کو چھوڑ تاکہ دو بین سامنے آویں۔

چون یکے الخ۔ یعنی جبکہ تو نے ایک گھڑی بھی عقل اور مکر سے پھل نہ کھایا۔ تو پھر اسکو چھوڑ اور حق تعالے کو طلب کر۔

چون مبارک الخ یعنی جبکہ تجھ پر یہ علوم مبارک نہیں ہے تو اپنے کو بیوقوف بنا لے اور اس منحوس سے گذر جا۔

چون الخ۔ یعنی ملائک کی طرح کہہ دو کہ یا الٰہی ہم اور کچھ نہیں جانتے بجز اوس کے کہ جو آپ نے بتا دیا ہے مطلب انکا یہ ہے کہ بس تفویض اختیار کرو اور عجز و تواضع اختیار کرو کہ اسی سے سب کچھ حاصل ہو جاویگا۔

حیلہ و مکر الخ۔ یعنی اس راہ (حق) مین حیا اور مکر سے کچھ فائدہ نہین ہے اور جو شخص کہ عقل کا مغرور ہوا وہ کو دن ہے یک الخ۔ یعنی اسے صاحب قبول جہل کے اور عقل بو الفضول کے بیان مین ایک حکایت سنو۔ جس سے کہ معلوم ہوگا کہ اس عقل بیہودہ سے تو جہل ہی بہتر ہے آگے ایک حکایت لاتے ہین جسکا خلاصہ یہ ہی کہ ایک اعرابی مالدار اونٹ پر ایک طرف ریگ اور دوسری طرف اناج بھرے ہوے لئے جاتا تھا اور ایک عاقل مفلس پیدل جا رہا تھا اوس نے اس اعرابی سے دریافت کیا کہ اسمین کیا ہی اس نے بتایا کہ ایک طرف ریت ہے اور دوسری طرف اناج ہے اُس نے کہا کہ بھلا ریت کیون بھرا ہی وہ اعرابی بولا کہ چونکہ اونٹ پر دونون طرف بوجھ برابر ہونا چاہیئے اس لیے ایک طرف اناج بھر کر اوس کے ہموزن ریت بھر لیا ہے اوس عاقل نے کہا کہ اگر اناج ہی کو دونون طرف نصف نصف بھر لیتا تو اونٹ بھی ہلکا رہتا اور بوجھ دونون طرف برابر ہو جاتا۔ اوس کو یہ بات بہت پسند آئی غرضکہ اسطرح کرکے شکریہ مین اوس عاقل کو شتر پر سوار کر لیا۔ اثنا گفتگو مین دریافت کیا کہ تمھارے پاس کسقدر اونٹ ہین یا بکریان یا گائین ہین وہ تو مفلس تھا اوس نے سب سے انکار کیا یہ سنکر اوس اعرابی نے اوسکو اونٹ سے اُتار دیا کہ تمھاری عقل جب اسقدر منحوس ہے کہ تمکو مفلس کر رکھا ہے تو اس سے میرا جہل ہی بہتر ہے کہ مین مالدار تو ہون۔ یہ کہکر پھر اوسیطرح ریت بھر لیا کہ مین تیری بات پر عمل بھی نہین کرتا تو دیکھو ایسی عقل سے جہل ہی بہتر ہے آگے حکایت سُنو۔

شرح حبیبی

یک عرابی بار کردہ اشترے
یک جوال زفت از گندم پُرے

وان جوال دیگرش از ریگ پُر
ہر دو را او بار کردہ بر شتر

او نشستہ بر سر ہر دو جوال
یک حدیث انداز کرد او را سوال

از وطن پرسید و آورد ش بگفت
و اندران پرسش بسے دُرہا بسفت

بعد ازان گفتش کہ آن ہر دو جوال
چیست آگندہ بگو مصدوق حال

گفت اندر یک جوالم گندم است
در دگر ریگے نہ قوت مردم است

گفت تو چون بار کردی این رمال
گفت تا تنہا نماند آن جوال

گفت نیم گندم آن تنگ را
در دگر ریز از پے فرہنگ را

تا سبک گردد جوال و ہم شتر
گفت شاباش اے حکیم اہل حُر

اینچنین فکر دقیق و رائے خوب
تو چنین عریان پیادہ در لغوب

رحمش آمد بر حکیم و عزم کرد
کہ بر اشتر بر نشاند نیک مرد

باز گفتش اے حکیم خوش سخن
شمۂ از حال خود ہم شرح کن

اینچنین عقل و کفایت کہ تراست
تو وزیرے یا شہی برگوی راست

گفت این ہر دو نیم از عامہ ام
بنگر اندر حال و اندر جامہ ام

گفت اشتر چند داری چند گاو — گفت نے این ونہ آن ما را مکاو
گفت رختت چیست بارے در دکان — گفت ما را کو دکان و کو مکان
نے زقوت وے زخوت وے قماش — نے متاع و نیست مطبخ نیست آتش
گفت پس از نقد پرسم نقد چند — کہ توئی تنہا رو و محبوب پند
کیمیاے مس عالم با توست — عقل و دانش را گہر تو بر توست
گنجہا بنہادہ باشی در مکان — نیست عاقل تر ز تو کس در جہان
گفت واللہ نیست یا وجہ العرب — در ہمہ ملکم وجوہ قوت شب
پا برہنہ تن برہنہ می دوم — ہر کہ نانے میدہد آنجا روم
مر مرا زین حکمت و فضل و ہنر — نیست حاصل جز خیال و درد سر
پس عرب گفتش کہ رو دور از برم — تا نیاید شومی تو بر سرم
دور بر آن حکمت شومت ز من — نطق تو شومست بر اہل زمن
یا تو آن سو رو و من این سو دوم — ور ترا رہ پیش من وا پس روم
کہ جوالم گندم و دیگر ز ریگ — بہ بود زین حیلہاے مردہ ریگ
احمقی ام بس مبارک احمقی است — کہ دلم با برگ و جانم متقی است

ایک بدوی نے ایک اونٹ پر دو بڑی گونین لاد رکھی تھین۔ ایک تو گیہون سے بھری ہوئی تھی اور دوسری ریتے سے اور خود دونون گونون کے اوپر بیٹھا ہوا تھا کسی شخص نے ان گونون کی بابت سوال کیا۔ مگر اول وطن پوچھا۔ اور اس طرح اس کو گویا کیا۔ اور اس پوچھ گچھ مین بہت اعلے درجہ کی باتین کہین اوس کے بعد پوچھا کہ ان بورون مین کیا بھرا ہے اوس نے جواب دیا کہ ایک مین تو گیہون ہین اور دوسری مین غذائے انسانی نہین بلکہ ریت ہے اس نے سوال کیا کہ ریت کیون بھرا ہے۔ اس نے جواب دیا تا کہ ایک گون خالی نہ رہجائے اور لادی نہ جاسکے اوس نے کہا کہ یہ صورت بہت اچھی ہے کہ نصف گیہون ایک گون مین رہنے دو اور نصف دوسری مین بھر دو تاکہ گون بھی ہلکی ہوجاوے اور اونٹ پر بھی زیادہ بوجھ نہو۔ اوس نے کہا واہ واہ کیا بات فرمائی ہے بیشک یون ہی ہونا چاہئے۔ اچھا آپ یہ تو فرمائیے کہ آپ کی سمجھ اتنی تو باریک ہے اور آپ کی عقل اسقدر اعلے درجہ کی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ آپ پیادہ ہین اور تھک رہے ہین اوسکو حکیم کی اس بُری حالت پر رحم آیا۔ اور چاہا کہ اوسکو اونٹ پر سوار کرے مگر قبل سوار کریکے اوسنے کچھ اور سوالات شروع کئے اور کہا کہ اے خوش گفتار حکیم آپ ذرا کچھ اپنی حالت بھی تو بیان فرمائین اسقدر عقل اور اسقدر استغنا جو آپکو حاصل ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کوئی بادشاہ ہین یا وزیر۔ آپ سچ فرمائین کہ آپ کیا ہین اوسنے کہا نہ مین بادشاہ ہون نہ وزیر۔ بلکہ عامی آدمی ہون تم میری حالت اور میرے کپڑے دیکھ لو۔ اوس نے کہا اچھا بتاؤ کہ تمہارے پاس کتنے اونٹ ہین اور کتنی گائین ہین۔ اوس نے کہا نہ یہ ہین نہ وہ تم میرے متعلق زیادہ تفتیش نکرو۔ اُسنے کہا اچھا آپ یہ فرما دیجیے کہ آپ کی دوکان مین کیا مال ہے۔ اوسنے کہا بھائی

میرے پاس دو کان ہا اور مکان کہان یہان تو نہ کھانا ہے نہ سامان۔ نہ اور کوئی اسباب نہ مال و متاع نہ بار و چھا نہ نہ آس جو وغیرہ خوراک اس نے کہا اچھا اگر آپ کے پاس سامان نہین تو نقدی ہوگی اب بتلاؤ کسقدر نقدی ہے کیونکہ آپ تو یگانۂ روزگار ہین آپکی نصیحت بہت پیاری ہے جو آپ کی عقل و دانش پر دلالت کرتی ہے تمہارے پاس تو ایک ایسی شئے ہے جس سے تم دنیا بھر کا سونا سمیٹ سکتے ہو بلکہ وہ ایک ایسی کیمیا ہو جس سے تمام دنیا کو سونا بنا سکتے ہو کیونکہ عقل و دانش کے موتیون کے تمہارے اندر انبار لگے ہوئے ہین پس تم نے اپنے گھر مین بہت سے خزانے بھر رکھے ہون گے کیونکہ تم سے زیادہ کوئی عقلمند نہین اور تم سے کم عقل والون کے یہان سونے کے انبار رہین تو تمہارے یہان بدرجہ اولے ہون گے اس نے کہا اے سردار عرب واللہ میرے ملک مین تو رات کا کھانا بھی نہین میری حالت تو یہ ہے کہ طلب رزق کے لیے ننگے پاؤن ننگے سر دوڑتا پھرتا ہون۔ اور جہان روٹی ملنے کی توقع ہوتی ہے وہان جاتا ہون مجھے تو اس حکمت اور اس فضل و ہنر سے کچھ بھی فائدہ نہین محض خیالی پلاؤ پکانا اور فضول دردسری ہے یہ سنکر عرب نے کہا کہ جلدی میرے پاس سے دفع ہو ایسا نہو کہ تیری نحوست مجھپر سوار ہو جاوے۔ اس اپنی منحوس حکمت کو میرے پاس سے دور لیجا۔ اور مجھ سے بات بھی نکر کہ تیری گفتار بھی لوگون کے لیے موجب نحوست ہے سیا تو تو اوس طرف جا مین اس طرف جاتا ہون۔ اور اگر تجھے آگے ہی جانا ضروری ہے تو مین واپس ہوتا ہون۔ میری ایک گیہون اور دوسری ریتی کی گون تیری اس ذلیل حکمت سے بہتر ہے اور میری حماقت ہی نہایت مبارک ہے۔ کہ میرے دل کو آرام و راحت اور میری جان کو بلاؤن سے نجات حاصل ہے۔

ایک اعرابی کے گون مین ریت بھرنے کی اور ایک دانشمند کے اسکو ملامت کرنے کی حکایت

شرح شبیری۔ یک عرابی الخ۔ یعنی ایک اعرابی ایک اونٹ پر ایک بہت بڑی گون گیہون کی بھری ہوئی لادے ہوے تھا۔

یک جوال الخ۔ یعنی ایک دوسری گون اوس کی ریت سے بھری ہوئی اور وہ اون دونون کو اونٹ پر لادے ہوئے تھا۔

او نشستہ الخ۔ یعنی وہ خود اون دونون گونون پر بیٹھا ہوا تھا تو ایک بات کرنے والے نے اوس سے سوال کیا۔

از وطن الخ۔ یعنی اوسکا وطن پوچھا اور اوسکو باتون مین لگایا اور اوس پوچھنے مین بہت سے موتی پروئے یعنی چونکہ عقلمند تھا اس لیے اس مین بھی بہت سی کام کی باتین کہین۔

بعد ازان الخ۔ یعنی اس کے بعد اوس سے کہا کہ یہ دونون گونین کس چیز سے بھری ہوئی ہین ٹھیک بتا۔

گفت الخ۔ یعنی اعرابی نے کہا کہ اس ایک گون مین تو گیہون ہین اور دوسری مین ریت ہے کوئی کھانے کی چیز نہین ہے۔

گفت الخ۔ یعنی وہ عاقل بولا کہ تو نے اس ریت کو کیوں لادا ہے تو اعرابی نے کہا کہ تاکہ یہ گون دوسری تنہا نہ رہ جاوے اور اگر اکیلی رہجاویگی تو ایک ہی طرف بوجہ ہونے کی وجہ سے گرجاویگی لہذا اس طرف وزن برابر کرنے کو ریت بھر لیا ہے۔

گفت الخ۔ یعنی عاقل نے کہا کہ اس گون کے نصف گیہوں اوس دوسری میں وزن برابر کرنے کے لیے ڈال دے

تا سبک گردد الخ۔ یعنی تاکہ اونٹ بھی ہلکا ہوجاوے اور گون بھی تو اعرابی بولا کہ اے حکیم اور اہل دورے حرِ شاباش (خوب بات کہی)

اینچنین الخ۔ یعنی باوجود ایسی فکر دقیق اور رائے خوب کے تو اس طرح ننگے پاؤں تھک رہا ہے مطلب یہ کہ ایسا عاقل ہوکر اور اس حالت میں ہے بڑے افسوس کی بات ہے

رحمش آمد الخ۔ یعنی اوس اعرابی کو حکیم پر رحم آیا اور قصد کیا کہ اس کو یہ نیک مرد اونٹ پر بٹھادے دیہ قصد کیا اور بٹھا لیا۔

باز گفتش الخ۔ یعنی پھر اوس سے کہا کہ اے حکیم خوش سخن کچھ اپنا حال بھی تو بیان کرو۔

اینچنین الخ۔ یعنی ایسی عقل اور کفایت کہ تجھے ہے سچ بتا کہ تو وزیر ہے یا بادشاہ ہے یہ بیچارا سمجھا کہ اتنا عاقل ہو تو ضرور ہے کہ دنیاوی عہدوں وغیرہ میں سے ضرور کسی عہدہ ممتاز پر ہے اس لئے پوچھا اوس عاقل نے جواب دیا کہ

گفت الخ۔ یعنی عاقل نے کہا کہ میں تو وہ دونوں نہیں ہوں میں تو عوام میں سے ہوں۔ تو میری حالت کو اور کپڑوں کو تو دیکھ جب یہ جواب سنا تو سمجھا کہ خیر وزیر وغیرہ نہیں ہے تو رئیس تو ضرور ہے اس لئے پوچھا کہ

گفت اشتر الخ۔ یعنی اعرابی نے کہا کہ اچھا اونٹ اور گائیں کتنی ہیں عاقل نے کہا کہ (میرے پاس) نہ یہ ہے اور نہ وہ ہے ہم سے کاوش مت کر جب دیاست سے بھی انکار ہوا تو سمجھا کہ کوئی بڑا تاجر ہوگا اس لیے دریافت کیا۔

گفت الخ۔ یعنی اعرابی نے کہا کہ اچھا دوکان میں اسباب کسقدر ہے عاقل نے کہا کہ میاں ہماری کہاں دوکان اور کہاں مکان یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔

نیست الخ۔ یعنی نہ روزی ہے اور نہ اسباب ہے اور نہ عمدہ کپڑے ہیں اور نہ مال ہے اور نہ بادرچیخانہ ہے اور نہ سالن ہی غرض کہ بالکل مفلس کورے ہیں یہ سنکر اوس کو خیال ہوا کہ شاید نقد روپیہ ضرور ہوگا اس لیے سوال کیا کہ

گفت الخ۔ یعنی اعرابی نے کہا کہ اچھا میں نقد سے سوال کرتا ہوں کہ نقد کسقدر ہے اس لیے کہ تو تنہا جارہا ہے اور محبوب پسند ہے لہذا ایسے کے پاس کچھ نہ کچھ تو ضروری ہوگا۔

کیمیائے الخ۔ یعنی تیرے پاس اس عالم کے مس کی کیمیا ضرور ہے جبکہ عقل و دانش کے موافق اسقدر تو بڑی ہے تو ظاہری موتی اور سونا چاندی تو کسقدر ہوگا۔

گنجہا الخ۔ یعنی تو نے ہر مکان میں خزانے رکھے ہوں گے اس لیئے کہ تجھسے زیادہ تو کوئی جہان میں عاقل ہی نہیں

گفت الخ۔ یعنی عاقل نے کہا کہ اے عرب کے سردار خدا کی قسم میری ساری ملک میں رات کی روزی بھی نہیں ہے۔

پا برہنہ الخ۔ یعنی میں ننگے پاؤں اور ننگے بدن پھرتا ہوں اور جو کوئی روٹی دے وہیں چلا جاتا ہوں۔

مر مرا الخ۔ یعنی مجھے اس حکمت اور فضل اور ہنر سے بجز خیال اور دردِ سر کے اور کچھ حاصل نہیں ہے۔

پیس الخ - یعنی عرب نے کہا کہ میرے پاس سے دور ہو تا کہ تیری نحوست کہین میرے اوپر نہ ہو سے -
دور بر آن الخ - یعنی اس اپنی حکمت منحوس کو مجھ سے دور لیجا کہ تیرا علم اہل زمانہ کے لیے منحوس ہے - اگر عاقل
یہ جانتا کہ یہ گت بنےگی تو شاید کہدیتا کہ مین بڑا مالدار ہون مگر بیچارہ کو کیا خبر تھی اور یہ اعرابی یا تو اسقدر معتقد
تھا جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور یا اسقدر نفرت ہوئی کہ کہتا ہے کہ -
یا تو آن سو الخ - یعنی یا تو تو اس طرف جا تو مین اس طرف جاتا ہون - اور اگر تیرا رستہ آگے ہو تو مین واپس جاتا ہون - غرضکہ
اب تو ساتھ چلنا بھی گوارا نہین ہے -
یک الخ - یعنی میری ایک گون گیہون کی اور دوسری ریت کی تیری ان ذلیل باتون سے بہتر ہے - مردہ ریگ
اصل مین مال میراث کو کہتے ہین مگر چونکہ مفت ملجانے کی وجہ سے اوسکی قدر کسی کے نزدیک نہین ہوتی اور وہ ذلیل
ہوتا ہے اس لیے اب ذلیل بات کو مردہ ریگ کہنے لگے ہین -
کین جوال الخ - یعنی کہ یہ ایک گون گیہون کی اور ایک ریت کی یقیناً تیرے اس علم سے بہتر ہین اسے ذلیل و خوار
اس لیے کہ اس کے ذریعہ مجھے روٹی تو ملتی ہے -
احمقی ام الخ - یعنی میری حماقت مبارک حماقت ہے کہ میرا دل خوش ہے میری جان (بلاؤن سے) بچی ہوئی ہے -
تو دیکھو جسطرح کہ اس اعرابی کے نزدیک اس شخص کا علم و ہنر سب بیکار تھا اسی طرح اولیاء کرام کے نزدیک علم معاش
و علم ظاہری بیکار اور فضول ہوتا ہے آگے مولانا فرماتے ہین کہ -

شرح حبیبی

گر تو خواہی کت شقاوت کم شود — جہد کن تا از تو حکمت کم شود
حکمتے کز طبع آید و ز خیال — حکمتِ بے فیض نور ذوالجلال
حکمت دنیا فزاید ظن و شک — حکمت دینی برد فوق فلک
روبہان زیرک آخر زمان — برفزوده خویش بر پیشینیان
حیلہ آموزان جگرہا سوختہ — حیلہ ہا و مکرہا آموختہ
صبر و ایثار و سخائے نفس و جود — باد داده کان بود اکسیر سود
فکر آن باشد کہ بکشاید رہے — راه آن باشد کہ پیش آید شہے
شاہ آن باشد کہ از خود شہ بود — نے بمخزنہا و گوہر شہ بود
تا بماند شاہے او سرمدی — ہمچو عز و ملک دین احمدی
تا قیامت نیست شرعش را زوال — گشتہ دور از ملک او عین الکمال

جب تجھے حکمت دنیوی کی حقیقت معلوم ہو گئی کہ یہ جہل دنیوی سے بھی من کل الوجوہ افضل نہین تو اسے حکمت دینی
سے تو کیا ہی نسبت ہو سکتی ہے - لیس اگر تو چاہتا ہے کہ تیری شقاوت دینی کم ہو تو اسکی کوشش کر کہ یہ
حکمت اور روشن خیالی کم ہو - یعنی وہ حکمت جو طبع و خیال سے پیدا ہوتی ہے اور جو نور حق سے مستفاد نہین اس لیے

کہ حکمت دنیوی سے تو ظنون فاسدہ و شکوک و شبہات ہی بڑھتے ہین اور دینی کوئی فائدہ نہین ہوتا۔ ہان حکمت دینی آدمی کو عروج روحانی کے لحاظ سے آسمان سے اوپر پہونچا دیتی ہے۔ اور دولت باطنی سے مالا مال کر دیتی ہے۔ اس آخر زمانہ کی عقلمند لومڑیون کی یہ کیفیت ہے کہ اپنے کو سلف سے اعلیٰ سمجھتے ہین یہ مکر سکھنے والے نہایت دل سوزی کر کے حیلے اور مکر سیکھتے ہین اور صبر ایثار امانت نفس سخاوت جو منافع کے لیے اکسیر ہین ان سب کو کھو بیٹھے ہین حالانکہ فکر معاش کوئی حقیقی فکر نہین فکر وہ ہے کہ جس سے رستہ کھلے اور رستہ بھی وہ جس سے کوئی بادشاہ ملے اور بادشاہ وہ ہو جو اپنی ذات سے بادشاہ ہو اور متعارف خزانون اور موتیون سے بادشاہ نہوا ہو۔ تاکہ اوسکی سلطنت ازلی و ابدی ہو۔ جس طرح کہ عزت احمدیؐ اور ملک و دین احمدی دائمی ہین کہ اونکی شریعت کو تا قیامت زوال نہین۔ اور انکی سلطنت سے چشم بد بالکل دور ہے۔ اچھا اہل اللہ کی بادشاہت کا ایک قصہ سن جس سے تجھے بیان بالا کی تصدیق ہو۔

شرح شبیری گر تو خواہم۔ یعنی اگر تم چاہتے ہو کہ تم سے یہ شقاوت کم ہو جاوے تو مجاہدہ کرو تا کہ علم ظاہری تم سے کم ہو۔ حکمتے الخ۔ یعنی جو علم کہ طبیعت سے پیدا ہوا اور خیال سے اور جو حکمت کہ بے فیض نور ذو الجلال سے ہو اوسکو مجاہدہ اور ریاضت کر کے نکالو۔ تا کہ علوم و معارف تمھارے اندر پیدا ہون سا اور فرماتے ہین کہ۔

حکمت الخ۔ یعنی علم دنیا تو ظن و شک کو بڑھاتا ہے اور حکمت دینی فلک کے اوپر لیجاتی ہے۔

روبہان الخ۔ یعنی یہ آخر زمانہ کی عقلمند لومڑیان اپنے کو سلف پر بڑھاتی ہین مطلب یہ کہ مولانا اپنے زمانہ کے لوگون کو جو علوم دنیا سیکھتے تھے فرماتے ہین کہ یہ مکار لوگ ایسے ہین کہ اپنے کو پہلون سے ترجیح دیتے ہین مولانا تو اپنے زمانہ کے لوگو نکو فرمارہے ہین مگر سچ یہ ہے کہ آجکل لوگون کی جو تعلیم یافتہ ہین یہی حالت ہے جیسا کہ ظاہر ہو رہا ہے۔

حیلہ الخ۔ یعنی حیلے سکھانے والے اور جگر سوختہ اور خود حیلے اور مکر سیکھے ہوئے ہین۔ جگر سوختہ ہونے سے مراد مشقت کسب دنیا کی کہ ترقی ترقی پکار رہے ہین اور اسکے لیے لاکھون حیلے کرتے ہین اور دوسرون کو سکھاتے ہین آجکل یہ بات بالکل صادق ہے۔

صبر و الخ۔ یعنی صبر ایثار و سخائے نفس اور بخشش کو برباد کر دیا ہے کہ یہی نفع کی اکسیر تھی مطلب یہ کہ ان لوگون نے اخلاق حمیدہ کو برباد کیا ہے حالانکہ یہی ایسی چیزین ہین جو کہ نافع دین و دنیا ہین اور فرماتے ہین کہ۔

فکر آن الخ۔ یعنی فکر وہ ہوتا ہے جس سے کہ ایک رستہ کھلجاوے اور راستہ وہ ہو کہ اوس کے آگے بادشاہ ملے۔ مطلب یہ کہ اصل فکر تو وہ ہو کہ جس سے راہ حق روشن ہوجاوے اور راستہ ملجاوے کہ جسپر چلنے سے حق تعالےٰ ملجاوین۔ اور وہ وہ راستہ ہے جسکو قرآن شریف مین صراط مستقیم سے تعبیر کیا گیا ہو کہ ارشاد ہے ان ربی علےٰ صراط مستقیم کہ صراط مستقیم پہ چلنے سے حق تعالےٰ ملتے ہین۔ اس آیت کی یہی تفسیر سہل اور قریب ہے۔ تو اصل تو وہی فکر اور وہی کسب اور وہی طلب ہے کہ جس سے وصول الی اللہ حاصل ہو اور جب یہ نہین تو وہ کچھ بھی نہین جیسے کہ کسب دنیا وغیرہ کہ بالکل فضول ہو اس لیے کہ اوس سے دین کا کوئی فائدہ ہی نہین اور معتبر وہی ہو کہ جسمین فائدہ دین کا ہو آگے فرماتے ہین کہ شاہ آن الخ۔ یعنی بادشاہ تو وہ ہوتا ہے جو کہ خود بادشاہ ہو نہ کہ خزانون اور موتیون کی وجہ سے بادشاہ ہو غرض بالا

ہین بادشاہ سے مراد حضرت حق ہے اور اسمین بادشاہ صاحب یعنی حضرات اولیاء اللہ ہین مطلب یہ کہ جو کسی کے بنائے بادشاہ ہین کہ جب تک وہ ہین اسوقت تک یہ بادشاہ بھی ہین اور جب وہ نہین تو یہ بھی نہین تو یہ بادشاہ ہی کیا ہوئے۔ جیسے کہ بادشاہ دنیا کہ اگر اون کے پاس فوج پلٹن وغیرہ ہے تو وہ بادشاہ ہین ورنہ کچھ بھی نہین تو یہ اصل مین بادشاہ ہی نہین ہین بلکہ بادشاہ وہ ہین جنکو ان چیزون کی پروا نہو بلکہ وہ مستقل بادشاہ ہون جیسے کہ حضرات اولیاء اللہ کہ اون کے تمام عالم تابع ہوتا ہے۔ اور یہ کوئی دعوی ہی نہین ہے بلکہ کھلی آنکھون سے دیکھ لو کہ جس طرح مخلوق ان حضرات کے تابع ہے ان شاہان دنیا کے اس طرح کہین بھی تابع نہین ہے۔

تا بیامد الخ۔ یعنی یہانتک کہ اونکی بادشاہی ہمیشہ رہتی ہے مثل عزت اور ملک اور دین احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تا قیامت الخ۔ یعنی قیامت تک حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع کو زوال نہین ہوا اور آپ کے ملک سے نظر بد دور کی گئی ہے چونکہ نظر بد کمال کی وجہ سے لگا کرتی ہے کہ جہان کمال ہوتا ہے وہین نظر بد بھی لگتی ہے اس لیے نظر بد کو بھی عین الکمال کہنے لگے ہین۔ مطلب یہ کہ ان حضرات کی بادشاہی وہ ہوتی ہے کہ اوس کو کبھی زوال ہی نہین ہوتا۔ جیسے کہ دین احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک زوال نہین ہے۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے جسکا دل چاہے دیکھ لے کہ حضرات اولیاء اللہ کی بادشاہی بے شک لازوال ہوتی ہے آگے حضرت ابراہیم ابن ادہم کی حکایت بیان فرماتے ہین کہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بے شک اصلی بادشاہی حضرات اہل اللہ ہی کی ہے۔

شرح حبیبی

ہم زنا براہیم ادہم آمدست	کو زراسے بر لب بحرے نشست
دلق خود می دوخت آن سلطان جان	یک امیرے آمد آنجا ناگہان
آن امیر از بندگان شیخ بود	شیخ را بشناخت وسجدہ کرد زود
خیرہ شد در شیخ واندر دلق او	گشتہ دیگرگون زخلوت خلق او
کو رہا کرد آنچنان ملک شگرف	برگزید از فقر بس باریک حرف
ترک کردہ ملک ہفت اقلیم را	میزند بر دلق سوزن چون گدا
ملک ہفت اقلیم ضائع میکند	چون گدا بر دلق سوزن میزند
شیخ واقف گشت از اندیشہ اش	شیخ چون شیرست دلہا بیشہ اش
چون رجا وخوف در دلہا روان	نیست مخفی بروے اسرار نہان
دل نگہدارید اے بیحاصلان	در حضور حضرت صاحبدلان
پیش اہل تن ادب بر ظاہرست	کہ خدا زایشان نہان را ساترست
پیش اہل دل ادب بر باطن است	زانکہ دلشان بر سرائر فاطن است

تو نگلسی پیش کوران بهر جاه
پیش بینایان کنی ترک ادب
چون نداری فطنت و نور هدی
پیش بینایان حدث در روی مال
شیخ سوزن زود در دریا فگند
صد هزاران ماهیے اللہیے
سوزن زرین دران دندان او
سر بر آوردند از دریاے حق
گفت الٰہی سوزن خود خواستم
ماہیئے دیگر بر آمد در زمان
رو بدو کرد و بگفتش اے امیر
این نشان ظاهرست این هیچ نیست
سوئے شهر از باغ شاخے آورم
خاصه باغے کاین فلک یک برگ اوست
بر نمی داری سوئے آن باغ گام
تا که آن بو جاذب جانت شود
تا که آن بو سوئے بستانت کشد
چشم نابینات را بینا کند
گفت یوسف ابن یعقوب نبی
بهر این بو گفت احمد در عظات
پنج حس در یکدگر پیوسته اند
قوت هر یک قوت باقی شود
دیدن دیده فزاید عشق را
صدق بیداری هر حس مے شود
چون یکے حس در روش بکشاد بند
چون یکے حس غیر محسوسات دید
چون ز جو جست از گله یک گوسفند
گوسفندان حواست را بران
تا در انجا سنبل و ریحان چرند

با حضور آبی نشینی پایگاه
تا ز شهوت را ازان گشتی حطب
بهر کوران روے را میزن جلا
تا ز گم کن با چنین گندیده حال
خواست سوزن را بآواز بلند
سوزن زر بر لب هر ماہیے
که بگیر اے شیخ سوزنهاے هو
که بگیر اے شیخ سوزنهاے حق
داده از فضلت نشان را استم
سوزن او را گرفته در دهان
ملک دل به یا چنان ملک حقیر
باطنے جوے و بظاهر بر مایست
باغ و بستان را کجا آنجا برند
بلکه آن مغزست و این عالم چو پوست
بوے افزون جو و کن دفع زکام
تا که آن بو نور چشمانت شود
و انماید مر ترا راه رشد
سینه ات را سینهٔ سینا کند
بهر بو القوا علے وجه ابی
دائما قرة عینی فی الصلوات
رسته این هر پنج از اصل بلند
مابقی را هر یکے ساقی شود
عشق در دیده فزاید صدق را
حسها را ذوق مونس مے شود
مابقی حسها همه مبدل شوند
گشت غیبے بر همه حسها پدید
پس بپایے جمله زانسو بر جهند
در چرا از اخرج المرعی چراان
تا بگلزار حقائق ره برند

تا یکایک سوئے آن جنت رود	ہر حسن ثبت ہما شود دلو

ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے کہ وہ ایک راستہ مین لب دریا پر بیٹھے ہوئے تھے اور اپنی گدڑی سی رہے تھے۔ اتفاقاً وہان ایک امیر آ پہنچا اور وہ امیر شیخ علیہ الرحمۃ کے غلامون مین سے تھا لہذا اوس نے حضرت شیخ کو پہچانا اور آداب شاہی بجالایا چونکہ حضرت شیخ کی نہ وہ شکل وصورت رہی تھی اور نہ وہ مزاج لہذا وہ شیخ اور ان کی گدڑی کو دیکھکر متحیر ہوگیا کہ اللہ یہ وہی بادشاہ ہین جنھون نے ایسا عجیب ملک چھوڑا اور فقر اور گوشۂ تاریک کو اختیار کیا اور سلطنت ہفت اقلیم کھو کر فقیرون کی طرح گدڑی سی رہے ہین۔ حضرت شیخ اوسکے اس خطرہ پر مطلع ہوئے کیونکہ وہ ایک شیر ہین اور قلوب انکا جنگل ہین جسطرح شیر اپنے بیشہ سے واقف ہوتا ہے یون ہی شیخ بھی جیاہا۔ یا علام حق سبحانہ اسرار قلوب سے واقف ہوجاتے ہین اور خوف و امید کی طرح دلون کی سیر کرتے ہین لہذا اہل ایسی حالت مین اسرار خفیہ مخفی نہین رہتے لیکن یہ حالت دائمی نہین ہوتی پس اے لوگو تم اہل دل کے حضور مین اپنے دلون کا خیال رکھا کرو کہ انہین خیالات فاسدہ نہ آنے پائین۔ کیونکہ تن پرور لوگون کے سامنے تو اصلاح ظاہر کی ضرورت ہے کیونکہ حق سبحانہ نے اسرار کو ان پر مخفی رکھا ہے اور اہل باطن کے سامنے اصلاح باطن ضروری ہے کیونکہ اون کے قلوب اسرار پر مطلع ہوجاتے ہین ہونا تو یہ چاہئے مگر اس کے برعکس تم اندھون کے سامنے تو بحضور دل آتے ہو اور پائینتون بیٹھتے ہو اور بیناؤن کے سامنے ادب ترک کرتے ہو۔ اسی لئے آتش ہوی کا ایندھن بنگئے ہو اور تمھاری ہوا و خواہشات نفسانیہ ترقی پر ہین جب تمھارے اندر زیرکی اور نور ہدایت نہین ہے بلکہ تم کودن اور ظلمات نفسانیہ مین مبتلا ہو تو تمھارا فرض یہ ہو کہ اندھون کے لیے تو ظاہر کو آراستہ کرو اور بیناؤن کے سامنے اپنے عیبو ظاہر کرو۔ اس گندہ حالت پر تم کو ناز زیبا نہین ہی۔ خیر شیخ نے سوئی دریا مین پھینکدی اور بلند آواز سے سوئی مانگی لاکھون خدا کی مچھلیان سونے کی سوئیان ہونٹون اور دانتون مین لئے ہوئے دریائے جود حق سبحانہ سے یادریائے مخلوق حق سبحانہ سے یہ کہتی ہوئی نکلین کہ اے شیخ حق سبحانہ کی عطا کردہ سوئیان لیجیے۔ اونھون نے عرض کیا کہ حق سبحانہ مین نے تو اپنی سوئی مانگی تھی اپنے فضل سے مجھے اسکا صحیح پتہ دیدیجیے اس پر فوراً ہی اور ایک مچھلی سوئی منہ مین لئے ہوئے نکلی۔ شیخ اوس امیر کی طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اے امیر بتلاؤ ملک دل بہتر ہے یا وہ معمولی ملک۔ اب مولانا فرماتے ہین کہ یہ تو ملک دل کی ایک ظاہری نشانی ہے جو عوام کے سمجھانے کے لیے ہے ورنہ فی نفسہ یہ کوئی قابل وقعت شئے نہین ہے تم اس پر قناعت نہ کرنا بلکہ کمالات باطنی معرفت حق سبحانہ رضا تسلیم وغیرہ وغیرہ تلاش کرنا۔ نشان ظاہری تو ایک نمونہ ہے اس سلطنت کا جو دکھلانے کیلیے ہے ورنہ وہ سلطنت تو دوسری ہی چیز ہے اب تم اوس سلطنت کو ایک باغ فرض کرو اور سمجھو کہ جسطرح باغ کو لوگون کے دکھلانے کے لیے شہر مین نہین لاسکتے۔ بلکہ اسکی شاخ وغیرہ لاتے ہین یون ہی عوام کو وہ سلطنت نہین دکھلا سکتے۔ بلکہ اوس کی شاخ یعنی کشف وکرامات دکھلائی جاسکتی ہین کیونکہ جب یہ باغ اس قابل نہین کہ شہر مین لاکر لوگون کو دکھلایا جاسکے تو وہ باغ جسکے سامنے آسمان پتے کی طرح بے حقیقت بلکہ اس مغز کے مقابلہ مین پوست ہے کیونکر دکھلایا جاسکتا ہو ارسنے تو اس باغ کی طرف قدم کیون نہین بڑھاتا۔ اپنے دماغ سے زکام دور کرا ور ترک معاصی سے قوت شامہ باطنیہ

کی اصلاح کر اور سونگھنے کی قوت بڑھا اور اپنے اندر ذوق و شوق پیدا کر تاکہ یہ بو تیری جان کو اس طرف کھینچے اور وہ بو تیری آنکھوں کو منور کر دے اور تاکہ وہ بو تجھے اوس باغ کی جانب کھینچے اور تجھے راہ ہدایت دکھلائے تیری نابینا آنکھوں کو روشن کرے۔ اور نور بصیرت بخشے اور نور حق سبحانہ سے تیرے سینہ کو کوہ طور کی سینہ کیطرح منور کر دے۔ تمکو متعجب نہونا چاہیئے کہ بو کو آنکھوں کے روشن کرنے سے کیا علاقہ۔ کیونکہ یہ مشاہدہ کا ذکر ہے۔ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میرا کرتہ میرے ابا جان کے منہ پر ڈالدینا کہ وہ اس سے میری بو سونگھیں اوس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بینا ہو گئے تھے۔ نیز چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اسی بو کو سونگھتے تھے اسی لیے فرماتے تھے کہ نماز میں میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ بو کا اثر آنکھوں تک پہونچا ہے راز اسکا یہ ہے کہ لطائف پنجگانہ قلب روح نجاجی۔ سر خفی۔ اخفی سب کو آپسمیں ایک دوسرے سے تعلق ہے اور ایک ہی اصل معنی روح سراجی اور روح اعظم سے نکلے ہیں۔ اگرچہ آثار میں اختلاف ہے کہ قلب کی غذا ذکر ہے۔ اور روح کی غذا حضور سر کی غذا مکاشفہ اور خفی کی غذا شہود و فنا اور اخفی کی غذا فناء الفنا ہے لیکن ہر ایک کی غذا دوسرے کی تقویت کا ذریعہ بنتی ہے۔ اور ہر ایک باقی کو سیراب کرتی ہے۔ اس کو یوں سمجھو کہ آنکھ کا کام دیکھنا ہے لیکن اس سے دل پر اثر پڑتا ہے اور محبت بڑھتی ہے یہ تو آنکھ کا اثر دل پر تھا اب دل کا اثر آنکھ پر سنو وہ یہ کہ عشق آنکھ کے اندر صدق نظر پڑ جاتا ہے۔ اور وہ صدق تمام حواس کی بیداری کا سبب بنجاتا ہے اور سب کے اندر ذوق پیدا ہو جاتا ہے غرض جب ایک حس سے قید تعطل اوٹھ جاتی ہے تو تمام حواس کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ یوں ہی جب ایک لطیفہ غیر محسوسات کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے تو تمام لطائف پر امور غیبیہ منکشف ہونے لگتے ہیں اس کی ایسی مثال سمجھو جیسے ایک بھیڑ کول پر کود جائے تو تمام بھیڑیں ایک ایک کر کے اوس طرف کو دجائینگی۔ جبکہ یہ لطائف پنجگانہ بھیڑیں ہیں تو انکو ہانک بیچل اور اخرج المرعے یعنی غذا روحانی کی چراگاہ میں چراتا کہ یہ وہاں غذا روحانی کا سنبل وریحان چریں۔ اور حقائق و معارف کے باغیچہ میں پہونچ جائیں اور تمھاری ہر حس مثل پیغمبر کے ان حواس کو اوس جنت حقائق و معارف میں پہونچا دے۔

حضرت ابراہیمؒ ابن ادہم کی کرامات لب دریا پر

شرح شبیری - ہم ز ابراہیم الخ۔ یعنی حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ سے مروی ہے کہ وہ راستہ میں لب دریا پر بیٹھ گئے تھے۔

دلق خود الخ۔ یعنی وہ بادشاہ معنوی اپنی گدڑی سی رہے تھے کہ اتنے میں ناگاہ ایک امیر آگیا۔

آن الخ۔ یعنی وہ امیر شیخ کے غلاموں میں سے تھا تو اوسنے شیخ کو پہچانا اور جلدی سے تعظیم بجا لایا۔ چونکہ شیخ پہلے بادشاہ تھے اس لیے اوس زمانہ کا کوئی غلام تھا وہ اس وقت اس حالت میں شیخ سے ملا۔

شکل دیگر الخ - یعنی حضرت کے اخلاق اور صورت سب دوسری طرح کی ہو گئی تھین تو وہ امیر شیخ مین اور اونکی گدڑی مین حیران رہگیا - اور سوچا کہ -

کور ہا الخ - یعنی کہ انھون نے ایسا ملک عظیم چھوڑ دیا اور اس فقر کو ان باریک حروف کو قبول کر لیا - اوس حالت شاہی کو حروف جلی سے تشبیہ دیکر اس فقر کی حالت کو حروف باریک سے تشبیہ دی مقصود یہ ہو کہ اوس امارت کو چھوڑ کر انھون نے یہ حالت اختیار کر لی ہے بس امیر کو افسوس ہوا -

ترک کرد الخ - یعنی اونھون نے ہفت اقلیم کی سلطنت کو ترک کر دیا اور اب فقیرون کی طرح گدڑی سی رہے ہین -

ملک الخ - یعنی ملک ہفت اقلیم کو ضائع کر دیا - اور اب فقیرون کی طرح گدڑی سی رہے ہین - بڑے افسوس کی بات ہے -

شیخ واقف الخ - یعنی شیخ اوس کے اس وسوسہ پر مطلع ہوئے (مولانا فرماتے ہین کہ) شیخ شیر کی طرح ہے اور قلوب جنگل کی طرح ہین - تو جسطرح شیر کو اپنے جنگل کی خبر ہوتی ہو کہ یہان پانی ہے یہان شکار ہے اور یہان درخت ہے وغیرہ وغیرہ اسی طرح احیانا اولیاء اللہ کو بھی اسرار و ساوس قلوب پر حق تعالے کے مطلع کرنے سے اطلاع ہو جاتی ہے -

چون الخ - یعنی رجا و خوف کی طرح وہ قلوب مین دوان ہوتے ہین اور ان سے (احیانا) اسرار پوشیدہ مخفی نہین رہتے مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ انسان کے دل مین خوف و رجا وغیرہ سرایت کر جاتے ہین اسیطرح بعض مرتبہ حق تعالے ان حضرات کو بھی اسرار قلوب کی اطلاع فرما دیتے ہین تو جب یہ بات ہے تو آگے نصیحت فرماتے ہین کہ -

دل نگہدارید الخ - یعنی اے بیجا صلو صاحبدلون کی درگاہ مین دل کی حفاظت کیا کرو - مطلب یہ کہ جب احیانا امور مخفیہ پر اطلاع ہو جاتی ہے اور اسرار قلوب معلوم ہو جاتے ہین تو چاہئے کہ ان حضرات کی خدمت مین جا کر قلوب کو خیالات فاسدہ مثل معاصی وغیرہ کے خیالات سے پاک رکھو - اور ان حضرات کی خدمت مین بیٹھکر خود ایسے خیالات کو سوچو مت ہان اگر وسوسہ کے درجہ مین آوین تو وہ مضر بھی نہین - اس لیے کہ جس درجہ کا خیال ہوتا ہے ان حضرات کو ویسا ہی کشوف بھی ہوتا ہے اگر وسوسہ کے درجہ مین نہین ہے تو ایسا ہی کشوف ہوگا اور اگر خود سوچتا ہے تو ویسا معلوم ہوگا خوب یاد رکھو لہذا ان حضرات کی خدمت مین قلب کی حفاظت کیا کرو آگے فرماتے ہین کہ -

پیش اہل الخ - یعنی اہل ظاہر کے سامنے تو ادب صرف ظاہری ہی ہے اس لئے کہ حق تعالے اون سے (مخفیات کو) چھپانے والا اور پوشیدہ رکھنے والا ہے - مصرعہ ثانی مین یہ کہنا کہ حق تعالے اون سے پوشیدہ رکھتا ہے اسپر دال ہے کہ اہل دل کو بھی جو معلوم ہوتے ہین وہ بھی حق تعالے کے بتلانے سے ہی معلوم ہوتے ہین اون کو خود اس قدر قدرت نہین ہے کہ معلوم کر سکین بلکہ جب حق تعالے چاہین مطلع فرماوین -

پیش الخ - یعنی اہل دل کے سامنے ادب باطن پر ہے اس لئے کہ اون کا دل مخفی امور کو تاڑنے والا ہے مطلب یہ کہ چونکہ ان حضرات کو بعض مرتبہ امور مخفیہ پر اطلاع بھی ہو جاتی ہے اس لیے چاہئے کہ ان حضرات کی خدمت مین آداب باطنی کا لحاظ رکھین۔

تو بعکسی الخ - یعنی تو اس کے برعکس ہے کہ اندھون کے سامنے جاہ کی وجہ سے باحضور (قلب) آتا ہو اور پست جگہ بیٹھ جاتا ہے۔

پیش بینایان الخ یعنی آنکھون والون کے سامنے ترک ادب کرتے ہو تو اسی لیے تو تم نار شہوت کے ایندھن بن رہے ہو۔

چون نداری الخ - یعنی جبکہ تم زیرکی اور نور ہدا نہین رکھتے تو اندھون کے لیے تو اپنے چہرہ کو جلا دو۔

پیش الخ - یعنی آنکھون والون کے سامنے ناپاکی منھ کو بل لو اور اس گندہ حالی کے ہوتے ہوئے ناز کم کرو مطلب یہ ہے کہ جب تمھارے اندر نور ہدا اور وہ فطانت نہین ہے تو تم یہ کرو کہ اہل ظاہر کے سامنے تو خوب اچھی طرح رہو اور اپنے عیوب کو بھی پوشیدہ رکھو ہان تکبر مت کرو۔ اور اہل اللہ کے سامنے آکر اپنے عیوب کو ظاہر کرو۔ اور عجز و انکسار اختیار کرو۔ کہ یہ تمھارا علاج کر دین گے اور اندر تو گندگی بھری ہے اب کیا منھ لیکر تم ناز کرتے ہو اور شیخی بگھارتے ہو ہان جو اندھے ہین اون کے سامنے بے شک تمھاری یہ شیخی چل جاوے گی مگر جو اندھے نہین وہ تو دیکھ لین گے اس سے بہتر ہے کہ خود ظاہر کر کے اون سے اس کا علاج ہی دریافت کرو۔ آگے شیخ کے قصہ کو بیان فرماتے ہین کہ جب اونکو امیر کے اس وسوسہ پر اطلاع ہوئی تو انھون نے یہ کیا کہ۔

شیخ الخ - یعنی شیخ نے اپنی سوئی دریا مین پھینکدی اور پھر (حق تعالے سے) باآواز بلند اپنی سوئی مانگی یعنی دعا کی۔ کہ یا الٰہی میری سوئی دیدیجیے۔

صد ہزاران الخ - یعنی لاکھون اللہ کی مچھلیون نے کہ ہر مچھلی ایک سونے کی سوئی منہ مین لئے تھی۔

سر برآوردند الخ - یعنی انھون نے حق تعالے کے دریا سے سر نکالا۔ (اور کہا) کہ اے شیخ یہ حق تعالے کی سوئیان لیجیے۔

گفت الخ - یعنی عرض کیا کہ اے اللہ مین نے اپنی وہی سوئی مانگی تھی اور آپ نے اپنے فضل سے نشان راست مجھے دیدیا ہو مطلب یہ کہ آپکے فضل کی یہ علامت ہو کہ ایک کے بدلہ مین اسقدر ملتی ہین مگر مجھے تو میری وہی سوئی عنایت فرما دیجیے۔

ماہیے دیگر الخ - یعنی ایک اور مچھلی اوسی وقت نکلی اور اونکی وہی سوئی منہ مین لئے ہوئے تھی۔

رو بدو کرد الخ - یعنی اوس امیر کی طرف منھ کر کے فرمایا کہ اے امیر ملک دل بہتر ہے یا یہ ملک حقیر (بہتر ہے) اب چونکہ مولانا تو محقق اور کامل ہین اس لئے ایک شبہ کا آگے ازالہ فرماتے ہین وہ یہ کہ عوام کو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ یہی بزرگی کی بھی علامت ہے اور بے اس کے بزرگ ہی نہین ہوتا۔ اسلیے آگے اس کا جواب فرماتے ہین کہ۔

این نشان الخ - یعنی یہ تو ایک ظاہری نشانی ہے کچھ نہین ہے باطن کو تلاش کرو اور ظاہر پرست کھڑے ہو مطلب یہ کہ یہ کرامت وغیرہ تو ان حضرات کے کمال کی ایک ظاہری نشانی ہے ورنہ کہین باطنی کمالات کو یہ تھوڑا ہی پہونچ سکتا ہے تو ان ظاہری باتون پر مت جاؤ بلکہ دولت باطنی کو حاصل کرو - آگے اس کی ایک مثال ہے اور خوب ہے فرماتے ہین کہ -

سوئے شہر از الخ - یعنی شہر مین باغ سے ایک شاخ لاتے ہین کیونکہ باغ و بستان کو وہان کہان لیجاوین مطلب یہ کہ دیکھو باغ مین سے شہر مین ایک پھول یا ایک پھل وغیرہ لاتے ہین کہ جس سے کہ دوسرے کو اندازہ ہوجاتا ہے کہ جس باغ کا یہ پھل پھول ہے وہ ایسا ہوگا - اسی طرح عالم غیب کے جو کمالات ہین یہ کرامات وغیرہ اون مین سے ایک پھل پھول ہے اس سے دیکھ لو کہ وہ اصل کیا کچھ ہوگا ورنہ کوئی سارے باغ کو لاکر تھوڑا ہی سامنے رکھتا ہے تو جب اس باغ دنیا کو ساری کو کوئی لاکر نہین دکھا سکتا تو بھلا اوس باغ عالم غیب کو تو سارے کو کون دکھا سکتا ہے اسی کو فرماتے ہین کہ -

خاصہ باغے الخ - یعنی خاصکر وہ باغ کہ یہ آسمان اوسکا ایک چھا ہے بلکہ وہ مغز ہے اور یہ جہان مثل پوست کے ہے پھر اسکو پورے کو کون دکھا سکتا ہے -

بر نمی داری الخ - یعنی تم اوس باغ کی طرف قدم نہین رکھ سکتے ہو تو اوس کی بوئے افزون ہی کو تلاش کرو اور زکام کو دفع کرو - مطلب یہ کہ کچھ تھوڑی سی اوس سے حاصل کرلو اور ان موانع نفس و شیطان کو دفع کرو اگر کچھ بو بھی اوس سے مل گئی تو یہ ہوگا کہ -

تا کہ الخ - یعنی تاکہ وہ بو تمھاری جان کو اس طرف جاذب ہوجاوے اور تاکہ وہ بو تمھاری آنکھون کا نور ہوجاوے اسمین اشارہ ہے اس طرف کہ دیکھو جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھین یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی خوشبو سے کھل گئی تھین اسیطرح تمکو بھی بصیرت حاصل ہوجاوے گی -

تا کہ الخ - یعنی تاکہ وہ بو تم کو اس بستان کیطرف کھینچے اور تم کو ہدایت کی راہ دکھادے -

چشم نابینات الخ - یعنی تیری چشم نابینا کو بینا کردے اور تیرے سینہ کو سینہ کوہ سینا کیطرح تجلی گاہ حق کردے

گفت یوسف الخ - یعنی حضرت یوسف بن یعقوب نبی علیہما السلام نے بو ہی کے لیے فرمایا تھا کہ القوا علی وجہ ابی - تو دیکھو وہ بوئے پیراہن ہی بصیرت کے حصول کا سبب ہوگئی - اسی طرح اگر تم اوس بستان حقیقی سے کچھ بو بھی حاصل کرو گے تو تم کو بصیرت حاصل ہوجاویگی -

بہر این الخ - یعنی حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نصائح مین اسی بو کے لیے فرمایا ہے کہ میری آنکھون کی ٹھنڈک ہمیشہ نماز مین ہے - چونکہ اوپر عالم غیب کو بستان سے تشبیہ دی ہے کہ اوس باغ سے بو ہی حاصل کرلو اب فرماتے ہین کہ دیکھو حضور کا ارشاد ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز مین ہے تو یہ بھی اوسی بو کا اثر ہے جو کہ عالم غیب سے حاصل ہوئی تھی تو دیکھو اس بو کا اثر آنکھ مین پہونچا ہے چونکہ یہان معلوم ہوا کہ شامہ سے اثر آنکھون تک بھی پہونچا ہے اس لیے آگے قاعدہ کلیہ فرماتے ہین کہ -

پنج حس الخ - یعنی پانچون حسین ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہین اور یہ پانچون اس اصل بلند سے

آ گئی ہین پنج حس سے مراد لطائف لیے جاوین تو بہتر ہے اور اگرچہ لطائف ستہ ہین مگر نفس کو بعض نے تابع روح کے کہا ہے اس لیئے اصل پانچ ہی ہین تو مولانا فرماتے ہین کہ دیکھو اوپر یہ تو معلوم ہو گیا کہ ایک حس سے دوسری مین اثر پہونچتا ہو جیسا کہ شامہ سے باصرہ مین پہونچا مگر لطائف کا اثر ایک دوسرے پر پڑتا ہے کہ اگر ایک لطیفہ کو صاف کر لیا جاوے تو اوس کا اثر دوسرون پر بھی پڑتا ہے اور وہ بھی صاف ہو جاتے ہین یہ ایک مرتبہ پہلے بھی بیان کیا ہے کہ انسان مین لطیفے ہین جنکا نام قلب۔ روح۔ نفس۔ سر۔ خفی۔ اخفیٰ ہے اسمین سے نفس کو روح کے تابع کیا ہے اس لیے پانچ رہگئے اور ان کے اثر بھی مختلف ہین مثلاً غذا قلب کی ذکر ہے اور غذا روح کی حضوری ہے اور غذا سر کی مکاشفہ اور غذا خفی کی شہود و فنا اور غذا اخفیٰ کی فنا الفنا ہو تو حضرات نقشبندیہ مین تو یہ قاعدہ ہے کہ وہ حضرات ان لطیفون کو صاف کراتے ہین کہ اول ایک کی مشق کراتے ہین پھر دوسرے کی پھر تیسرے کی جس کا نتیجہ بعض کے لیے پریشانی اور حیرت ہو جاتا ہے کہ وہ احاطہ تو کر نہین سکتا بس پریشان ہو جاتا ہے خدا نخواستہ اس سے مقصود طریق پر طعن نہین ہے بلکہ بعض کی حالت کا بیان ہے اور ہمارے حضرت کی یہ تحقیق ہے کہ صرف ایک کو صاف کر لیا جاوے اوس سے اور دوسرے بھی صاف ہو جاوینگے۔ اور حضرت فرمایا کرتے تھے کہ سالک کو چاہئے کہ توجہ قلب کی طرف رکھے کہ اوس کی درستی سے اور دیگر لطائف بھی درست ہو جاوین گے اور اس کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہو کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فی جسد ابن آدم مضغۃ ان صلحت صلح الجسد کلہ وان فسدت فسد الجسد کلہ الا وہی القلب تو دیکھو قلب کی درستی سے اور اعضاء کی درستی ہوتی ہے تو اسی طرح اس لطیفہ کے صاف ہونے سے دوسرے لطائف خود بخود صاف ہو جاتے ہین بس اس کی صفائی مین کمال اور رسوخ پیدا کرنا چاہئے۔ اسی کو مولانا بھی فرماتے ہین کہ اگر ایک کو درست کروگے تو چونکہ سب اعضاء کا تعلق ایک دوسرے سے ہو تو ایک کی درستی سے اور بھی درست ہو جاوینگے آگے بھی اسی کو فرماتے ہین کہ۔

قوت الخ۔ یعنی ایک کی قوت دوسرے کے لیے قوت ہو جاتی ہے اور باقیون کے لیے یہ ایک ساقی بنجاتا ہے یعنی اسی سے دوسرون مین بھی صفائی اور جلا پہونچتی ہے۔

دیدن دیدہ الخ۔ یعنی آنکھ کا دیکھنا تو عشق کو بڑھاتا ہے اور آنکھ مین عشق ہونا صدق کو بڑھاتا ہے۔

صدق الخ۔ یعنی صدق حس کی بیداری ہو جاتی ہے اور ذوق حواس کے لیے مونس ہو جاتا ہے۔ اور یہ صدق ہی نسبت راسخہ ہے تو معلوم ہوا کہ نسبت راسخہ کے پیدا کرنے کے لئے اول عشق کی ضرورت ہے کہ حق تعالےٰ سے عشق ہو جاوے تب نسبت راسخہ پیدا ہوگی اور عشق ہوتا ہے کثرت ذکر سے دیکھو جس چیز کو اکثر یاد کروگے اوس سے محبت بڑھ جاوے گی تو اصل مین اول کثرت ذکر ہوا کہ اسی سے بندریج نسبت راسخہ اور ملکۂ راسخہ پیدا ہو جاتا ہے آگے ان حواس باطنیہ مین سے ایک کے منور ہونے سے دوسرون کے منور ہو جانے کو بیان فرماتے ہین کہ

نور غیب مین سے عارف کے حواس کے منور ہو جانیکے بیان کا شروع

چون الخ - یعنی جبکہ ایک حس نے چلنے مین بند کو کھو لدیا تو باقی حواس بھی سب بدل جاتے ہین -
چون یکے یعنی جب ایک حس نے غیر محسوسات کو دیکھا تو تمام حواس پر غیبی اشیاء ظاہر ہو گئین - مطلب وہی کہ اگر ایک حس باطنی بھی درست ہو گئی تو اوس سے اور سب بھی درست ہو جاوینگی آگے ایک بہت ہی نفیس مثال ہے کہ -

چون الخ - یعنی جبکہ گلہ مین سے ایک بھیڑ کول پرسے کو جاوے تو پیچھے پیچھے ساری اوسی طرف کو کودجاتی ہین - اسی طرح اگر ایک حس درست ہو گئی تو دیگر حواس بھی اسی طرح منور ہو جاتے ہین گویا کہ حواس باطنی کی بھیڑ چال ہے کہ جدہر ایک اودہر سب اور یہ حدیث سے ثابت ہے کہ اگر قلب درست ہو تو اور سب بھی درست ہین تو ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کی تحقیق کہ سالک کو توجہ قلب کی طرف کرنی چاہیئے - اور ذکر بھی قلب ہی سے کرنا چاہیئے پوری طرح ثابت ہو گئی آگے فرماتے ہین کہ -

گوسفندان - الخ - یعنی اپنے حواس کی بھیڑون کو ہانک چراگاہ مین اخرج المرعیٰ سے نکا لدے - اخرج المرعیٰ سے مراد یہ دنیا ہے اس لیے کہ قرآن شریف مین ہے والذی اخرج المرعیٰ اور اس سے یہ مرعیٰ دنیا ہی کا مراد ہے تو یہان بھی یہی مراد ہے کہ اس دنیا سے ان حواس کو علیحدہ کرے اور اسکی محبت کو ان سے نکالدے کہ اسی سے انمین کمال پیدا ہو جاوے گا -

تا در آنجا الخ - یعنی تاکہ وہان سنبل اور ریحان چرین - اور تاکہ گلزار حقائق مین راستہ لیجاوین -

ہر حست - الخ - یعنی تیری ہر حس دوسرے حواس کیلیے پیغمبر ہو جاویگی یہانتک کہ یکایک اون جنت کیطرف دوڑ جاویگی - مطلب یہ ہے کہ اگر اس دنیا کے تعلقات اور محبت سے حواس باطنی کو الگ کرو گے تو عالم غیب سے حقائق و معارف حاصل ہون گے اور جس طرح کہ پیغمبرون کا کام ہدایت کا ہوتا ہے اور یہ حضرات ہدایت کرکے سب کو پکڑ پکڑ کر جنت مین بھر دیتے ہین اسی طرح ایک حس کے درست ہونے سے وہ حس دوسرے حواس کو بھی ہدایت کرکے درست کردے گی اور جنت مین پہونچ جاوُگے -

شرح حبیبی

حسہا با حس تو گوید راز	بے زبان و بے حقیقت بے مجاز
کین حقیقت قابل تاویلہاست	وین توہم مایۂ تخییلہاست
آن حقیقت کان بود عین عیان	ہیچ تاویلے نگنجد درمیان
چونکہ ہر حس بندۂ حس تو شد	مر فلکہا را نباشد از تو بُد
چونکہ دعوے میرود در ملک پوست	مغز آن کہ بود قشر آن اوست
چون تنازع او فتد در تنگ گاہ	دانۂ آن کیست آنرا کن نگاہ

پس فلک قشرست نور روح مغز / این پدیدست آن خفی زین دو مغز

جسم ظاہر روح مخفی آمده است / جسم ہمچون آستین جان ہمچو دست

باز عقل از روح مخفی تر بود / حس بسوے روح زوتر ره برد

جنبشے بینی بدانی زنده است / این ندانی کو ز عقل آگنده است

تا که جنبشہائے موزون سر کند / جنبش مس را بدانش زر کند

زان مناسب آمدن افعال دست / فہم آید مر ترا که عقل ہست

روح وحی از عقل پنہان تر بود / زانکه او غیبست و او زان سر بود

عقل احمدؐ از کسے پنہان نشد / روح وحیش مدرک ہر جان نشد

روح وحی را مناسبہاست نیز / در نیابد عقل کان آمد عزیز

گه جنون بیند گہے حیران شود / زانکه موقوفست تا او آن شود

چون مناسبہائے افعال خضرؑ / عقل موسیٰؑ بود در دیدش کدر

نامناسب مے نمود افعال او / پیش موسیٰؑ چون نبودش حال او

عقل موسیٰؑ چون بود در غیب بند / عقل موسیٰؑ خود کیست ای ارجمند

جب تصفیہ لطائف ہو جائے گا تو دیگر حواس تیری حس سے اپنے راز بدون زبان کے اور بلا الفاظ اور بدون حقیقت و مجاز کے ظاہر کر دینگے یعنی مسترشدین وغیرہ کے لطائف کی حالت پورے طور پر منکشف ہو جائیگی۔ اور ارشاد کے لیے اسی قسم کے علم کی ضرورت ہے کیونکہ اول تو حقیقت بھی تاویل ہے چہ جائیکہ مجاز لہذا الفاظ و عبارت مسترشد سے اصلی حالت کا معلوم ہونا دشوار دوسرے تو ہم مسترشد طرح طرح کے خیالات پیدا کر سکتا ہے اور وہ خیالات اس کو مغالطہ دیکر اصلی حالت ظاہر نہ کرنے دینگے اس سے کبھی اصلی حالت مخفی ہو جائیگی پس وہ حقیقت کشف ہی ہے جو بدون عارض کے فی نفسہا اصلی حالت کو معاینہ و مشاہدہ کرتی ہے اور جس مین کسی تاویل کی گنجائش نہین الا بعارض جو کہ نادر ہے اور جبکہ ان دونوں کے حواس تیری حس کے مسخر ہو گئے تو فلاک وغیرہ لامحالہ مسخر ہو نگے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب مغز مین کسی کی ملک تسلیم ہو گی اور پوست کی ملک ابتدائے مین نزاع ہو گا۔ تو فیصلہ یہی ہو گا کہ پوست اسی کی ملک ہے جسکی ملک مغز ہے۔ لہذا جب انکا تسلط مجردات پر مان لیا گیا تو مادیات پر تسلط خود ماننا پڑے گا۔ یا یون کہو کہ جب دانہ مین کسی کی ملک تسلیم ہو گی اور بھوسہ کی ملک ابتدائی مین نزاع ہو گا تو یہ دیکھا جاویگا کہ دانہ کسکی ملک ہے جسکی ملک دانہ ہو گا اسی کی بھوسہ ہو گا۔ پس افلاک پوست اور بھوسہ ہین اور نور نور روح مغز اور دانہ ہے تو جسکی روح مسخر ہو گی اسی کے افلاک مسخر ہون گے (افلاک کے پوست اور کاہ اور روح کے مغز و دانہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ روح مجرد ہے اشرف ہے اور افلاک مادی و اخس لہذا وہ مثل مغز ہے اور یہ مثل پوست) یا یون کہو کہ جسم مثل آستین کے ہے اور جان مثل ہاتھ کے جسطرح آستین تابع ہے ہاتھ کے یون ہی جسم بھی تابع ہے روح کے۔ اس لیے بھی لازم ہے کہ جب روح پر کسیکا تسلط ہو تو اجسام پر بھی ہو یہان چونکہ خفاء روح کا ذکر آگیا ہے اس لیے مناسب ہے کہ اس کے مناسب

دیگر امور پر بھی تنبیہ ہو جاوے وہ یہ کہ عقل روح سے بھی مخفی ہے کیونکہ روح بہ نسبت عقل کے جلد محسوس
ہوتی ہے دیکھو جب کسی جسم کے اندر حرکت محسوس ہوتی ہے تو اس سے اوسکی روح کا تو ادراک
ہو جاتا ہے مگر عقل کا ادراک نہین ہو سکتا۔ تاوقتیکہ اوس سے حرکات متناسب صادر نہون۔ اور وہ
اپنی حرکات مثلاً مس کو عقل کے ذریعہ سے زرہ بنا لے یعنی جب ہاتھ وغیرہ کے حرکات متناسب ہونگے
اسوقت معلوم ہو سکتا ہے کہ عقل ہے ایک اور شے عقل سے بھی مخفی ہے وہ وحی ہے کیونکہ اوس کا تعلق
سراسر غیب سے اور وہ صفت ہے حق سبحانہ کی جسکی تلقی کے لیے ضرورت پڑتی ہے کہ خود صاحب وحی کو عالم غیب
سے تعلق ہو۔ بخلاف روح و عقل کے کہ اونکو خود عالم شہادت سے تعلق ہوتا ہے اور اوس کے اخفی ہونے
کی علامت یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل تو کسی سے مخفی نہین تھی مگر روح وحی کا ادراک
ہر جان کو نہ ہوا۔ یہ مسلم ہے کہ جسطرح عقل و روح کے لیے مناسبات ہین جن سے انکا پتا چلتا ہے یونہی
روح وحی کے بھی مناسبات ہین مگر اون کی گران قدری کے سبب ہر شخص کی عقل کی ان تک رسائی نہین ہو سکتی
اس لئے کبھی وہ اس کو جنون سمجھتا ہے کبھی اوس کے افعال کی موزونیت کو دیکھکر متحیر رہ جاتا ہے۔ کیونکہ
اوس کا ادراک موقوف ہے اسپر کہ اس کو اس سے مناسبت تامہ حاصل ہو جاوے۔ اور یہ ہے نہین
لہذا ادراک نہین ہو سکتا۔ دیکھو افعال خضر علیہ السلام کے مناسبات کے ادراک سے موسی علیہ السلام
کی عقل مکدر ہو گئی تھی لہذا اون کے افعال اونکو نامناسب معلوم ہوتے تھے۔ کیونکہ اسوقت موسی علیہ السلام
کی وہ حالت نہ تھی جو حضرت خضر کی تھی اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ جب بعض اوقات مین موسی علیہ السلام کی
عقل امر غیبی ادراک سے عاجز ہو جاتی ہے۔ تو پھر جو ہے کی عقل کیا چیز ہے کہ اوسے ادراک کر سکے

شرح شبیری۔ جستہا الخ۔ یعنی حواس تیری حس سے راز کہدینگے بے زبان کے اور بے حقیقت کے
اور بے مجاز کے مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنے حواس کو درست کر لوگے اور خود کام کے ہو جاؤگے اور مسند
ارشاد پر بیٹھوگے تو حق تعالے تم کو وہ ملکہ عطا فرماوینگے کہ تمکو طالبین کی حالت اور اونکی استعداد کا حال
معلوم ہو جائیگا اور اسطرح معلوم ہوگا کہ گویا خود اونھون نے ہی تمکو اپنا کچا چٹھا بتا دیا اور یہ جو تمکو معلوم ہوگا یہ بذریعہ
کشف کے معلوم ہوگا۔ اور یہ کشف استعدادات ہر شیخ کو ہوتا ہے ہان وہ کشف مصطلح تو ہر کسیکو نہین ہوتا
مگر کشف استعداد سب کو ہوتا ہے اس لیے کہ اگر یہ نہو تو کام کسطرح چل سکتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ
جب بذریعہ کشف کے معلوم ہوگا تو یہ بے زبان اور بے الفاظ کے ہی ہوگا۔ کہ ظاہری زبان اور الفاظ سے
کسی نے کچھ نہین کہا مگر اون کو ساری حالت معلوم ہو گئی چونکہ الفاظ کی دو ہی قسم ہین ایک حقیقت اور دوسری
مجاز اس لیے بے حقیقت اور بے مجاز سے حاصل بے الفاظ ہے۔ یعنی وہ کشف استعداد بلا کسی کے بتلائے
ہوئے اور بے تعبیر الفاظ ظاہری کے ہوتا ہے اور اگر شیخ کو استقدر ملکہ اور یہ کشف نہو تو صرف سالک اور
طالب کا خود اپنی حالت کو بیان کر دینا ہرگز کافی نہین ہو سکتا اور اوسکو وہ لوگ خوب جانتے ہین کہ جو کام
مین لگے ہوئے ہین۔ اس لیے کہ اول تو کوئی بھی اپنی پوری حالت کو بیان نہین کر سکتا۔ پھر بعض چیز کہ حیرت
وغیرہ غالب ہوتی ہے وہ تو اور بھی بیان سے قاصر ہوتے ہین اور دوسرے سب سے بڑی بات یہ ہے

جستہا از حس [illegible] بے زبان [illegible] بے حقیقت بے مجاز

سالک اپنی جو حالت بیان کر رہا ہے وہ اس کو کچھ سمجھے ہوئے ہے اور اصل مین وہ اور ہے اور یہ اکثر ہوتا ہے کہ ایک ہی حالت ایک شخص کے لیے تو موجب ترقی درجات اور دوسرے کیلئے موجب کفر تو یہ فرق تو تفاوت استعدادات ہی سے ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے۔ پس ضرور ہوا کہ شیخ کو کشف استعداد سالک ہو اسی کو فرماتے ہین کہ جب خود تمہارے حواس درست اور کامل ہو جاوینگے تو حق تعالے تمکو وہ بصیرت عطا فرماوینگے کہ جس سے تمکو اورون کی حالت بھی بالکل صاف طور پر معلوم ہو جایا کریگی۔ آگے خود بیان سالک کے ناکافی ہونے کو صراحۃً بیان فرماتے ہین کہ

کاین الخ۔ یعنی کہ یہ حقیقت تو قابل تاویلات ہے اور یہ توہم بازیٔ تخیلات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مجاز تو پہلے سے ماول اور منصرف عن الظاہر والحقیقہ ہے ہی مگر جو حقیقت کو بھی لیا جاوے اور کہا جاوے کہ اس کے بیان مین کوئی شبہ شک نہین ہوتا تو یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ وہ بھی محل تاویل ہے اس لیے کہ انسان احاطہ کئے ہوئے تو ہے ہی نہین ممکن ہے کہ جسکو کہ حقیقت سمجھ رہا ہے وہ حقیقت نہو۔ بلکہ وہ معنی اس کے منصرف عن الظاہر ہون تو پھر یہ بھی حقیقت نہ رہی اور یہ جو سالک کو وہم ہوتا ہے کہ اب یہ حالت ہے اور اب یہ ہے اسکا بھی اعتبار نہین ممکن ہے کہ جسکو یہ محمود سمجھ رہا ہے وہ مذموم ہو اور جسکو مذموم سمجھ رہا ہے وہ محمود ہو لہذا معلوم ہوا کہ ان الفاظ ظاہری اور بیان سالک مین ضرور غلطی ہو سکتی ہے بلکہ غالب غلطی ہوتا ہے بخلاف اوس کشف کے کہ جمہور یہی فرماتے ہین کہ جس وقت کہ حواس باطنیہ مین کوئی خرابی نہو اس وقت کشف صحیح ہی ہوتا ہے اور اوس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے حواس ظاہرہ کہ اگر وہ صحیح ہوتے ہین اور کوئی خرابی نہین ہوتی اون کے احساسات درست ہوتے ہین اور اگر کوئی خلل ہوتا ہے تو اونکے احساسات بھی درست نہین ہوتے اسی طرح کشف حواس باطنیہ کا احساس ہے پس اگر حواس درست ہین تو یہ بھی درست ہے ورنہ نہین۔ اور یہ بہت ہی کم غلط ہوتا ہے گویا کہ نہین ہوتا جیسا کہ حواس ظاہرہ کہ وہ اپنے فعل سے بہت ہی کم متخلف ہوتے ہین تو اگر الفاظ اور زبان سے بیان کیا جاوے تو اسمین تو شبہ رہ سکتا ہے مگر کشف مین بہت ہی شاذ و نادر غلطی ہوتی ہے لہذا معدوم ہی قرار دیجاوے گی۔ تو اس لیے کشف استعدادات ضروری ہے آگے مولانا اسی کو فرماتے ہین کہ ان ظاہر الفاظ وغیرہ مین شبہ اکثر ہے اور اس مین کم ہے فرماتے ہین کہ۔

این حقیقت الخ۔ یعنی یہ حقیقت جو کہ معائنہ سے ہوتی ہے اوس کے اندر کوئی تاویل نہین سماتی۔ مطلب یہ کہ چونکہ کشف مین تو معائنہ بچشم باطن ہوتا ہے اس لیے فرماتے ہین کہ اون حقیقت الفاظ ظاہر مین تو شبہ رہتا ہے مگر اس مین چونکہ دیکھ لیتے ہین پھر شبہ ہی نہین ہوتا اور اگر کبھی غلطی ہوتی ہے تو ویسی ہوتی ہے کہ جیسے حواس ظاہر مین بھی بعض مرتبہ ہوتی ہے جیسے کہ ریل مین بیٹھے ہوئے برابر دوسری ریل چلے تو خود اپنی گاڑی چلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے حالانکہ وہ کھڑی ہوتی ہے تو دیکھو کسقدر سخت غلطی ہے مگر اس سے حواس کے مدرکات کو کوئی ظنی نہین کہتا اسی طرح ان حواس کے مدرکات کو بھی کسی اتفاقی غلطی سے ظنی یا غلط نہ کہا جاوے گا بلکہ قریب قریب یقین ہی کے کہا جاوے گا بلکہ بعض نے تو کشف کو یقینیات مین سے کہا ہے مگر جمہور کا یہی مذہب ہے

کہ یقینی نہیں ہو ہان قریب بہ یقین ہو کہ غلطی شاذ ہے آگے فرماتے ہین کہ۔

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تمام حواس تمھارے حس کے تابع ہوئے تو افلاک کو بھی تم سے چارہ نہوگا۔ مطلب یہ ہے حدیث میں ہے کہ جب زمین پر اللہ کہنے والا کوئی نہ رہیگا اوس وقت قیامت قایم ہو جاوے گی اور افلاک وغیرہ سب برباد ہو جاوینگے اور ذکر کرنے والے اور اللہ کی یاد میں رہنے والے خود اولیا اللہ ہوتے ہین یا ان ہی کی وجہ سے دوسرے ہوتے ہین تو جب کہ یہ شخص مسند ارشاد پر ہے تو اوسکی وجہ سے بھی حق تعالے کا نام دنیا مین لیا جارہا ہے۔ لہذا افلاک بھی اپنے وجود مین انکے محتاج ہوئے اگر یہ حضرات نہون تو اونکا وجود بھی نہین رہ سکتا۔ تو جسطرح کہ حواس باطنی کو ان سے فائدہ ہوتا ہے اسی طرح اکو ان کو بھی ان سے فائدہ ہے اور وہ بھی ان کے محتاج ہین آگے اس کو ایک فرضی قصہ سے مثال دیکر واضح فرماتے ہین کہ۔

چونکہ الخ۔ یعنی جب دعوے پوست کے مالک ہوتے مین ہو تو مغز جسکی ملک ہے چھلکا بھی اوسی کی ملک ہے مطلب یہ کہ اگر دو شخص لڑتے ہوئے آوین یا ایک مدعی ہو اور ایک مدعا علیہ اور جھگڑا کسی چیز کے چھلکے مین ہو اس طرح کہ ایک مدعی ہے کہ یہ چھلکا بغیر اس کے ہبہ کئے ہوئے اور بےکسی اور وجہ ملک کے اول پیدائش سے میرا ہے اور دوسرا بھی کہتا ہے کہ میرا ہے اور مغز مین دونون متفق ہین کہ مدعا علیہ ہی کا ہے تو فیصلہ یہ ہوگا کہ جسکا مغز ہے اوسی کا پوست ہے تو چونکہ قلوب مثل مغز کے ہین اور یہ اکوان اونکے آگے مثل پوست کے ہین تو جب قلوب ان حضرات کے تابع ہین اور انکے وجود کے محتاج ہین تو یہ اکوان جو کہ پوست کی طرح ہین بدرجہ اولی محتاج اور تابع ہونگے آگے ایک دوسرے فرضی قصہ سے تائید فرماتے ہین کہ۔

گر تنازع الخ۔ یعنے اگر ایک بھوسہ کے گٹھے مین جھگڑا پڑے تو دیکھو کہ دانہ کس کا ہے (وہ بھوسہ بھی اوسی کا ہے) مطلب یہ کہ دو شخص آئے اور ایک کہتا ہے کہ یہ بھوسہ جبکہ دانہ کے اوپر تھا جب سے ہی میرا ہے بعد مین ہبہ وغیرہ اس نے نہین کیا بلکہ اصل سے میرا ہی ہے تو بس یہی دیکھا جاویگا کہ دانہ کس کا ہے یہ بھوسہ بھی اوسی کا ہوگا۔ اور یہ ظاہر ہے جب یہ ثابت ہوگیا تو اسپر تفریع کرتے ہین کہ۔

پس فلک الخ۔ یعنی پس فلک تو قشر ہے اور نور روح مغز ہے اور یہ (فلک) تو ظاہر ہے اور وہ خفی ہو اس سے لغزش مت کرو۔ مطلب یہ کہ چونکہ فلک اور دیگر اکوان سب ظاہری ہین اور روح مغز ہے اور مغز کے تابع قشر ہوا کرتا ہے تو جب اصل تابع ہے تو فرع تو بطریق اولی تابع ہوگی اور آپسمین ایک یہ بھی وجہ تشبیہ ہے کہ جسطرح مغز پوشیدہ ہوتا ہے اسی طرح روح افلاک کی نسبت خفی ہے۔ اور جسطرح قشر ظاہر ہوتا ہے افلاک بھی ظاہر ہین آگے روح اور جسم اور پھر عقل اور روح وغیرہ کا آپسمین ایک دوسرے سے خفی ہونا بیان فرماتے ہین کہ۔

جسم ظاہر الخ یعنی جسم تو ظاہر ہے اور روح مخفی آئی ہے اور جسم آستین کیطرح ہے اور جان ہاتھ کی طرح ہے مصرعہ اولی مین تو ایک کا دوسرے سے خفی ہونا بیان کیا ہے اور ثانی مین ایک کا دوسرے کے تابع ہونا بتلایا ہے۔

باز عقل الخ۔ یعنی پھر عقل روح سے بھی زیادہ مخفی ہوتی ہے۔ اسی لئے حس روح کیطرف جلدی راہ لیجاتی ہے

یعنی چونکہ روح عقل کی نسبت کر ظاہر ہوتی ہے اس لیے حس روح کا ادراک تو جلدی کر لیتی ہے اور عقل کا ادراک دیر مین ہوتا ہے آگے اسکو واضح فرماتے ہین کہ۔
جنبشے بینی الخ۔ یعنی تم جنبش دیکھتے ہو اور جان لیتے ہو کہ زندہ ہے اور یہ نہین جانتے کہ وہ عقل سے بھی پر ہے مطلب یہ کہ دیکھو اگر کسی کو پڑا ہوا دیکھو تو وہ اگر ذرا بھی جنبش کرے معلوم ہو جاوے کہ اسمین روح موجود ہے مگر یہ پتا نہین چل سکتا کہ آیا مجنون ہے یا عاقل ہے یا کم عقل ہے تو دیکھو روح کا ادراک تو ہو گیا مگر عقل کا نہوا تو روح سے عقل زیادہ مخفی ہوئی عقل کا ادراک اسوقت ہوگا جبکہ اس شخص سے حرکات موزون موافق عقل سرزد ہون اسی کو فرماتے ہین کہ۔
تاکہ جنبشہائے الخ۔ یعنی یہان تک کہ موزون حرکات صادر کرے اور حرکت مس کو عقل سے سونا کر دے مطلب یہ کہ جب اس سے حرکات موزون موافق عقل کے سرزد ہون اور کسی حرکت ناشائستہ کو عقل کے ذریعہ سے وہ خوب اور کامل بنادے اسوقت کہا جاوے گا کہان عاقل ہے تو دیکھو کہ روح کا تو پتہ ایک جنبش سے لگ گیا اور اسکا پتہ اسقدر جنبشون مین بھی مشکل سے لگتا ہے۔
زان مناسب الخ۔ یعنی اوس سے ہاتھ کے افعال کے موزون صادر ہونے سے تم کو معلوم ہوگا کہ اسکو عقل ہے پس ثابت ہو گیا کہ روح سے عقل زیادہ مخفی ہے۔
روح وحی الخ۔ یعنی روح وحی عقل سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتی ہے اس لیے کہ وہ تو غیب ہے اور اوس طرف سے ہوتی ہے۔ روح وحی سے مراد وہ استعداد قبولیت وحی۔ مطلب یہ کہ استعداد قبولیت وحی عقل سے بھی زیادہ مخفی ہے کہ کوئی شخص یہ نہین پہچان سکتا کہ اس شخص مین استعداد ہے کہ یہ وحی کو قبول کر سکے اور رسول ہو سکے اسکو کوئی بھی معلوم نہین کر سکتا۔ نہ کسی جنبش سے اور نہ کسی حرکت سے اس لیے کہ اس کا کوئی خاص اثر ظاہر پر ہے ہی نہین بخلاف عقل کے کہ اوس کے آثار ظاہر پر یہ ہوتے ہین کہ مثلاً افعال موزون کا صدور وغیرہ تو یہ اوس سے بھی زیادہ مخفی ہوا آگے ایک مثال سے اور واضح فرماتے ہین کہ
عقل احمد الخ۔ یعنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل تو کسی سے پوشیدہ نہ ہوئی مگر اون کی روح وحی کو ہر جان نے ادراک نہ کیا۔ مطلب یہ کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شخص جانتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عاقل ہین مگر آپ کے رسول ہونے کا بہت کم لوگون کو ادراک ہوا اسکی یہی وجہ تھی کہ یہ استعداد قبول وحی عقل سے بھی زیادہ مخفی اور باریک ہے یہان کسی کو شبہ ہوتا کہ عقل کو تو اوس کے آثار اور مناسبات سے معلوم کر لیتے ہین مگر وحی کے چونکہ آثار نہین ہین اس کو اس سے نہین معلوم کر سکتے باقی اوس سے خفی نہین ہوا اوس کا جواب فرماتے ہین کہ۔
روح الخ۔ یعنی روح وحی کے بھی مناسبات ہین مگر عقل مین نہین آتے اس لئے کہ وہ عزیز ہین مطلب یہ کہ اوس استعداد قبول وحی کے بھی مناسبات ہین جیسے کہ مثلاً ظہور معجزات اون کے ہاتھ سے کہ اگر کوئی ساحر وغیرہ دعوے نبوت کرکے چاہے کہ معجزات وخوارق اوس سے صادر ہون تو یہ ممکن نہین ہے لہذا معلوم ہوا کہ مناسبات اس کے بھی ہین مگر ہر عقل اون کا ادراک نہین کر سکتی۔ اسی لیے کہ وہ عقل سے مخفی

ہے اور عقل کی اوس کے ادراک مین یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

گہ جنون بیند الخ۔ یعنی کبھی جنون دیکھتی ہے اور کبھی حیران ہوتی ہے اس لیے کہ وہ تو موقوف ہے جبتک کہ وہ وہی نہو جاوے مطلب یہ کہ عقل کے ادراک مین یہ حالت ہوتی ہے کہ کبھی تو ایک حکم لگاتی ہے اور کہدیتی ہے کہ یہ دعوی محض جنون ہے پھر دیکھتی ہے کہ اس کے علاوہ اور ساری باتین تو سمجھ کی ہین تو اب حیران ہوتی ہے کہ آخر خاص اس بات مین کیا ہے کہ اس مین تو جنون ہے اور دوسری باتون مین اچھا خاصہ ہے پس یہان اگر حیران رہجاتی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ عقل کا اوس کو پہچاننا موقوف اس پر ہے کہ عقل کو اوس سے مناسبت ہوا ور وہ اسقدر بڑھے کہ درجہ عینیت مصطلحہ تک پہونچ جاوے اس وقت عقل اوس کو ادراک کر سکتی ہے اور قبول کر سکتی ہے اور جب تک کہ یہ نہین ہے اس وقت تک اوس کا ادراک بہت مشکل ہے آگے اوس کی ایک مثال فرماتے ہین کہ۔

چون مناسبہائے الخ۔ یعنی جیسے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے افعال کی مناسبات کہ موسے علیہ السلام کی عقل اون کے دیکھنے مین مکدر تھی۔

نامناسب الخ۔ یعنی اون کے افعال نامناسب معلوم ہوتے تھے اس لیے کہ موسے علیہ السلام پر اونکا حال ظاہر نہ تھا مطلب یہ ہے کہ دیکھو جسطرح کہ موسے علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے قصہ مین ہے کہ خضر علیہ السلام کے افعال مین سب مین حکمتین ہین اور اس کے مناسبات بھی تھے جیسے کہ بعد کو معلوم ہوئے مگر موسی علیہ السلام کو اونکی خبر نہ ہوئی اور وہ اعتراض ہی کرتے رہے اسی طرح عقل کے سامنے (باوجودیکہ مناسبات وہی موجود ہین) ظاہر نہین ہوتے اور اوس کو ہر عقل محض جب تک کہ اوس سے تعلق اور لگاؤ نہ پیدا ہو گیا ہو اوسکو شناخت نہین کر سکتی۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

عقل الخ۔ یعنی جبکہ موسے علیہ السلام کی عقل غیب مین بند ہے تو ایک چوہے کی عقل کیا ہو گی۔ اسے ارجمند مطلب یہ کہ دیکھو جب موسے علیہ السلام اوس غیب کے اسرار کو معلوم نہ کر سکے اور اون کو خبر نہ ہوئی کہ اس مین کیا مصالح ہین تو بھلا عوام الناس اور دنیادار لوگ جن کی عقل چوہے سے بھی کم ہے وہ تو کیا ہی سمجھ سکتے ہین اور فرماتے ہین کہ

شرح حبیبی

علم تقلیدی بود بہر فروخت | چون بیابد مشتری خوش بر فروخت
مشتری علم تحقیقی حق است | دائما بازار او با رونق است
لب ببستہ مست در بیع و شری | مشتری بیحد کہ اللہ اشترے
درس آدم را فرشتہ مشتری | محرم درسش نہ دیو است و پری
آدم انبئہم باسمائے درس گو | شرح کن اسرار حق را مو بمو
آنچنان کس را کہ کوتہ بین بود | در تلون غرق و بے تمکین بود

موش گفتم زانکہ در خاکست جاش / خاک باشد موش را جائے معاش
راہہا داند ولے در زیر خاک / ہر طرف او خاک را از دست چاک
نفس موشے نیست الا لقمہ رند / قدر حاجت موش را عقلے دہند
زانکہ بے حاجت خداوند عزیز / مے نہ بخشد ہیچ کس را ہیچ چیز
گر نبودے حاجت عالم زمین / نافریدے ہیچ رب العالمین
این زمین مضطرب محتاج کوہ / گر نبودی نافریدے پر شکوہ
ور نبودے حاجت افلاک ہم / ہفت گردون نافریدے از عدم
آفتاب وماہ و این استارگان / جز بحاجت کے پدید آمد عیان
پس کمند ہستہا حاجت بود / قدر حاجت مرد را آلت بود
پس چو حاجت شد کمند ہستہا / قدر حاجت میرسد از حق عطا
پس بیفزا حاجت ای محتاج زود / تا بجوشد از کرم دریائے جود
این گدایان بر رہ و ہر مبتلا / حاجت خود مے نماید خلق را
کوری و شلی و بیماری و درد / تا ازین حاجت بجنبد رحم مرد
ہیچ گوید نان دہید اے مردمان / کہ مرا مال است وانبارست وخوان
چشم ننہادست حق در کور موش / زانکہ بے چشمی ربودن ہست جوش
میتواند زیست بے چشم و بصر / فارغ است از چشم او در خاک تر

علم تقلیدی و استدلالی بیچنے کے لیے ہوتا ہے اور جب کوئی خریدار رہتا ہے تو بیچدیتا ہے۔ برخلاف علم تحقیقی وکشفی وذوقی کے کہ اوس کا خریدار حق سبحانہ ہے اور اوس کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے گو لب خاموش ہوتے ہین مگر بیع وشری جاری ہے اس لیے کہ جو اوس کا مشتری ہے وہ بے حد ونہایت ہے یعنی حق سبحانہ اور دلیل اس کی ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم ہے جب مشتری بیحد ہے تو سلسلہ بیع وشری کیونکر ختم ہو اس علم کو اہل دنیا نہین خرید سکتے کیونکہ ہر علم کے قدرداں وہ ہوتے ہین جو اس سے مناسبت رکھتے ہون چنانچہ درس آدم کا قدرداں فرشتہ ہو سکتا ہے نہ کہ جن و پری۔ اسی لیے حق سبحانہ نے فرمایا تھا۔ یا آدم انبئہم باسمائہم یعنی اپنے علوم ان کے سامنے بیان کیجیئے اور ان کے سامنے اسرار حق سبحانہ ظاہر فرمائیے۔ کہ یہ قدرداں ہین خیر یہ تو ایک ضمنی گفتگو تھی اب ہم پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہین اور کہتے ہین کہ مین نے جو کہا تھا کہ عقل موشے کیست الخ تو مین نے ایسے شخص کو جو کوتہ بین ہے اور پارہ صفت اور بیقرار ہے کیونکہ اوس کے اغراض و مقاصد بدلتے رہتے ہین اس لیے اوسکی حالت بھی بدلتی رہتی ہے موش اس لیے کہا کہ وہ خاک اور عالم ناسوت سے تعلق رکھنے والا ہے۔ اور خاک مین چوہا بھی رہتا ہے۔ وہین سے اوس کو غذا ملتی ہے گو وہ رستے جانتا ہے اور ہوشیار ہے مگر اوسکی ہوشیاری خاک کے اندر ہے اور زمین ہی کے اندر اسنے راہین پیدا کی ہین چونکہ موش کا نفس بس لقمہ خوری ہی ہے اور غایت سعی اسکی غذا حاصل کرنا ہی ہے لہذا

اوس کو اتنی ہی عقل دیگئی ہے کیونکہ حق سبحانہ بلاضرورت کسی کو کوئی چیز نہین دیتے۔ چنانچہ اگر عالم کو زمین کی ضرورت نہوتی تو حق سبحانہ اوس کو بھی پیدا نکرتے اور اگر یہ زمین متزلزل نہوتی اور اسکو پہاڑون کی ضرورت نہوتی تو حق سبحانہ عالی شان پہاڑ ہرگز نہ پیدا کرتے۔ نیز اگر آسمانون کی ضرورت نہوتی تو حق سبحانہ سات آسمانون کو کتم عدم سے منصۂ وجود پر جلوہ گر نہ فرماتے آفتاب و ماہتاب ستارے بدون ضرورت کے ہرگز ظاہر نہوتے۔ پس ثابت ہوا کہ موجودات کو عدم سے وجود مین کھینچ لانے والی شئے ضرورت ہے۔ چنانچہ آدمی بھی اپنے پاس بقدر ضرورت ہی سامان رکھتا ہے خواہ تعیین و تقدیر ضرورت مین غلطی کرے سو یہ امر دیگر ہے پس جب ضرورت ہی وہ شئے ہے جو اشیاء کو عدم سے وجود مین لاتی ہے تو حق سبحانہ کی مواہب لامحالہ بقدر ضرورت ہونگے پس تمکو چاہیے کہ ضرورت پیدا کرو تاکہ دریائے کرم جوش مین آوے اور تم زیادہ مستحق انعام ہو۔ دیکھو تو سہی رستہ مین جو فقیر ہوتے ہین اور فقیر ونکی تخصیص نہین بلکہ تمام حاجتمند اپنی حاجت مخلوق پر ثابت کرتے ہین اور اپنا اندھا ہونا لنجا ہونا بیمار ہونا مصیبت زدہ ہونا ظاہر کرتے ہین تاکہ اس سے اوس شخص کے رحم کو جوش ہو بھلا کوئی یہ بھی کہتا ہے کہ لوگو میرے پاس روٹی کے خوان ہین میرے پاس مال ہے۔ غلہ کے انبار لگے ہوئے ہین مجھے روٹی دو ہرگز نہین۔ تو ثابت ہوا کہ جیسا کہ جب رحم کے لیے حاجتمندی کی ضرورت ہے اور اسکا ظاہر کرنا بھی لازمی ہے دیکھو چھچھوندر چونکہ بدون آنکھ کے بھی غذا بہت سرگرمی کے ساتھ حاصل کرسکتی ہے۔ اس لیے حق سبحانہ نے اوس کو آنکھین نہین دین اور چونکہ بدون چشم و بینائی کے بھی زندہ رہ سکتی ہے اسلیے اس کے آنکھین نہین۔ اور بدون آنکھون کے نمناک مٹی مین رہتی ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ اشیاء کو عدم سے کھینچنے والی ضرورت ہے۔

شرح شبیری علم تقلیدی الخ۔ یعنی علم تقلیدی تو بیچنے کے واسطے ہوتا ہے جبکہ کوئی گاہک آگیا تو خوب روشن ہوگئے۔ مطلب یہ کہ عقل ناقص اور علم ناقص یہ سب کھانے کمانے کے ہوتے ہین کہ اگر کوئی قدردان ہو اور کوئی دوسرا طالب ہو تب تو وہ پڑھتے بھی ہین اور اون کو فروغ بھی ہوتا ہے اور اگر کوئی قدردان نہو تو کچھ بھی نہین بلکہ بعض مرتبہ ضائع ہوجاتے ہین بخلاف علم تحقیقی کے کہ اوس کو قدردان کی ضرورت نہین ہے بلکہ علم و عقل تحقیقی والا اوس سے خود ہی مزہ حاصل کرتا ہے اور اوس کو خود ہی حظ ہوتا ہے جیسے کہ کسی کے پاس مال ہو تو وہ خوش ہے خواہ کسی کو بھی اوس کے پاس مال ہونے کی خبر نہو۔ اور اصل تو علم تحقیقی ہی ہے اور علم ناقص اور تقلیدی تو علم ہی نہین ہے خداوند کریم ہر مسلمان کو نصیب فرماوین۔ آمین آگے علم تحقیقی کے ہمیشہ بارونق ہونے کی وجہ فرماتے ہین کہ۔

مشتری الخ یعنی علم تحقیقی کا مشتری چونکہ حق تعالے ہے اس لیے اوس کا بازار ہمیشہ بارونق ہے۔

لب بہ بستہ الخ۔ یعنی لب بند کئے ہوئے بیع و شریٰ مین ہین مشتری بیحد ہے اس لئے کہ اللہ نے خرید اہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو دونون طرف سے لب بند ہین اس لیے کہ ایک طرف تو لب ہی نہین اور دوسری طرف لب ہین تو وہ ایجاب و قبول وغیرہ نہین کرتے بس لب بستہ ہی خرید و فروخت ہورہی ہے۔ اور خریدار تو وہ ذات ہے جو بے نہایت ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ قرآن شریف مین ہے کہ ان اللہ اشترے من المومنین انفسھم اموالھم

بان لهم الجنة تو دیکھو کہ مشتری کیسا زبردست ہے۔ تو دیکھو حق تعالے نے جو فرمایا ہے کہ حق تعالے نے خرید لیا تو مومنین ہی سے فرمایا کفار وغیرہ سے نہین فرمایا معلوم ہوا کہ آپسمین کچھ مناسبت ضروری ہے کہ جس سے کہ خرید و فروخت یا کوئی اور تعلق ہوسکے تو چونکہ یہان مناسبت تھی اس لیے حق تعالے خریدار ہوئے آگے اسکی ایک اور تفسیر فرماتے ہین کہ۔

درس آدم را الخ۔ یعنی آدم علیہ السلام کے سبق کا فرشتہ تو مشتری ہے اور دیو اور پری اون کے درس کے محرم نہین ہین۔ مطلب یہ کہ دیکھو چونکہ فرشتون مین اور حضرت آدم علیہ السلام مین مناسبت تھی اس لیے وہ تو اون کے کمال کے جو اون کو حق تعالے نے دیا تھا قدر دان ہوئے۔ اور شیطان جسکو کہ اون سے مناسبت نہ تھی منکر ہی رہا۔ درس سے مراد وہ ہے جس کو حق تعالے نے فرمایا ہے وعلم آدم الاسمار کلها تو دیکھو اونکو جو سکھایا گیا تھا گویا کہ سبق دیا گیا تھا۔ اوس کے قدردان فرشتے ہی ہوئے آگے خود اوسکی توضیح فرماتے ہین۔

آدم الخ۔ یعنی آدم انکو نام بتا دو یعنی سبق کہدو اور اسرار حق کی مو بمو شرح کردو۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالے کا جو حکم ہوا تھا کہ یا آدم انبئهم باسمائهم اس کے معنی یہی تھے کہ سبق سنا دو یا اور حق تعالے کے اسرار ان کو بتا دو اسلیے یہ قدردان ہین اور یون معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالے نے اول حضرت آدم علیہ السلام کے کمال علمی وغیرہ کو فرشتون پر پہلے ہی ثابت کردیا تھا۔ کہ جس سے اون کے قلوب مین اون کی عظمت ہوگئی تھی اور ایک مناسبت اون سے پیدا ہوگئی تھی اور وہ خود سجدہ کرنے پر آمادہ تھے کہ حضرت حق کا ارشاد اور حکم ہوگیا اور وہ اوس کو بلا چون و چرا خوشی سے بجالائے کہ وہ اون کے کمال کے اول ہی سے قائل تھے چونکہ اوپر اہل دنیا کو چوہا لکھا ہے تو شاید کسی کو برا معلوم ہوا ور کوئی اعتراض کرے اس لیے آگے وجہ تشبیہ بتاتے ہین کہ۔

آنچنان الخ۔ یعنی اوس شخص کو جو کوتاہ بین ہو اور تلون مین غرق ہوا ور بے تمکین ہو۔

مونش گفتم الخ۔ یعنی مین نے چوہا کہدیا اسلیے کہ اوسکی جگہ خاک مین ہے اور خاک چوہے کی جائے معاش ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کہ دنیا مین متلون ہین کبھی سوچتا ہے کہ تجارت کرو اور کبھی کسی کمپنی کی شرکت کو موجب نفع سمجھتا ہے کبھی کچھ کبھی کچھ اون کو چوہا کہا گیا ہے اس لیے کہ جسطرح کہ چوہا زمین مین رہتا اور وہین وہ معاش کی فکر مین رہتا ہے اسیطرح یہ شخص بھی اس عالم سفلی مین پھنسا ہوا ہے اور ہر وقت اسی فکر مین ہو کہ اب یہ کرو اور اب وہ

راہہا داند الخ۔ یعنی وہ چوہا راستے جانتا ہے لیکن خاک کے اندر اوس نے ہر طرف زمین کو چاک کر رکھا ہے۔ اسی طرح دنیادار بھی تدابیر کسب کی تو جانتے ہین مگر اس عالم سفلی ہی مین جانتے ہین اوس عالم کے کسب کی خاک بھی تدبیر نہین جانتے۔

نفس موشے الخ۔ یعنی نفس ایک لقمہ ربا چوہا ہے اور بقدر حاجت تو چوہے کو بھی عقل دیدیتے ہین مطلب یہ کہ یہ نفس انسانی ایک چوہے کی طرح ہے کہ جو لقمہ ربا ہوا ور اگر کسی کو شبہ ہو کہ وہ تو جانور ہے اوس کو عقل کہان اور ہم کو تو عقل ہے تو ہم کسطرح چوہے ہوسکتے ہین اس کا جواب دیتے ہین کہ بقدر ضرورت تو چوہے کو بھی عقل ہوتی ہے کہ وہ بھی اپنی روزی مہیا کرلیتا ہے پس اگر تمکو بھی کہانے کی عقل ہے تو کیا کمال ہے یہی نہ کہ ایک چوہے کی طرح تم بھی روزی جمع کرلوگے آگے فرماتے ہین کہ۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لیے کہ خداوند تعالے بے حاجت کے کسی کو کچھ نہین دیتے۔ تو چوہے کو اوس کے موافق عقل دیدی

اور چونکہ اہل دنیا عالم سفلی مین لگے ہوئے ہین اونکو اوس کے موافق عقل دیدی۔
گر نبودی الخ۔ یعنی اگر عالم کو حاجت زمین کی نہوتی تو حق تعالے اوسکو کبھی بھی پیدا نفرماتے
ورین الخ۔ یعنی اور اگر یہ زمین مضطرب پہاڑ کی محتاج نہوتی تو حق تعالے اوسکو پرشکوہ پیدا فرماتے چونکہ اول پیدائش زمین کیوقت وہ ہلتی
تھی اوس کے لیے پہاڑ ونکو میخین بناکر گاڑ رکھاہے اسلیے اوسکو مضطرب کہدیا تو دیکھو چونکہ ان چیزونکی حاجت تھی اسلیے پیدا فرمائین
ور نبہ الخ۔ یعنی اور اگر افلاک کی بھی ضرورت نہوتی تو سات آسمانون کو بھی عدم سے پیدا نہ فرماتے۔
آفتاب و الخ۔ یعنی آفتاب اور ماہتاب اور یہ ستارے بغیر حاجت کے کب ظاہر ہوسے ہین جب معلوم ہوا کہ
بے حاجت کے کوئی چیز پیدا نہین ہوتی تو اسپر تفریع فرماتے ہین کہ۔
پس کمند الخ۔ یعنی پس ہستیون کی کمند حاجت ہے۔ اور بقدر ضرورت آدمی کے پاس اسباب بھی ہوتا ہے۔ اب
جبکہ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حق تعالے سے اوس قدر طلب ہے جسقدر کہ حاجت ہوتی ہے تو اس پر تفریع فرماتے ہین کہ
پس جو الخ۔ یعنی پس جب کہ حاجت ہستیون کی کمند ہے تو بقدر حاجت کے حق تعالے سے عطا بھی ہوتی ہے۔
پس بیفزا الخ۔ یعنی پس اے محتاج حاجت کو بڑھا تاکہ کرم کی وجہ سے دریا سے جود جوش مارے مطلب یہ کہ جب معلوم
ہو گیا کہ جسقدر حاجت ہو اوسی قدر حق تعالے دیتے ہین تو تم اپنی احتیاج کو حق تعالے کے روبرو خوب ظاہر کرو تاکہ خوب
اچھی طرح عطا اور کرم تم پر نازل ہو آگے احتیاج ظاہر کرنے سے کرم کے جوش کرنیکی ایک مثال فرماتے ہین۔
این گدایان الخ۔ یعنی راستہ پر یہ فقیر اور ہر مبتلا مخلوق کو اپنی حاجت دکھلاتے ہین۔
کوری و الخ۔ یعنی اندھاپن اور لنجاپن اور بیماری اور درد (کو دکھاتے ہین) تاکہ اس احتیاج کو دیکھ کر آدمی
کے رحم کو جنبش ہو تو اسیطرح اگر تم حق تعالے کے سامنے اپنی حاجت مندی کو ظاہر کروگے تو حق تعالے کا
دریائے کرم بھی جوش مین آوے گا اور تم پر لطف و کرم فرماوینگے آگے فرماتے ہین کہ۔
ہیچ گوید الخ۔ یعنی کوئی یون بھی کہتا ہے کہ اے لوگو مجھے روٹی دو اس لیے کہ میرے پاس مال ہے اور ڈھیر ہے اور
خوان ہے مطلب یہ کہ دیکھو جب مانگتے ہین اور جب کوئی دیتا ہے احتیاج ظاہر کرکے مانگتے ہین اور احتیاج
کو دیکھ کر ہی دیتے ہین اور اسطرح کوئی نہین مانگتا کہ بھائی میرے پاس مال بہت ہے لہذا مجھے اللہ واسطے روٹی
دو تو اسی طرح اگر تم حق تعالے کے سامنے اپنی احتیاج کو ظاہر کروگے تو جسقدر ظاہر کروگے اوسی قدر کرم ہوگا
آگے پھر اوپر کیطرف رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ کسی کو کوئی شئے بے ضرورت نہین ملتی آگے بھی یہی فرماتے ہین کہ۔
چشم ننہاد ست الخ۔ یعنی حق تعالے نے کورموش کی آنکھ نہین رکھی اس لیے کہ بے آنکھ ہی اوس کا اوچکنا
اچھا ہے مطلب یہ کہ چونکہ بے آنکھ کے بھی اپنی غذا حاصل کرلیتی ہے لہذا اوسکو آنکھ کی ضرورت بھی نہ تھی
اسی لیے حق تعالے نے اوس کے آنکھ نہین رکھی کہ بے ضرورت تھی۔
می تواند زیست الخ۔ یعنی وہی کورموش بے آنکھ اور بصارت کے بھی زندہ رہ سکتی ہے لہذا وہ خاک
ترمین آنکھ سے فارغ ہے مشہور ہے کہ چھچھوندر تر خاک مین رہتی ہے اس لیے فرماتے ہین کہ وہ تو اپنی
اوس خاک ترمین آنکھ سے فارغ ہے لہذا اوس کے آنکھ رکھی بھی نہین گئی اس لیے کہ فضول تھی
آگے فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

جز بدزدی او برون ناید زخاک — تا کند خالق از ان دزدیش پاک
بعد ازان پر یابد و مرغی شود — چون ملائک جانب گردون زود
هر زمان در گلشن شکر خدا — او بر آرد ہمچو بلبل صد نوا
کای رہانندہ مرا از وصف زشت — ای کنندہ دوزخی را تو بہشت
می نہی در پیہ نور و روشنی ۴۴ — استخوان را میدہی سمع ای غنی
چہ تعلق آن معانی را بہ جسم — چہ تعلق فہم اشیا را با سم
لفظ چون ذکرست و معنی طائرست — جسم جوی و روح آب سائرست
او روان ست و تو گوئی واقف است — او دوانست و تو گوئی عاکف است
در روانی روے آب جوے فکر — نیست بے خاشاک خوب و زشت ذکر
گر نہ بینی سیر آب از جا بجا — چیست بر روے نو بنو خاشا کہا
ہست خاشاک تو صورتہاے فکر — نو بنو در میرسد اشکال بکر ۴۴
روے آب جوے فکر اندر روش — نیست بے خاشاک محبوب و وحش

یہ چھچھوندر خاک سے اگر کبھی نکلتی ہے تو غذا کی چوری کے لیے یعنی ارباب علوم تقلیدی اگر کبھی حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہوتے ہین تو اغراض دنیاوی کے لیے اور یہ حالت ان کی اسوقت تک رہتی ہے جب تک کہ ان کو حق سبحانہ بفضل و رحمت جس کی ہر وقت امید ہے اور ہونی چاہیے اس چوری سے پاک کردین اور اغراض نفسانیہ کو زائل کردین اور جب وہ چوری سے پاک صاف ہوجاتے ہین - اور اغراض نفسانیہ سے علیحدہ ہوجاتے ہین اس وقت انکو پر عطا ہوتے ہین اور فرشتون کی طرح آسمان کی جانب اڑتے ہین - قرب الٰہی و ترقی روحانی حاصل کرتے ہین اور ہر وقت گلشن شکر خدا مین خواہ بزبان قال یا بزبان حال سیکڑون انداز سے نغمہ سرائی کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اے مجھے صفات ذمیمہ سے رہائی دینے والے اور میرے دوزخ کو بہشت بنانے والے اور نفس امارہ کو مطمئنہ کرنے والے تو بڑا قادر ہے تو اپنی قدرت کاملہ سے چربی کے ٹکڑون مین نور رکھتا ہے اور ہڈیون کو قوت سامعہ بخشتا ہے اجسام کو اوصاف سے کیا تعلق ہے مگر تو انکو یہ صفات عطا کرتا ہے - الفاظ سے فہم اشیاء کو کیا مناسبت مگر تو ان کو یہ صفت عطا کرتا ہے لفظ بمنزلہ آشیانہ کے ہے اور معنی بمنزلہ پرندہ کے ہے لان الالفاظ قوالب المعانی جسم بمنزلہ ندی کے ہے اور روح بمنزلہ بہتے پانی کے للظرفیۃ العرفیۃ والافاضۃ والاستفاضۃ یہ کیون محض تیرے انکو ایسا بنانے سے ورنہ لفظ کو معنی سے اور روح کو جسم سے کچھ بھی مناسبت نہین - چونکہ مولانا نے روح کو بہتے پانی سے تشبیہ دی ہے یہان سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہین اور فرماتے ہین کہ روح کی قوت فکریہ جو بمنزلہ آب جو کے ہے اس کی سطح اشیاء کے تذکر محمود و مذموم کے خس و خاشاک سے صاف نہین رہتی یعنی قوت فکریہ پر ہمیشہ خیالات کا ورود رہتا ہے

تم اس کو ٹھیرا ہوا سمجھتے ہو لیکن وہ ہر وقت چلتی رہتی ہے اور اپنے کام مین مصروف ہے اگر اس پانی کی ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت تمکو محسوس نہین ہوتی اور اس لیے تم اسکی حرکت کا انکار کرتے ہو تو پھر بتلاؤ کہ اسکی سطح پر نئے نئے خاشاک کیون آتے ہین۔ کیا ٹھیرے ہوے پانی کی بھی یہ حالت ہوتی ہے اب سمجھو کہ وہ خاشاک کیا ہین وہ صور فکریہ اور نئے نئے خیالات ہین جو ہر وقت آتے جاتے رہتے ہین اور اس لیے قوت فکریہ جو پانی کی مثل ہے اس کی سطح پہلے بُرے خس و خاشاک سے کبھی خالی نہین ہوتی ہے۔

شرح شبیری۔ جز بدزدی الخ۔ یعنی وہی کور موش بغیر چوری کے اور کسی کام کے لیے خاک سے نکلتی نہین ہے جب تک کہ خالق تعالی اوس کو چوری سے پاک نہ فرما دین۔ مطلب یہ کہ اوپر دنیا دار دون اور ہجو مین کو موش اور کور موش وغیرہ سے تشبیہ دی تھی اوسی کے متعلق فرماتے ہین کہ جسطرح وہ کور موش بجز اس کے کہ وہ کسب معاش کرے اور کسی وجہ سے وہ اپنے بل سے باہر نکلتی ہی نہین اسی طرح دنیا دار لوگ بجز کسب دنیا کے اور کسی کام امر کی تدبیر مین لگتے ہی نہین۔ اور دوسری چیز یعنی دین کی طرف متوجہ ہوتے ہی نہین اب چونکہ ان بچارون کو بہت ہی بُرا بھلا کہا ہے اس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید کوئی مایوس ہی ہو جاوے کہ جب یہ حالت ہے تو اب اصلاح کی کیا امید ہو سکتی ہے اور مولانا شیخ کامل ہین اس لیے۔ دوسرے مصرعہ مین اسکی اصلاح فرماتے ہین کہ یہ سب کچھ اس وقت تک ہے کہ جب تک حق تعالے اس شخص کو ان جھگڑون سے نجات نہ دین اور جب حق تعالی نجات دیدیتے ہین اور دوسری طرف لگا دیتے ہین تب اس کی یہ حالت نہین رہتی بلکہ پھر تو یہ حالت ہوتی ہے کہ عالم بالا اور عالم غیب کی طرف اوس کا میلان ہوتا ہے اور اس عالم سفلی سے نفرت ہو جاتی ہے آگے خود مولانا اسی کو فرماتے ہین کہ۔

بعد از ان الخ۔ یعنی بعد اس (توفیق حق) کے وہ پر پالیتا ہے اور پرندہ ہو جاتا ہے اور فرشتون کی طرح گردون کی طرف جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب حق تعالے اسکو ان امور سے پاک فرما دیتا ہے اور اوس کے ملکات سئیہ کو ملکات حسنہ بنا دیتا ہے جیسا کہ قرآن شریف مین موجود ہے اولئک یبدل اللہ سیئاتہم حسنات تو اوسوقت فرشتون کی طرح اون کا طبعی میلان اور رغبت عالم بالا اور عالم غیب ہی کی طرف ہوتا ہے اور عروج حاصل ہوتا ہے اور مراتب علیا حاصل ہوتے ہین اس مین ایک تو خود ان لوگون کی تسلی ہے دوسرے جو لوگ کہ ایسون کو ذلیل سمجھتے ہین اون کو سُنانا مقصود ہے کہ دیکھو ان کو حقیر مت سمجھو کیا خبر ہے کہ ایک وہ وقت آوے کہ یہ ان کے سارے ملکات سئیہ حسنات ہو جاوین اس وقت کیا منھ لیکر اون کے سامنے آؤ گے لہذا کسی کو حقیر نہ سمجھے ہان اون افعال کو بُرا سمجھے مگر اس شخص کو حقیر نہ سمجھے کہ اپنی تسبیح و تہلیل پر نظر کر کے اوس بچارہ کو یہ سمجھنا اور کہنا کہ یہ دنیا کے کتے ان کی مغفرت کہان ہو سکتی ہے وغیرہ وغیرہ ارے جب خدا نکردہ تم سے کوئی مغفرت جا ہیگا مت بخشنا مگر حق تعالے کے فضل و رحمت مین آپکو کس نے رائے زنی کرنے کو کہا ہے۔ وہی مثل ہے کہ الحائک اذا صلی یومین انتظر الوحی۔ پانچ وقت کی نماز کیا پابندی سے پڑھ لیتے ہین کہ ساری دنیا ان کے نزدیک مرتد اور مردود ہو گئی ہے نعوذ باللہ ہذا یاد رکھو کہ کبھی کسی کو حقیر ذلیل مت سمجھو غرضکہ جب اوس شخص کے ملکات بدل جاوینگے اور اوس کو عروج حقیقی حاصل ہوگا تو اوس کو جو فرحت

ہوگی وہ اوس کے دل سے کوئی پوچھے۔ اوس خوشی مین اوس کی یہ حالت ہوگی کہ۔
ہر زمان الخ۔ یعنی وہ ہر گھڑی حق تعالٰے کے گلشن شکر مین بلبل کی طرح سیکڑون آوازین نکالے۔ مطلب یہ کہ جسقدر اوس سے ہوسکے گا حق تعالٰے کا شکر بجا لاوے گا کہ الٰہی تیرا شکر ہے کہ یہ نعمت عظمٰی اس ناکارہ خلائق کو عطا ہوئی اور یون کہیگا
کلے الخ۔ یعنی کہ اے مجھے اوصاف زشت سے چھڑانیوالے اور اے دوزخ کو بہشت بنانے والے تیرا لاکھ لاکھ شکر ہی دوزخ سے مراد ملکات سئیہ اور بہشت سے مراد ملکات حسنہ مطلب یہ ہوا کہ جب اوس کے ملکات بدل جاوینگے تو وہ کہیگا کہ اے وہ ذات کہ جس نے میرے ملکات سئیہ کو حسنہ کردیا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے اب چونکہ ظاہر بینو نکو یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ بھلا ہر شئے کے تبدل ماہیت کے لیے اوس دوسری شے مین کوئی مناسبت بھی تو ہو مگر یہان دوزخ و جنت مین کیا مناسبت ہے اور کیا واسطہ ہے کہ جو دوزخ کو جنت کردیا جاویگا لہذا مولانا آگے اسکا جواب اوس شاکر ہی کی زبان سے فرماتے ہین جسکا حاصل یہ ہے کہ بیشک مناسبت مابین کی ضرورت ہے مگر یہ تو صرف مخلوق ہی کو ضرورت ہے حق تعالٰے کو اسکی ضرورت نہین ہے اس لیے کہ وہ تو بہت ہی غیر مناسب اشیا مین ایسا تعلق پیدا فرما دیتے ہین کہ آج تک اوس تعلق کی کنہ نہ کسی کو ملی اور نہ کوئی معلوم کرسکے جیسے کہ مثلاً رطوبت چشم مین روشنی کا پیدا فرما دینا بھلا رطوبت اور روشنی مین کیا مناسبت ہے کوئی بتا تو دے بلکہ اگر ہے تو کوئی دوسرا ایسی قسم کی رطوبات کو جمع کرکے روشنی رکھ تو دے۔ معلوم ہوا کہ حق تعالٰے کی وہ قدرت ہے کہ جسمین اسکی ضرورت ہی نہین ہے کہ اون مین مناسبت ہو وہ ویسے بھی تعلق پیدا کرنے پر قادر ہین آگے اسی کو بہت سی مثالوں سے بیان اور واضح فرماتے ہین کہ گویا وہ شاکر کہتا ہے کہ یا الٰہی تیری وہ قدرت ہی کہ۔
می نہی الخ۔ یعنی چربی مین آپ نور اور روشنی رکھ دیتے ہین۔ اور ہڈیون کو قوت سماعت آپنے عطا فرمائی ہے اسنے غنی پیہ سے مراد وہ رطوبات چشم ہین اور استخوان سے مراد یہ کان کے پیچھے وغیرہ تو دیکھو بھلا ان مین آپسمین کیا جوڑ ہے مگر حق تعالٰے نے ایک جوڑ پیدا فرمادیا ہے کہ جسکی کنہ کسیکو بھی آج تک معلوم نہ ہوسکی یون چاہے کچھ تعلق گو وہ لین مگر وہ سب نکات بعد الوقوع ہون تھے اگر اصل کنہ کا پتہ چل جاتا تو ضرور تھا کہ خود بھی اسکے بنانے پر قادر ہوتے۔
چہ تعلق الخ۔ یعنی ان معانی کا جسم سے کیا تعلق اور فہم اشیاء کا نام سے کیا تعلق۔ مطلب یہ کہ سمع اور بصر وغیرہ تو اوصاف ہین اور وہ رطوبت اور استخوان وغیرہ جسم ہین تو بھلا ان مین اور ان مین کیا تعلق وہ لطیف اور یہ کثیف یہ مادی اور وہ غیر مادی اس لیے کہ وہ تو اوصاف ہین مگر پھر بھی تعلق ہے۔ اور سب سے زیادہ حیرت مین ڈالنے والی یہ بات ہے کہ ہم جب چیزون کا نام لیتے ہین تو اوس سے اون کا فوراً تصور ہمارے ذہن مین آجاتا ہے اور ان کی ماہیت کذائی سامنے کھڑی ہوجاتی ہے مثلاً لوٹا کہا تو فوراً ذہن منتقل ہوگیا کہ وہ جو گول ہوتا ہے اور اوس مین ایک ٹونٹی اس شکل کی لگی ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ تو بھلا کوئی بتا دے کہ اس نام مین اور اوس جسم خاص اور شکل خاص مین کیا تعلق ہے اور کیا مناسبت ہے کہ جس سے وہ فوراً سمجھ مین آگیا۔ بس کچھ سمجھ مین نہین آتا صرف اسقدر کہہ سکتے ہین کہ حق تعالٰے نے قلوب مین یہ بات ڈالدی ہے کہ اون نامون سے اون صورتوں کیطرف انتقال ہوجاتا ہے ورنہ بظاہر کوئی وجہ سمجھ مین نہین آتی بس خدا کی قدرت ہی کہ اسطرح تعلق رکھدیا ہے۔
لفظ چون الخ۔ یعنی لفظ مثل آشیانہ کے ہے اور معنی مثل طائر کے ہین اور جسم تو نہر ہے اور روح چلتا ہوا پانی ہی

یہان نہر سے مراد صرف وہ ہے جو کہ ابھی کھود دی گئی ہو اور اس مین پانی نہو۔ تو مطلب یہ ہے کہ اوپر کہا گیا ہے کہ ان
اوصاف سمع و بصر وغیرہ مین اور جسم انسانی مین کوئی تعلق نہین ہے اب فرماتے ہین کہ اگر بہت غور و خوض کے
بعد سوچا جاوے تو اتنا کہہ سکتے ہین کہ یہ اوصاف تو پرند کی طرح ہین اور جسم آشیانہ کیطرح یعنی آپس مین ظرف و
مظروفیت کا تعلق ہے مگر کوئی بھی بتا دے کہ بھلا ظرف و مظروف ہی مین کیا تعلق ہے یون تو بظاہر یہ تعلق ہو کہ
یہ آشیانہ اوسکا ہے مگر اسکی کنہ کیا ہے کہ آخر یہ تعلق کس وجہ سے ہو کوئی بھی نہین بتا سکتا۔ تو دیکھو ایک تعلق نکلا بھی
تو وہ بھی کالعدم جسکا کہ اعتبار کر ہی نہین سکتے اس لیے کہ اس تعلق کو جس کے مشابہ کہا جاتا ہے خود اوسی مین تعلق کی خبر
نہین تو شبہ مین تو کیا کوئی بتا سکتا ہے یا یہ کہا جاوے کہ جسم ایک نہر محفور ہے اور روح اوس مین پانی کی طرح
ہے اس کا حاصل بھی وہی ظرف و مظروفیت ہے۔ مگر کوئی بتا دے کہ بھلا روح اور جسم مین کیا علاقہ ہے خدا کی
قسم قیامت تک اسکی کنہ سمجھ مین نہین آسکتی۔ اس لیے کہ یہ فعل حق ہے اسکی کنہ عبد کس طرح معلوم کر سکتا ہو
چونکہ یہان روح کو آب جاری سے تشبیہ دی ہے اس لیے آگے اسی پر تفریع فرماتے ہین کہ۔

در روانی الخ۔ یعنی فکر کی ندی کے پانی کا سطح روانی مین سے اچھی بری اشیاء کے ذکر کے خس و خاشاک کے نہین
ہے۔ مطلب یہ ہے فکر اور روح جو اس جسم مین چل رہے ہین اور عروج کر رہے ہین اون کے اندر وساوس اور
افکار وغیرہ بھرے ہوئے ہین تو جسطرح کہ پانی پر خس و خاشاک آجانے سے اوس پانی کی صفائی محسوس و معلوم نہین ہوتی
اسی طرح ان وساوس و افکار دنیویہ کے آجانے سے روح کی وہ صفائی اور لطافت محسوس نہین ہو۔ ورنہ اگر یہ نہو تو
روح کا جو اوس عالم سے تعلق ہے وہ ضرور نظر آوے یہ جو تعلقات بالجسم ہین جس سے کہ افکار دنیویہ پیدا ہوتے
ہین یہ اوس کے اوس تعلق کو ظاہر ہونے ہی نہین دیتے اور اوس کے آثار کو مرتب نہین ہونے دیتے۔

اور واقف الخ۔ یعنی وہ پانی تو چل رہا ہے مگر تم کہتے ہو کہ ٹھیرا ہوا ہے اور وہ دوڑ رہا ہے اور تم کہتے ہو کہ معطل
ہے۔ مطلب یہ کہ روح ہر وقت عالم بالا کی طرف توجہ کر رہی ہے اور اسی طرف اوس کا میلان ہو مگر چونکہ اوس پر
موانع تعلق بالجسم کی وجہ سے طاری ہین جو مشابہ خس و خاشاک کے ہین وہ اوس کی روانی کو محسوس نہین ہونے دیتے
ورنہ اگر یہ اوٹھ جاوین اور موانع جسم جاتے رہین تو ظاہر ہے کہ پھر تو ضرور اوس عالم غیب سے تعلق روح کا ظاہر
طور پر معلوم و محسوس ہو مگر اب ان تعلقات کی وجہ سے محسوس نہین ہوتا اور ان دنیاوی جھگڑون مین اون دنیاوی
چیزون کی یاد مین انسان لگا رہتا ہے۔ اور حق تعالے کیطرف کی خبر بھی نہین ہوتی۔ چونکہ یہ کہنا کہ روح کا میلان اوسی
طرف ہے مگر موانع کی وجہ سے محسوس نہین ہے صرف دعوے ہے اس لیے آگے بطور دلیل انّی کے فرماتے ہین۔

گر نبودے الخ۔ یعنی اگر پانی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہ چلتا تو اسپر یہ نئے نئے خس و خاشاک کیسے ہین مطلب
یہ ہے کہ اگر روح مین روانی اور اس کو عروج اور عالم بالا کی طرف میلان نہوتا تو پھر یہ نئے نئے افکار اور نئی نئی
باتین کہان سے آتین یہ جو ہر وقت ایک نیا فکر پیدا اور نئی ایجاد ہے اس سے معلوم ہوتا ہو کہ اندر کوئی شئے چل رہی ہے کہ اوس سے
کبھی کوئی شئے سامنے آتی ہے اور پھر دوسری شئے نظر آتی ہے جسطرح کہ دیکھو اوپر خس و خاشاک ہوتے ہین
اور اندر پانی چلتا ہے تو اوس کے چلنے سے وہ خاشاک بھی چلتے ہین اور جو اب ہمارے مقابل تھا وہ آگے بڑھکر
دوسرا سامنے آگیا معلوم ہوا کہ کوئی چیز ہے جو انکو چلا رہی ہو اسیطرح روح کے اثرات کے بدلنے سے معلوم ہوتا ہے

کہ بیان بھی کوئی شے ہے کہ جو روانی مین ہے اور ہر گھڑی ایک نئی چیز کو سامنے لا کر کھڑا کرتی ہو آگے خود تشریح فرماتے ہین کہ
ہست خاشاک الخ۔ یعنی تیری خاشاک وہ صور فکریہ ہین کہ جو باکرہ لڑکی کی طرح ہر دم نو بنو آ رہی ہین۔
روے آب الخ یعنی فکر کی ندی کے پانی کا سطح بے خاشاک خوب و زشت کے روشن ہین نہین ہو مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے لیے یہ ضرور ہے کہ اوس کی قوت فکریہ مین جو کہ ایک ندی کی طرح ہو مختلف اچھے اور برے خیالات آتے ہین مگر ان افکار کے آنے سے چاہئے کہ انسان استدلال کرے اوس استدلال کو خود فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

قشرہا بر روے این آب روان	از ثمار باغ غیبے شد دوان
قشرہا را مغز اندر باغ جو	زانکہ آب از باغ می آید بجو
گر نہ بینی رفتن آب حیات	بنگر اندر سیر این جوے نبات
آب جو انبہ تر آید در گذر	زو کند قشرے صور زوتر گذر
چون بغایت تیز شد این جو روان	غم نپاید در ضمیر عارفان
چون بغایت ممتلی بود و شتاب	پس نگنجد اندرو الا کہ آب

بیان مذکورۂ بالا بطور تمہید اور مقدمہ کے تھا اب سمجھو کہ یہ خیالات دنیویہ جو بمنزلہ چھلکون کے ہین اور اس پانی کی سطح پر بہ رہے ہین گلشن غیبستان کے پھلون کے چھلکے ہین پس تو اس باغ مین جا اور ان چھلکون کا مغز تلاش یعنی حقائق و معارف الٰہیہ ڈھونڈھ کیونکہ یہ پانی اس ندی مین باغ ہی سے آ رہا ہے جسکی دلیل یہ چھلکے ہین اگر تجھے وہ آبحیات کا سرچشمۂ غیبی نظر نہین آتا۔ جسمین سے اس ندی مین پانی آ رہا ہے اور جسم و روح جس سے مستفیض ہو رہے ہین تو تو اس ندی کی اس خاص انداز سے چلنے کو اور اس مین ان نباتات (خیالات) کی آمیزش کو دیکھ تجھے معلوم ہو جاوے گا کہ اس ندی کا منبع باغ ہی ہے۔ جب یہ مقدمہ معلوم ہو گیا تو اب سنو جب اس چشمۂ آبحیات سے اس ندی مین پانی بکثرت آتا ہو اور قلوب پر واردات کا ہجوم ہوتا ہے تو یہ خیالات تیز روان ہونے لگتے ہین اور جب یہ ندی زیادہ تیزی سے روان ہوتی ہے تو اس وقت عارفون کے قلوب مین غم نہین ٹھہر سکتا۔ اور جب پورے طور پر لبریز ہو جاتی ہے اور پوری قوت سے بہنے لگتی ہے تو وہان بجز پانی کے اور کسی چیز کی گنجائش ہی نہین ہوتی۔ پس اس وقت واردات غیبی اور علوم عرفانی ہی ہوتے ہین غم و فکر کا نام نشان بھی نہین ہوتا اچھا اب ایک حکایت سن جس سے ہمارے بیان کی تصدیق و تائید ہو۔

شرح شبیری۔ قشرہا الخ۔ یعنی اس آب جاری کے سطح پر یہ چھلکے باغ غیبی کے پھلون مین سے آئے ہین۔ قشرہا را الخ۔ یعنی ان چھلکون کے مغز کو باغ مین سے تلاش کرو اس لیے کہ پانی باغ ہی مین سے ندی مین آ رہا ہے مطلب یہ ہے کہ جسطرح کہ پانی اوس نہر محفور کے لیے مفیض ہوتا ہے کہ اوس سے اوس کو تری ہوتی ہے اور وہ ندی مستفیض ہوتی ہے اسیطرح روح مفیض اور جسم مستفیض ہوتا ہے۔ اور جسطرح کہ نہر مین پھلکے پھلون کے نظر آنا اسکی دلیل ہو کہ ضرور یہ نہر کسی باغ کے نیچے سے ہو کر آ رہی ہو کہ جسمین سے پھلون کے قشر اسمین سے گرتے ہین تو اسی طرح

دماغ مین اور قوت فکریہ مین افکار کا آنا بتا رہا ہے کہ یہ روح کہ جس سے اس جسم کا تعلق ہے کسی معدن علوم و فیوض سے تعلق رکھتی ہے پس جس طرح کہ اُس چھلکے بہنے سے استدلال باغ پر کر کے اوس باغ کی طلب ضروری ہو اسیطرح ان افکار کے ہجوم سے ضروری ہے کہ یہان بھی اوس معدن علوم و فیوض کی طلب کی جاوے اسی کو مولانا فرماتے ہین کہ ان افکار و اوہام کے ہجوم سے تم سمجھو کہ جہان سے یہ فیض اسیر ہو رہا ہے اوس اصل کو تلاش کرنا چاہئے اور وہ اصل وہ روح اعظم اور عالم غیب ہے۔ لہذا اس سے استدلال کر کے اُس طرف توجہ چاہیئے اور جب عالم بالا اور عالم غیب کی طرف توجہ ہوگی تو پھر حق سبحانہ و تعالےٰ کی طرف بھی توجہ ہوگی لہذا ان سے استدلال کر کے حق سبحانہ تعالےٰ کی طرف توجہ اور اوسکی طلب ضروری ہے خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

گر نہ بینی الخ۔ یعنی اگر تم کو آب حیات کی روانی نظر نہین آتی تو اُس نہر کی اور نباتات کے چلنے کو دیکھو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر روح کا عروج اور اوس کی سیر تم کو نظر نہین آتی اور اس سے تم استدلال نہین کر سکتے۔ تو ان افکار وغیرہ کے ہر گھڑی نو بنو آنے سے ہی استدلال کرو اور دیکھو کہ ایک جا رہا ہے اور دوسرا آ رہا ہے قوت فکریہ کبھی خالی نہین رہتی۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ ؎ کبھی وہ اور کبھی اوس کا رہا غم + غرض خالی دل شیدا نہ پایا + تو اس سے ہی سمجھ کہ ہان روح مین روانی ہے اور ایک گھڑی رنج ہے تو دوسرے وقت خوشی ایک وقت تکلیف ہے تو اوس کے بعد راحت ہے یہ ساری باتین روح کی سیر اور روانی پر دال ہین یہان تک تو عوام کا ذکر تھا کہ اون کی حالت مین بھی تبدل ہوتا ہے مگر بہت آہستہ اور کم ہوتا ہے بلکہ مثلاً اگر کبھی غم سوار ہوا تو ابھی دیر پا ہے اور اگر کلفت ہو تو اسکا اثر بھی باقی ہے غرضکہ تبدل ہوتا ہے مگر دیر مین اسلیے ان افکار کو دفع کرنیوالی تو وہ قوت روحانی ہے جو کہ علوم و حقائق و معارف سے پیدا ہوتی ہے اور یہ عوام مین کم ہے تو افکار دنیویہ کا اثر بھی اونپر زیادہ ہے آگے حضرات اولیاء اللہ کیحالت کو بیان فرماتے ہین

آب جو ابنہ الخ۔ یعنی نہر کا پانی چلنے مین جب بہت زیادہ ہو جاتا ہے تو اوس سے قشر صور بہت جلدی گذر جاتے ہین مطلب یہ کہ دیکھو اگر نہر مین پانی کم ہو تب تو خس و خاشاک آہستہ چلتے ہین اور ایک جگہ زیادہ ٹھہرتے ہین یہ حالت تو عوام کی ہے کہ بسبب علوم کی کمی کے اون مین افکار و غموم دیرپا ہوتے ہین اور جو لوگ کہ کام شروع کر دیتے ہین یعنی سالکین متوسطین چونکہ اون کے علوم و حقائق ایکدم سے انبوہ کر کے آتے ہین تو اونمین وہ علوم و حقائق ان افکار دنیویہ کو زیادہ ٹھہرنے نہین دیتے۔ بلکہ جلدی ہی سے یہ افکار زائل ہو جاتے ہین اور وہ علوم اوسکو اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہین یہ حالت متوسطین کی ہوئی۔

چون بغایت الخ۔ یعنی جب یہ ندی خوب تیز ہو جاتی ہے تو پھر عارفین کے قلوب مین غم ٹھہرتا ہی نہین مطلب یہ کہ جب ندی مین پانی زور سے آوے یعنی جسے ریلہ کہتے ہین وہ آجاوے تو پھر خس و خاشاک آتے ہین۔ مگر اسقدر سرعت سے گذرتے ہین کہ اون کو ایک جگہ قرار ہی نہین ہوتا جیسے کہ کسی نے کبھی اونچی جگہ سے نشیب مین پانی گرتے دیکھا ہو جسکو جھال بولتے ہین تو دیکھیے کہ کس قدر سرعت سے تمام خس و خاشاک گذرتے ہین کہ معلوم بھی نہین ہوتے یہ حالت عارفین کی ہے کہ ان حضرات کے قلب مین غموم و ہموم دنیا آتے تو ہین مگر وہ علوم و حقائق جو ان کے اندر بھرے ہین یا اون کو ایک سکنڈ کے لیے ٹھہرنے نہین دیتے یہ عارفین ہوئے۔

چون بغایت الخ۔ یعنی جب بے انتہا بھر جاوے اور بہت ہی تیز ہو جاوے تو اب اس مین بجز پانی کے اور کچھ

سماتا ہی نہین مطلب یہ کہ جب تک وہ ابلا رہا جب تک تو خیر خس و خاشاک آنے مگر جلدی ہی گذر گئے لیکن اگر پانی اسقدر بھر جاوے کہ نہر کے کنارون سے بھی باہر نکل جاوے اب وہ حالت ہے کہ اوس مین بجز پانی کے اور کچھ سماتا ہی نہین سارے خس و خاشاک اوبل کر باہر نکل گئے اور پانی صاف شفاف رہگیا۔ یہ حالت اون لوگون کی ہے کہ جنپر فنا غالب ہوتی ہے کہ اون حضرات کے قلوب پر ہموم و غموم طاری ہی نہین ہوتے بس اون کی نظر ہروقت حق سبحانہ تعالے کی طرف ہی لگی ہوئی ہے یہان آسے ہی نہین ان سب مین فرق ایک مثال سے سمجھو کہ جیسے کئی آدمیون کے بیٹے مر گئے ایک تو عامی ہو اوسکی یہ حالت ہوگی کہ گریہ و بکا شروع کرے گا۔ اور شکوہ و شکایت کے دفتر کھولدے گا۔ اور اوس کا سوگ منا کر بیٹھ جاویگا نہ نماز رہی نہ روزہ رہا بس ہر گھڑی اوسی کا خیال ہے یہ تو عامی ہو گیا دوسرے کی یہ حالت ہوئی کہ اوس نے سنا اوس کو غم بھی ہوا رویا بھی ایکدن غم رہا مگر پھر زائل ہوگیا اور اپنے کامون مین لگ گیا۔ مگر اب بھی جب خیال آتا ہو تو پھر وہی حالت ہو جاتی ہے اور تھوڑا تھوڑا خیال ہروقت بھی رہتا ہے مگر ان سب باتون مین حدود شرعیہ سے تجاوز نہ کیا نہ خدا تعالے کی شکایت کرنے بیٹھا یہ متوسط ہے کہ غم مستولی ہے مگر خیر کچھ سنبھلا ہوا ہے تیسرے کو جب خبر ہوئی تو اوس نے سنکر انا للہ پڑھی اس وقت رنج بھی ہوا آنسو بھی نکلے مگر بہت سنبھلا رہا۔ بدحواس نہین ہوا بلکہ اپنے کام مین لگا رہا۔ اور یہی سمجھا کہ خدا کی چیز تھی اوسی نے لے لی اس کی نظر فوراً حق تعالے پر ہوئی اور سارا رنج و غم زائل ہوگیا اگرچہ رنج طبعی باقی رہا مگر یہ نہین کہ نماز مین بھی وہی اور قرآن مین بھی وہی بلکہ دل سے تو متوجہ بحق ہے مگر طبعی رنج ہے یہ عارف ہے اور یہی کامل ہے اس لیے کہ اوس کی حالت اشبہ برسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ حضرت ابراہیم کی وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ انا بفراقک یا ابراہیم لمحزونون اور آپ کے آنسو جاری تھے مگر قلب مبارک مین وہی حب حق بسی ہوئی تھی۔ جب چوتھے صاحب کو اطلاع ہوئی تو بولے کہ الحمد للہ اور ہنسے اور خوش ہوئے جیسا کہ بعض مجاذیب بزرگون کے قصے لکھے ہین یہ حالت غلبۂ فنا کی مگر کمال نہین ہو ہان بعض مرتبہ کاملین کو بھی یہ حالت طاری ہوتی ہو اور اونپر بھی غلبہ فنا کا ہوتا ہے مگر اون کی یہ حالت دائمی نہین ہے تو اس حالت مین غم اور فکر اور رنج آتا ہی نہین ہمیشہ ہشاش بشاش رہتے ہین تو دیکھو یہ سارے تفاوت ہو جہ قوت روح اور ضعف روح کے ہین کہ ایک قوی الروح تھا اوس پر ویسا اثر مرتب ہوا اور اس قوت نے مدافعت کی اور دوسرا ضعیف تھا اوس پر دوسرا اثر ہوا۔ آگے ایک حکایت لاتے ہین جسکا خلاصہ یہ ہو کہ ایک شخص کے سامنے ایک شخص نے اوس کے پیر کو برا بھلا کہا اور کہا کہ وہ تو شرابی ہین مرید نے کہا کہ تم غلط کہتے ہو اوس معترض نے اوس مرید کو میخانہ مین لیجا کھڑا کیا دیکھا کہ شیخ جام ہاتھ مین لیے بیٹھے ہین تب اس معترض نے اعتراض کیا کہ حضرت مجھ پر تو یہ نصیحت ہوتی ہے کہ شراب مت پیو اس لیے کہ جب جام شراب بھر جاتا ہے تو اوس مین شیطان موت دیتا ہے تو اب آپ کیون پی رہے ہین اونھون نے جواب دیا کہ وہ اور جام ہوسے ہین ہمارا جام اسقدر بھرا ہوا ہے کہ اوس مین اتنی جگہ ہی نہین ہے کہ شیطان موت سکے پھر اس جواب کی مولانا وجہ بتادین گے غرض کہ طویل قصہ آگے خود آتا ہے مگر یہان بتانا یہ مقصود ہے کہ دیکھو جسطرح اونھون نے

اما کہ ہمارا جام اسقدر بھرا ہوا ہے کہ اوس کی جگہ ہی نہیں ہے ایسے جن حضرات پر غلبہ فنا کا ہوتا ہے اون کے اندر کبھی گنجائش اسکی نہیں رہتی کہ غموم وہموم دنیا اون کے اندر آ سکیں پس اس مقام سے اس حکایت کو یہ مناسبت ہے اسی لیے لاتے ہیں اب حکایت سنیے۔

شرح حبیبی

ابلہی یک شیخ را تہمت نہاد　　کو بدست و نیست بر راہ رشاد
شارب خمرست و سالوس و خبیث　　مر مریدان را کجا باشد مغیث
آن یکی گفتش ادب را ہوش دار　　خورد نبود این چنین ظن بر کبار
دور ازو و دور از اوصاف او　　کز سیلی تیرہ گردد صاف او
این چنین بہتان منہ بر اہل حق　　کین خیال تست برگردان ورق
این نباشد ور بود ای مرغ خاک　　بحر قلزم را ز مرداری چہ باک
نیست دون القلتین و حوض خرد　　کش تواند قطرۂ از کار برد
آتش ابراہیم را نبود زیان　　ہر کہ نمرودیست گو می ترس ازان
نفس نمرودست عقل و جان خلیل　　روح در عین ست و نفس اندر دلیل
این دلیل راہ رہرو را بود　　کو بہر دم در بیابان گم شود
واصلان را نیست جز چشم و چراغ　　از دلیل راہ شان باشد فراغ
گر دلیلی گفت آن مرد وصال　　گفت بہر فہم اصحاب جدال
بہر طفلی نو پدر تی تی کند　　گرچہ عقلش ہندسہ گیتی کند
کم نگردد فضل استاد از علو　　گر الف چیزی ندارد گوید او
از پی تعلیم آن بستہ دہن　　گوید او حطی و ہوز کلمن ہا
در زبان او بباید آمدن　　از زبان خود برون باید شدن
تا بیاموزد ز تو او علم و فن　　جملگی از خود بباید گم شدن ہا
پس ہمہ خلقان چو طفلان وی اند　　لازم است این پیر را در وقت پند

ایک احمق نے کسی شیخ پر تہمت لگائی کہ وہ بُرا اور گمراہ شخص ہے شراب خواری و مکاری کرتا ہے خبیث ہے اور ہرگز شفقت کے قابل نہیں۔ او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔ جب خود اوس کی حالت ایسی گندہ ہے تو وہ مریدوں کی کیا دستگیری کر سکتا ہے کسی نے کہا کہ جناب ادب ملحوظ رکھیے بڑے لوگوں کی نسبت ایسا گمان مناسب نہیں خدا نکردہ کہ اونسے کوئی معصیت صادر ہو کر اون کے قلب صافی کو مکدر کرے۔ اہل اللہ پر ایسی تہمت نہ لگائیے یہ آپ کا خیال ہے اسے بدلیے اول تو یہ ہے نہیں اور اگر ہو بھی تو ایک مردار بحر قلزم کو مکدر نہیں کر سکتا۔ وہ قلتین سے کم اور حوض صغیر نہیں ہے جسکو

ایک ناپاک قطرہ پانی بیکار کردے اور اس معصیت ظاہری سے اونکو ضرر ہو کیونکہ اہل اللہ کے لیے اون کی خاصیت اضرار باقی نہین رہتی خواہ اس لیے کہ اہل اللہ اس حالت مین مغلوب العقل ہونے کے سبب مرفوع القلم ہوتے ہین یا اس لئے کہ اس شئے کی حقیقت بدل جاتی ہے اور اس لیے وہ محرم ہی نہین رہتی۔ آگ ابراہیم کو نہین جلا سکتی ہان نمرود کو پھونک دیتی ہے اوس کو اس سے ڈرنا چاہیے پس روح مثل خلیل ہے اور نفس نمرود۔ جن لوگون کا نفس بھی بغلبہ روح سے روح ہو گیا ہے اونکو معصیت مضر نہین خواہ اس لیے کہ تبدل حقیقت سے وہ فی نفسہ معصیت ہی نہین رہتی۔ اور خواہ اس سبب سے کہ اون کی مغلوبیت کے باعث ان کے حق مین معصیت نہین رہتی۔ اور جن لوگون کی روح بھی مغلوب نفس بھی مغلوب نفس ہو کر نفس ہو گئی ہے انکو بینک ضرر ہوتا ہے کیونکہ وہان ان دونون باتون مین سے کوئی بھی بات نہین ہوتی ایک فرق تو روح و نفس کے درمیان تم کو اس بیان سے معلوم ہو گیا گو بیان فرق مقصود نہ تھا اب تبعاً ایک دوسرا فرق بھی سن لو۔ روح مشاہدہ حق سبحانہ مین مصروف ہوتی ہے اور نفس طالب دلیل ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ رہنما کی ضرورت اس کو ہوتی ہے جو قطع منزل کے درپے ہو اس لیے کہ اوس کو بھٹک جانے کا خطرہ ہوتا ہے اور جو واصل الی المطلوب ہین اون کو دلیل کی ضرورت نہین بلکہ اون کو تو دیدہ بینا اور روشنی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ امور اون کے اندر موجود ہین کہ حق سبحانہ نے اون کو روح اور چشم بینا عطا فرمائی ہے اور نور معرفت بخشا ہے اس پر تم کو یہ شبہ نہ ہونا چاہیے کہ پھر یہ لوگ دلیلین کیون بیان کرتے ہین کیونکہ وہ دلائل محجوبین کے سمجھانے کے لیے ہین۔ جو ذوق اور مشاہدہ نہین رکھتے دیکھو چھوٹے بچے سے جب اس کا باپ باتین کرتا ہے تو اسی کے طرح تتلا کر باتین کرتا ہے اگرچہ اوسکی عقل دنیا کی پیمایش کرنے کو تیار ہوتی ہے نیز اگر استاد بچہ کو پڑھانے کے لیے الف خالی سکھے تو اس سے اوس کے علم مین کوئی کمی نہین آتی وہ اس تا گویا کے پڑھانے کو ابجد ہوز حطی کلمن کہتا ہے مگر اس سے اوس کے علم مین کچھ نقصان نہین آتا۔ اور ابجد خوان نہین کہلا سکتا۔ کیونکہ تعلیم کے لیے ضرورت ہے کہ اپنی زبان کو چھوڑ کر متعلم کی زبان اختیار کی جاوے۔ اور اس کی قوت و استعداد کا لحاظ رکھا جاوے۔ اور اپنے کو بالکل بھلا دیا جاوے۔ تاکہ وہ تم سے علم و فن سیکھے اسی طرح سمجھ لو کہ تمام مخلوق عارف کے بچے ہین اس لیے لازم ہے کہ نصیحت کے وقت انکی استعدادات کا لحاظ رکھے کلموا الناس علےٰ قدر عقولہم۔

آن مرید شیخ بدگوینده را	آن بکفر و گمرہی آگندہ را
گفت تو خود را مزن بر تیغ تیز	ہین مکن با شاہ با سلطان ستیز
حوض با دریا اگر پہلو زند	خویش را از بیخ ہستی برکند
نیست بحرے کو کران دارد کہ تا	تیرہ گردد او ز مردار و شما
کفر را حد است و اندازہ بدان	شیخ و نور شیخ را نبود کران
پیش بیحد ہر چہ محدود است لاست	کل شئے غیر وجہ اللہ فناست
کفر و ایمان نیست آنجائیکہ اوست	زانکہ او مغز است این دو رنگ و پوست

غرضکہ شیخ کے مریدنے کو رنے اس شخص کو اور کفر و گمراہی میں لتھڑے ہوئے سے کہا کہ دیکھئے میں آپ سے خیر خواہانہ عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنے کو تباہی سے نہ بڑھائے اور شیخ کی مذمت کر کے ہلاکت روحانی میں مبتلا نہو جئے دیکھو بادشاہ کی مخالفت تباہی لاتی ہے آپ بادشاہ دین سے نہ لڑیئے۔ قاعدہ ہو کہ اگر حوض دریا سے ٹکراتی ہے تو اپنی ہستی کو مٹادیتی ہے آپ ایک حوض ہیں اور وہ بحر بیکران۔ آپ کی مذمت اور آپ کی مخالفت سے اون کو ضرر نہیں پہونچ سکتا بلکہ خود آپ کو ضرر پہونچیگا سزا بجز اس کی تو ایک کبیرہ گناہ ہے میں تو کہتا ہوں کہ کفر بھی ان کو نقصان نہیں پہونچا سکتا۔ کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ کل شئے ہالک الا وجہہ یعنی ذات حق سبحانہ کے سوا تمام اشیا رفانی ہیں۔ لہذا کفر وایمان متعارف بھی فانی ہیں اور اہل اللہ متخلق باخلاق اللہ اور متصف بصفات حق سبحانہ ہیں۔ لہذا وہ بھی باقی ببقا الحق ہونگے۔ نیز حق سبحانہ غیر محدود ہیں لہذا اہل اللہ بھی غیر محدود و بلا تناہی حق سبحانہ ہونگے اور کفر وایمان متعارف محدود ہیں۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ محدود غیر محدود کے سامنے فانی اور لاشئے محض ہے اس کو اس تک رسائی ہی نہیں ہو سکتی۔ اور وہ اس کی صفت ہی نہیں بن سکتا۔ پس کفر وایمان متعارف کی وہاں رسائی ہی نہیں ہو سکتی۔ اور وہ انکی صفت ہی نہیں بن سکتی کیونکہ انکو تو ایمان حقیقی حاصل ہے جو کہ مغز ہے اور کفر وایمان متعارف رنگ اور صورتیں ہیں پس انکو اس سے کیا تعلق جن کو مغز حاصل ہے جسکے سریان سے وہ سراپا اور سرتاپا مغز ہو گئے ہیں پس معلوم ہوا کہ انکو کفر نقصان نہیں پہونچا سکتا۔ اور وجہ اسکی یہ ہے کہ کفر کی وہاں تک رسائی نہیں اور وہ اس کے ساتھ موصوف ہی نہیں ہو سکتے۔ نہ یہ کہ کفر اونکے لیے جائز ہے نعوذ باللہ منہ فتدبر ولا تزل +

ایک اجنبی شخص کا ایک بزرگ پر طعنہ زنی کرنا اور انکے ایک مرید کا انکی طرف سے جواب دینا پھر شیخ کا خود جواب دینا

شرح شبیری۔ ابلہی الخ۔ یعنی ایک ابلہ نے ایک شیخ پر تہمت لگائی کہ وہ تو بہت برا ہے اور راہ ہدایت پر نہیں ہے۔
شارب الخ۔ یعنی شرابی ہے اور مکار ہے اور خبیث ہے بھلا وہ مریدوں کی تو کیا خبر لے گا۔
آن یکے الخ۔ یعنی ایک نے اوس سے کہا کہ ذرا ادب کا لحاظ رکھو کہ بڑے لوگوں پر ایسا گمان مناسب نہیں ہے۔ یہ مجیب ان بزرگ کا مرید تھا جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔
دور از الخ۔ یعنی اوس سے اور اس کے اوصاف سے یہ بات بعید ہے کہ ایک سیل سے اوسکا صاف خراب ہو جائے۔
اینچنین الخ۔ یعنی اہل حق پر ایسا بہتان مت رکھو کہ یہ تمہارا خیال ہی ہے اس سے ورق کو لوٹ دو سیل سے مراد صدور منکر ہے مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اولیاء اللہ معصوم تو نہیں ہوتے مگر حق تعالے کی طرف سے محفوظ ہوتے ہیں اور حق تعالے اونکو بچاتا ہے اسلیے اون سے صدور منکر بعید ہے اگرچہ ممکن ہے مگر اون کے اندر حق تعالے ایسے موانع رکھدیتے ہیں کہ جس سے اون سے صدور منکر نہیں ہوتا۔ تو اس مرید نے کہا کہ اون سے یہ بات بہت بعید ہے۔ کہ اون سے منکر صادر ہو سکے لہذا تم کو چاہیے کہ ہرگز ایسا خیال نہ کرو

ہو تو اس خیال سے باز آجاؤ اس لیے کہ ان حضرات سے بوجہ محفوظ ہونے کے صدور ہی منکر کا نہین ہوتا۔
این نباشد الخ۔ یعنی یہ نہین ہوتا اور اگر ہو بھی تو اے مرغ خاک بحر قلزم کو مردار سے کیا ڈر ہے۔ اس شعر سے
بہت جہلا رصوفیہ فرقہ آباحیہ اس امر کا ثبوت دیتے ہین کہ سالک پر ایک حالت وہ بھی آتی ہو کہ جسمین اوس کو
گناہ کرنے سے گناہ نہین ہوتا حالانکہ یہ بالکل غلط ہو بات یہ ہے کہ لوگ مثنوی شریف سے استدلال کرتے ہین اور اس سے
علوم اخذ کرنا چاہتے ہین حالانکہ مثنوی ایسی کتاب ہو کہ جس شخص کو پہلے سے علوم معلوم ہون وہ اس کے مضامین کو
اونپر منطبق کرلے ورنہ خود اس سے علوم اخذ کرنے مین بڑی سخت گمراہی کا خوف ہے اسکی مثال بالکل قرآن شریف
جیسی ہے کہ جسطرح کہ قرآن شریف ہے رافضی سنی مرجیہ اور قدریہ اور جبریہ وغیرہ وغیرہ سب فرق نے اپنے اپنے
مطلب کے موافق باتین نکال لی ہین اسی طرح اس سے بھی ہر شخص اپنے مطلب کی بات نکال سکتا ہے۔ پس
جسطرح کہ قرآن شریف کے سمجھنے کے لیے حدیث کے ملانے کی ضرورت ہو اسی طرح اسکے سمجھنے کے لیے اسکی
ضرورت ہے کہ اول علوم حاصل کرلے پھر اون پر اس کے مضامین کو منطبق کرے اور اسی معنی مین مولانا
جامی نے فرمایا کہ ؎ مثنوی مولوی معنوی + ہست قرآن در زبان پہلوی۔ اس سے لوگ سمجھے ہین کہ اسمین
قرآن شریف کے مضامین ہین گویا کہ ترجمہ ہے حالانکہ بالکل غلط ہو اس مین بہت کم مضامین قرآنی ہین بلکہ
اس کا مطلب جو ہمارے حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے یہ ہے کہ مولانا جامی نے خود اس مثنوی ہی کو
قرآن کہا ہے اس لیے کہ قرآن سے مراد کلام حق ہے اور کلام حق الفاظ کا مقید تو ہے نہین بلکہ الفاظ مخلوق
ہین اور صفت کلام قدیم ہی تو جسطرح کہ اپنے اوس کلام قدیم کو کلمات عربیہ کے ساتھ منضم کردیا اور اسکو
بذریعہ وحی کے نازل فرمایا اسیطرح اس کلام نفس قدیم کو زبان پہلوی کے ساتھ ملادیا۔ اور اسکو بذریعہ الہام کے
مولانا رومی کے قلب مبارک پر وارد فرمادیا۔ تو بات یہ ہے کہ اس کو علوم تصوف پر منطبق کرنا چاہیے نہ کہ
اس سے علوم اخذ کرنا تو اس سے بحر قلزم را الخ کے معنی یہ ہون گے کہ شیخ کامل کو مولانا نے بحر قلزم سے تشبیہ
دی ہے اور کہا ہے کہ جسطرح کہ بحر قلزم ایک مردار سے ناپاک نہین ہوتا اس لیے کہ اس مین ایک مانع
عن التنجس موجود ہے اور وہ اوس مین ماء کثیر ہونا ہے کہ وہ اوس کو ناپاک نہین ہونے دیتا اسیطرح اگر کسی
بزرگ سے کوئی معصیت صادر بھی ہوجاتی ہے تو اون کے اندر ایک مانع ایسا ہوتا ہے کہ وہ مانع عن التنجس
بالمعصیت ہوجاتا ہے۔ اور وہ اونکو عاصی نہین ہونے دیتا لیکن یہ بات کہ وہ مانع کیا ہے جو اونکو تدنس
بالمعصیت سے مانع ہوتا ہے اوس کو شریعت سے دریافت کرنا چاہیے اس لیے کہ جسطرح ہمکو بحر قلزم مین
بھی شریعت کے بتانے سے معلوم ہوا ہے کہ بوجہ ماء کثیر ہونے کے مردار سے ناپاک نہوگا اسیطرح ہم کو
یہان بھی شریعت کی طرف رجوع کرنا چاہیے پس جب شریعت سے موانع پوچھے گئے تو معلوم ہوا کہ منجملہ دیگر
موانع کے ایک مانع غلبۂ فنا بھی ہے کہ جس وقت سالک پر غلبۂ فنا کا ہوتا ہے تو اوسکو کچھ خبر ہی نہین رہتی
اور وہ مرفوع القلم ہوجاتا ہے۔ لہذا جب اوس پر غلبۂ فنا کا ہوگا اس وقت اوس کے اندر یہ غلبۂ فنا
مانع عن التدنس بالمعصیۃ موجود ہے۔ لہذا وہ عاصی نہ ہوگا اور چونکہ غلبۂ فنا بعض مرتبہ کامل کو بھی ہوتا ہے
لہذا شیخ کامل سے بھی اگر کوئی معصیت صریحہ صادر ہوگی تو اوس کو کہا جاوے گا کہ یہ غلبۂ فنا مین ہوا ہے

این نباشد ور بود اے مرغ خاک + بحر قلزم را ز مردارے چہ باک +

فرما دیے ہے کہ اس سے جاہل بکار بغیر استدلال نہ کر سکین اس لیے کہ اول جو شرائط شیخ کے ہین اونکو بھی دیکھا جاوے گا اگر وہ موجود ہون گے اور اوس وقت صدور معصیت ہوگا تب یہ کہا جاوے گا ورنہ اگر وہ شرائط موجود نہین ہین تو رد کیا جاوے گا۔ اور اس کو عاصی کہا جاوے گا خوب سمجھ لو۔ تو اب معلوم ہوگیا کہ اگر کوئی مانع موجود نہ ہو تب تو اون کو عاصی کہا جاوے گا اور اگر موجود ہو تو اس مانع کیوجہ سے وہ عاصی نہون گے۔ اب اسکے یہ معنی کہنا کہ حضرت تو دریا ہین پھلا ان باتون کا وہان کیا پتہ لگتا ہے بالکل غلط ہوا بلکہ یہ معنی جو بیان کیے گئے ہین محقق ہین۔ اب جہلاء فقراء کا اس شعر سے کوئی کسی قسم کا استدلال نہین ہو سکتا۔ تو اس مرید نے کہا کہ اول تو اون سے بوجہ محفوظ ہونے کے کوئی منکر صادر ہی نہین ہوتا اور اگر کبھی صادر ہوگا تو چونکہ انہین علامات کامل ہونے کی پائی جاتی ہین اور معلوم ہے کہ پہلے سے کامل ہین لہذا کہا جاوے گا کہ اس وقت مرفوع القلم ہین اور انکی حالت اس کو مقتضی ہے کہ یہ گنہگار نہ ہون گے خوب سمجھ لو کہ اب کوئی اشکال بحمد اللہ نہین رہا۔ حق تعالےٰ حضرت کا سایہ ہمارے سرون پر تادیر قایم رکھے کہ جو یہ مشکل اور مشکل مقامات اونکی برکت سے حل ہو جاتے ہین کہ جیسے کچھ اشکال ہی نہ تھا للہ درہ ثم للہ درہ آگے کہتے ہین کہ۔

نیست الخ۔ یعنی وہ قلتین سے کم یا حوض خورد نہین ہے کہ جسکو ایک قطرہ از کار رفتہ کردے۔ مطلب یہ کہ وہ شیخ ایسا نہین ہو کہ جسمین مانع عن التنجس موجود نہو بلکہ موجود ہے اور وہ مانع وہی ہے جو شریعت نے بتایا ہے کہ غلبہ فنا مین وہ مرفوع القلم ہے بس معلوم ہوا کہ جو معصیت کہ تم کو عاصی کردینے والی اور مضر ہے اونکے لیے وہی موجب ترقی درجات ہے تو ایک شے ایک کے لیے مفید اور دوسرے کے لیے مضر اور غیر مفید ثابت ہوئی آگے اس کی اور نظائر لاتے ہین کہ دیکھو اس مین تعجب مت کرو کہ یہ کسطرح ہو سکتا ہو کہ ایک کو مضر اور دوسرے کو مفید اس لیے کہ پہلے بھی ایسا ہوا ہے فرماتے ہین کہ

آتش ابراہیم الخ۔ یعنی ابراہیمؑ کو آگ سے ضرر نہین ہوتا مگر جو نمرود ہو اوس سے کہدو کہ اس آگ سے ڈرے تو دیکھو ایک کو تو آگ جلانے والی اور وہی آگ دوسرے کے لیے موجب سرور اور باعث رحمت ہو۔

نفس الخ۔ یعنی نفس نمرود ہے اور عقل اور جان مثل خلیلؑ کے ہین تو روح تو مشاہدہ مین ہو اور نفس معتقد دلائل و حجج

این دلیل الخ۔ یعنی راستہ کی نشانیان راہرو کیلیے مفید ہین اسلیے کہ ہر دم ایک جنگل مین گم ہوتا ہے۔

واصلان را الخ۔ یعنی واصلون کو سوائے چشم و چراغ کے اور کہین کی ضرورت نہین ہو اون کو دلیل راہ سے فراغت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ روح تو عین مشاہدہ مین ہو اور نفس ابھی استدلال مین ہی لگ رہا ہے اسلیے نفس یعنی محجوبین کو تو ان استدلالات وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے اور اوس کو سمجھنے کے لیے اس کی ضرورت ہے کہ استدلال کرے۔ مگر جو واصل ہو چکا ہے اور جو کہ مشاہدہ کر چکا ہے اوس کو کیا ضرورت ہے کہ وہ استدلال کرے بلکہ اوس کو تو صرف اسکی ضرورت ہے کہ وہ نور حق حاصل ہو اور بصیرت ہو بس کافی ہو جیسے کہ جو راستہ چل رہا ہے اس کو تو ضرورت ہے کہ وہ راستہ کی شناخت کے لیے دلائل اور نشانیان تلاش کرے مگر جو منزل پر پہونچ چکا ہے اوس کو کیا ضرورت ہے وہ تو اپنے گھر مین بیٹھے گا اب یہان شبہ پڑتا تھا کہ اچھا حضرات انبیاء و اولیاء تو یقیناً واصل ہوئے ہین مگر حق تعالےٰ کی معرفت کے لیے اونھون نے

استدلالات کئے ہین تو اسکا جواب دیتے ہین کہ۔

گر دلیلے الخ۔ یعنی اگر اوس واصل نے کوئی دلیل بیان بھی کی تو وہ بھی لڑنے والون کے سمجھانے کو بیان کی ہین یعنی انبیانے جو استدلالات کئے وہ اس لیے کہ کفار اونکی تکذیب کرتے تھے تو اونکو سمجھانے کے لیے استدلالات کئے باقی خود اونکو ضرورت نہ تھی آگے اسکی مثال فرماتے ہین کہ

بہر طفلے الخ۔ یعنی چھوٹے بچے کے لیے باپ تتلا کر بولتا ہے اگرچہ اوسکی عقل زمین کی پیمائش کرسکتی ہو۔ مطلب یہ کہ اگرچہ کتنا ہی بڑا عاقل ہو مگر جب بچہ کے سامنے بولے گا تو اوسی طرح تتلا کر بولے گا۔ اس لیے کہ اسوقت آسکو ضرورت ہو کہ اس بچہ کو سمجھاوے اسیطرح وہ حضرات بھی اون کفار کی تفہیم کے لیے دلائل لاتے تھے نہ کہ اپنے واسطے دوسری مثال ہے کہ۔

کم نگردد الخ۔ یعنی اوستاد کے فضل مین سے کچھ بھی کم نہین ہوتا اگر وہ یہ کہدے کہ الف خالی ہے یعنی اگر وہ تقطیع پڑھاتے وقت یون کہے کہ الف خالی ب کے نیچے ایک نقطہ تو اس سے اوس کے فضل و ہنر مین کیا کمی آئی کچھ بھی نہین بلکہ۔

از پئے الخ۔ یعنی وہ استاد اس پستہ دہن بچہ کی تعلیم کے واسطے حلی ہوز کلمن کہتا ہے۔

در زبان الخ۔ یعنی اوس بچہ کی زبان مین آنا چاہئے اور اپنی زبان سے باہر ہونا چاہئے۔ جب وہ سمجھ سکتا ہو۔

تا بیاموزد الخ۔ یعنی تاکہ وہ تم سے علم و فن سیکھے اس لیے اپنے سے تو بالکل گم ہو جانا چاہئے اور اوسکی استعداد کا لحاظ کرنا اور اوسکی حالت کو مدنظر رکھکر تعلیم کرنا چاہئے ورنہ نفع نہین ہوسکتا۔

پس ہمہ الخ۔ یعنی پس ساری مخلوق اون انبیا علیہم السلام کی اولاد ہے تو اونکی نصیحت کے وقت اسکا لحاظ کرنا اور ان کی استعداد کو مدنظر رکھنا ضروری ہے پس اسی لیے اون حضرات نے دلائل وغیرہ بیان کئے ورنہ اونکو ان کی بالکل حاجت نتھی آگے پھر اون شیخ کا قصہ بیان فرماتے ہین کہ۔

آن مرید الخ۔ یعنی اوس شیخ کے مریدنے اوس بدگو کو جو کہ کفر اور گمراہی مین ملا ہوا تھا۔

گفت الخ۔ یعنی کہا کہ ارے تو اپنے کو تلوار تیز پر مت مار اور بادشاہ اور سلطان کے ساتھ لڑائی مت کر اس لیے کہ حدیث مین آیا ہو کہ حق تعالے فرماتے ہین کہ من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب تو اولیا اللہ کی شان مین گستاخی کرنا خدا سے لڑنا ہے والعیاذ باللہ آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

حوض الخ۔ یعنی حوض اگر سمندر کے ساتھ برابری کرے تو اپنے کو بیخ ہستی سے اکھاڑ رہا ہے۔ مطلب یہ کہ ان حضرات کے ساتھ اگر کوئی دوسرا برابری کرنے لگے اور خود بھی اسیطرح کرنے لگے تو چونکہ وہان تو مانع ہو اور یہان نہین ہے لہذا یہ برابری کرنے والا یقیناً برباد ہوگا۔

نیست الخ۔ یعنی وہ ایسا دریا نہین کہ جسکا کنارہ بھی ہو تاکہ وہ تمھارے مردار سے تیرہ ہو جاوے۔ بلکہ۔

بحر را الخ۔ یعنی سمندر کی تو حد بھی ہے اور کنارہ بھی ہے مگر شیخ اور نور شیخ کا کنارہ ہی نہین ہے اس لیے کہ اوسکو حق تعالے کے ساتھ عینیت مصطلحہ حاصل ہے تو متخلق باخلاق اللہ ہے اور اوسکی حالت یہ ہے کہ بی یسمع و بی ینطق و بی یبصر تو جب صفات حق لامتناہی ہین تو چونکہ یہ بھی عین اصطلاحی ہو گیا ہے اوسکی صفات بھی غیر متناہی ہونگے

پیش الخ۔ یعنی غیر محدود کے سامنے جو محدود ہو وہ فانی ہو اور سواحق تعالٰی کے اور چیزین فانی ہین۔ مگر یہ شخص چونکہ فنی اصطلاحی ہو چکا ہے لہذا یہ تو باقی ہے اور کل معاصی وغیرہ فانی ہین تو یہ ایسے درجہ مین ہے کہ اس پر احکام ظاہر جاری ہی نہین ہین۔

کفر و الخ۔ یعنی جس مقام پر کہ وہ ہے وہان کفر و ایمان بھی نہین ہے اسلیے کہ یہ تو مغز ہے اور یہ دونون (کفر و ایمان) پوست ہین مطلب یہ ہے کہ چونکہ کفر و ایمان تو احکام ظاہری مین سے ہین اور افعال عبد ہین اور یہ شخص بوجہ فنیت مصطلحہ حاصل ہونے کے ان افعال عباد سے خارج ہو گیا ہے بلکہ اوس کے جو افعال ہین وہ خود افعال حق بمعنی اصطلاحی ہین لہذا اس شخص کو اس مرتبہ فنیت مین نہ کافر کہہ سکتے ہین اور نہ مومن کہہ سکتے ہین اس لیے کہ یہ دونون تو احکام ظاہر مین سے ہین اور اوس پر احکام ظاہر جاری ہی نہین ہین لہذا وہ اسوقت نہ کافر ہے اور نہ مومن ہے خوب اچھی طرح سمجھ لینا کہین غلطی مت کرنا۔

شرح حبیبی

این فناہا پردۂ آن وجہ گشت	چون چراغ خفیہ اندر زیر طشت
پس سر این تن حجاب آن سر است	پیش آن سر این سر تن کافر است
کیست کافر غافل از ایمان شیخ	کیست مردہ بیخبر از جان شیخ
جان نباشد جز خبر در آزمون	ہر کرا افزون خبر جانش فزون
جان ما از جان حیوان بیشتر	از چہ زان رو کہ فزون دارد خبر
پس فزون از جان ما جان ملک	کو منزہ شد ز حس مشترک
وز ملک جان خداوندان دل	باشد افزون تو تحیر را بہل
زان سبب آدم بود مسجودشان	جان او افزون ترست از بودشان
ورنہ بہتر را سجود دون ترے	امر کردن ہیچ نبود در خورے
کے پسند عدل و لطف کردگار	کہ گلے سجدہ کند در پیش خار
جان چو افزون شد گذشت از انتہا	شد مطیعش جان جملہ چیزہا
مرغ و ماہی و پری و آدمی	زانکہ او بیش ست ایشان در کمی
ماہیان سوزن گر دلقش شوند	سوزنان را رشتہا تابع بوند

جب اہل اللہ کی حالت یہ ہے تو انپر اعتراضات اور تکفیر کے فتوے کیون ہوتے ہین اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ شیخ کے اوصاف فانیہ اسکی ذات و حقیقت کا پردہ بنجاتے ہین جسطرح طشت کے نیچے چراغ پوشیدہ ہو جاتا ہے اور محجوب لوگ چونکہ انکی حقیقت کو نہین دیکھ سکتے بلکہ صورت کو دیکھتے ہین اور اس لیے ان ہذا الا بشر مثلنا کہتے ہین اور اسکے ساتھ اپنا سا معاملہ کرتے ہین اونکا سر ظاہری اون کے سر حقیقی کا حجاب ہو گیا ہے لوگ اوس سر کو نہین دیکھتے صرف سر ظاہری کو دیکھتے ہین اوسی پر حکم لگاتے ہین حالانکہ اون کے اس سر مین اور اوس سر مین

بعد المشرقین ہے اور گویا کہ یہ سر اوس سر کے مقابلہ مین کافر ہے اتنا فرق ہے اب مولانا متنبہ ہوتے ہین اور فرماتے ہین کہ ارے مین کسے کافر سے تشبیہ دے رہا ہون اور کسے کافر کہہ رہا ہون یہ خبر نہین کہ حقیقت مین کافر سے مشابہ کون ہے کافر سے مشابہ وہ ہے جسکو شیخ کے ایمان حقیقی کی خبر نہین - اور مین کسکو مثل مردہ کہہ رہا ہون یہ خبر ہی نہین کہ مثل مردہ حقیقت مین کون ہے مثل مردہ وہ ہے جسکو شیخ کی حیات روحانی کی خبر نہین دلیل اسکی یہ ہے کہ جان کا علم اوس کے آثار سے ہو سکتا ہے اور بڑا اثر اوسکا علم ہے پس جسکو علم زیادہ ہے اوسمین حیات بھی زیادہ ہے دیکھو ہماری حیات دیگر حیوانات کی حیات سے اعلے ہے وجہ کیا ہے یہی کہ ہمارا علم ان سے بڑھا ہوا ہے اس بنا پر فرشتون کی حیات ہم سے اعلیٰ ہوگی کیونکہ ہم مین حس حیوانی ہے اور حس ملکی نہین اور ان مین حس حیوانی نہین بلکہ حس ملکی ہے - اور حس ملکی ادراک مغیبات کے سبب حس حیوانی سے بڑھکر ہے اور اہل دل کی حیات فرشتون کی حیات سے اعلے ہے کیونکہ ان مین دونون حسین ہین حیوانی بھی اور ملکی بھی اب تم کو اس معاملہ مین حیرت نہ ہونی چاہیے ہمارا دعوے دلیل سے ثابت ہو چکا اسی سبب سے آدم علیہ السلام مسجود ملایک ہوئے کہ انکی حیات اعلے تھی حیات ملائکہ سے ورنہ حکمت خداوندی کو ہرگز شایان نہ تھا کہ مفضول کو مسجود فاضل بناتی بھلا عدل و لطف حق سبحانہ کب اسکو گوارا کرسکتا ہے کہ خار مسجود گل ہو - یون ہی جب کسی کی حیات کو ترقی ہوتی ہے اور ترقی ہو کر وہ لا متناہی بلا متناہی حق سبحانہ ہو جاتی ہے تو اسوقت وہ مطاع خلق ہو جاتا ہے پرندے مچھلیان - جنات - آدمی وغیرہ سب اسکے ماتحت ہو جاتے ہین کیونکہ یہ افضل ہے اور وہ مفضول اور یہ حالت ہو جاتی ہے کہ گدڑی کے سینے مین مچھلیان اوسکی مدد معاون بنجاتی ہین اور اون کی سوئیون سکے لیے تاگون کی طرح تابع ہو جاتی ہین - جیسا کہ تو حضرت ابراہیم ابن ادہم کے قصہ مین سن چکا ہے جسکا تتمہ ہم اب بیان کرتے ہین سن -

شرح شبیری - **این فنا ہا الخ** - یعنی یہ فانی چیزین اوس وجہ کی پردہ ہوگئی ہین جس طرح کہ ایک چراغ کسی طشت کے نیچے خفیہ ہو مطلب یہ کہ یہ اشیاء دنیویہ اور مقتضیات نفس حجاب ہو رہے ہین اور عالم غیب کی طرف اسوجہ سے توجہ نہین ہو ورنہ جس طرح کہ یہ شخص مغز ہو گیا ہے اور اس کو عالم غیب کی اطلاع ہے اسی طرح تمکو بھی ہو دوسرا مصرعہ اس کی مثال ہے کہ یہ اس طرح حجاب ہین جیسے کہ کوئی طشت کسی چراغ کے نور کا حجاب ہو۔

پس سر این الخ - یعنی پس یہ تن پوشیدہ کا حجاب ہے - اور اس پوشیدہ کے سامنے یہ تن محجوب ہے مطلب یہ کہ اس جسم ظاہری کے مقتضیات کی وجہ سے اس طرف التفات نہین ہوتا اور اسوجہ سے یہ محجوب ہو رہا ہے - ورنہ بالکل ظاہر ہو رہا اور اوس عالم غیب کا مشاہدہ ہوتا۔

کیست کافر الخ - یعنی کافر کون ہے جو کہ ایمان شیخ سے غافل ہو اور مردہ کون ہے جو کہ شیخ کی جان سے بیخبر ہو - مطلب یہ ہے جو شخص کہ کاملین واصلین کے اوس ایمان شہودی سے جسمین کہ انکو معائنہ اور مشاہدہ ہو رہا ہے غافل ہے وہ محجوب ہے اور جو کہ ان کاملین کی اوس حیات ابدی اور حیات طیبہ سے بیخبر ہے گویا کہ وہ خود مردہ ہے - آگے اس بیخبر کو مردہ کہنے کی اور اس کے مردہ ہونے کی وجہ اور دلیل فرماتے ہین کہ۔

جان نباشد الخ - یعنی جان نہین ہوتی بجز خبر کے آزمایش مین اور جس کو خبر زیادہ ہے اوس کی جان بھی زیادہ ہے مطلب یہ کہ امتحان اور آزمایش کے وقت اوس چیز کی خبر ہونا ہی تو جان کی دلیل ہے اور اسی سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص

حی ہے اور بیدار ہے تو جس کو اطلاع اشیار زیادہ ہوگی اوس کی جان بھی زیادہ ہوگی او جس کو خبر نہوگی اوس کی جان اور روح مین بھی قوت نہ ہوگی گویا کہ نہوگی لہذا وہ مثل مردہ ہی کے ہے اس اعتبار سے اوس کو مردہ کہا گیا ہے۔ آگے زیادہ خبر سے زیادہ جان ہونے کے نظائر پیش فرماتے ہین کہ۔

جان ما از الخ۔ یعنی ہماری جان جان حیوان سے زیادہ ہے کس وجہ سے اس لیے کہ اوس کو خبر زیادہ ہے کہ اسکو علم جزئیات ہی ہے اور انسان کو علم کلیات کا بھی ہے تو دیکھو زیادتی علم سے زیادتی جان اور قوت روح معلوم ہوئی۔

پس الخ۔ یعنی ہماری جان سے جان فرشتہ زیادہ ہے کیونکہ وہ حس مشترک بین الانسان والحیوان سے پاک ہے مطلب یہ کہ جو حس اور ادراک کہ انسان اور حیوان مین مشترک ہے اوس سے علم فرشتہ چونکہ عالی ہے اور زیادہ ہے اسلیے وہ اس اعتبار سے افضل ہوا اگرچہ دوسرے اعتبارات سے انسان ہی افضل ہو مگر باعتبار احاطہ معلومات کے فرشتہ انسان سے افضل ہے

وز ملک الخ۔ یعنی اور فرشتہ سے اہل دل کی جان زیادہ ہوتی ہے تم تحیر کو چھوڑ دو۔ مطلب یہ کہ فرشتہ سے اہل اللہ کی جان زیادہ اور روح قوی ہوتی ہے اور تم اس مین حیرت اور تعجب مت کرو کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ فرشتون سے بڑھ جاوے۔ اس لیے کہ اس کی نظیر موجود ہے وہ یہ کہ۔

زان سبب الخ۔ یعنی اسی سبب سے آدم اون کے مسجود ہوے کہ آدم علیہ السلام کی جان اون کی جان سے بہت زیادہ تھی مطلب یہ کہ دیکھو چونکہ آدم علیہ السلام ظاہر ہے اہل اللہ اور اہل دل مین سے تھے اسی لیے فرشتون نے اون کو سجدہ کیا تو معلوم ہوا کہ اہل دل اور اہل اللہ فرشتون سے بھی افضل ہوئے چونکہ یہان یہ شبہ ہو سکتا ہو کہ اس سے یہ کب لازم آتا ہو کہ آدم علیہ السلام افضل ہی تھے ممکن ہو کہ مفضول ہون مگر حکم سجدہ کا اونکو دیا گیا ہو آگے اسکا جواب فرماتے ہین کہ۔

ورنہ بہتر را الخ۔ یعنی ورنہ افضل کو مفضول کے سجدہ کرنے کا حکم کرنا کچھ لائق نتھا۔

کے پسندد الخ۔ یعنی حق تعالے کا عدل اور لطف کب پسند کرتا ہو کہ ایک پھول خار کے سامنے سجدہ کرے مطلب یہ کہ حق تعالے کو اگرچہ قدرت تھی مگر عدل وانصاف اس کو مقتضی تھا کہ مفضول کو حکم دیا جاوے کہ افضل کو سجدہ کرے نہ کہ بالعکس تو جب آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم فرشتون کو دیا گیا معلوم ہوا کہ وہ مفضول تھے اور حضرت آدم علیہ السلام افضل تھے اور کس طرح نہ ہون آخر اونکا علم تو دیکھو کہ حق تعالے نے اونکو کل کائنات کے اسمار کا مع اون کے خواص وماہیات وکیفیات وغیرہ کے علم دیا تھا تو جو شخص کہ اتنا بڑا عالم ہے کہ کہین ٹھکانا نہین۔ وہ کس طرح اون سے افضل نہوگا پس جب معلوم ہوگیا کہ مفضول افضل کے تابع ہوا کرتے ہین تو اب قاعدہ کلیہ فرماتے ہین کہ۔

جان چو افزون الخ۔ یعنی جان نے جب ترقی کی تو وہ تہ سے گذر گئی اور تمام دیگر اشیا کی جانین اوس کے تابع ہوگئین۔ مطلب یہ کہ جب روح ترقی کرتی ہے اور عالم غیب سے تعلق پیدا کر کے وہ ترقی بے انتہا ہو جاتی ہے تو اب اور تمام اشیار اوس کے تابع ہو جاتے ہین۔ اور یہ سب پر حاکم ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر حضرت ابراہیم بن ادہم کے قصہ سے معلوم ہوا کہ مچھلیان بھی ان کے تابع تھین۔ اور یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

مرغ و ماہی الخ۔ یعنی پرند اور مچھلی اور پری اور آدمی (سب تابع ہوتے ہین) اس لیے کہ یہ شخص تو زیادتی مین ہے اور وہ سب کمی مین ہین لہذا سب اوس کے مطیع اور تابع ہوتے ہین اور یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

ماہیان الخ۔ یعنی مچھلیان اونکی گدڑی کی سوئی بنانے والی ہوتی ہین اور سوئیون کے تاگے تابع ہوتے ہین۔ یعنی

دیکھو وہ حالت ہوتی ہی جو کہ حضرت ابراہیم ابن ادہم برگذری کہ مچھلیون نے اون کی گدڑی کے لیے سوئیان بنائین اور اونکو لیکر خود حاضر ہوئین تو دیکھو کسقدر بڑی افضلیت اور مقبولیت کی دلیل ہے آگے حضرت ابراہیم ابن ادہم کا قصہ پورا فرماتے ہین

شرح حبیبی

چون نفاذ امر شیخ آن میر دید　　ز آمد ماهی شدش وجدی پدید
گفت او ماهی ز پیران آگه است　　شه تنی را کو لعین درگه است
ماهیان از پیر آگه ما بعید　　ما شقی زین دولت وایشان سعید
سجده کرد و رفت گریان و خراب　　گشت دیوانه ز عشق فتح باب
پس تو ای ناشسته رو در چیستی　　در نزاع و در حسد با کیستی
با دم شیری تو بازی میکنی　　بر ملائک ترکتازی میکنی
بد چه می گوئی تو خیر محض را　　هین ترفعی کم شمر آن خفض را
بد چه باشد مس محتاج و مهان　　شیخ که بود کیمیای بیکران
مس اگر از کیمیا قابل نبد　　کیمیا از مس هرگز مس نشد
بد چه باشد سرکشی آتش عمل　　شیخ که بود عین دریای ازل
بد که باشد ظالم ظلمت فزا　　شیخ که بود عکس انوار خدا
بد چه باشد آتشی پر درد و سوز　　شیخ آب کوثرست اندر تموز
دائم آتش را بترساند ز آب　　آب کی ترسید هرگز ز التهاب
در رخ مه عیب بینی میکنی　　در بهشتی خار چینی میکنی
گر بهشت اندر روی تو خار جو　　هیچ خار آنجا نیابی غیر تو
می بپوشی آفتاب در گلی　　رخنه میجوئی ز بدر کاملی
آفتابی کو تتابد در جهان　　بهر خفاشی کجا گردد نهان
عیبها از رد پیران عیب شد　　غیبها از رشک پیران غیب شد
بارے ار دوری ز خدمت یار باش　　در ندامت جان کن و در کار باش
تا از آن راهت نسیمی میرسد　　آب رحمت را چه بندی از حسد
گر تو دوری دور می جنبان تو دم　　حیثما کنتم فولوا وجهکم
چون خری در گل فتد از گام تیز　　دمبدم جنبد برای عزم خیز
جای را هموار نکند بهر باش　　داند او کو نیست آن جای معاش
حس تو از حس خر کمتر بدست　　که دل تو زان وحلها بر نجست
در وحل تاویل رخصت میکنی　　چون نمیخواهی کز آن دل بر کنی

این روا باشد مرا من مضطرم	حق نگیرد عاجزی را از کرم
خود گرفت است تو چون کفتار کور	این گرفتن را نه بینی از غرور
مے بگویند اندر این کفتار نیست	از برون جویید کاندر غار نیست
نیست در سوراخ کفتار اے اسیر	رفت تا زان او ببوے آن جور
این ہمی گویند و بندش می نہند	او ہمی گوید ز من کے آگہند
گر ز من آگاہ بودے این عدو	کے ندا کردی کہ آن کفتار کو
تا کہ بر بندند و بیرونش کنند	غافل آن کفتار از این ریشخند

جبکہ اس اسیر نے شیخ کے حلم کا نفاذ مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ مچھلی سوئی لے آئی۔ تو اس سے اسپر وجد طاری ہوگیا اور کہا کہ اللہ مچھلی تو شیخ کو پہچانتی ہے اور آدمی نہ پہچانے پھٹکار اسپر جو اس درگاہ سے مردود ہوا اور اس سے آشنا نہوا ہاے افسوس مچھلیان شیخ سے واقف ہون اور ہم دور ہون ہم اس دولت سے محروم ہون۔ اور وہ بہرہ یاب آخرش وہ آداب شاہی بجالایا اور روتا پیٹتا چلا گیا۔ اور باب قلب کے مفتوح ہونے کے عشق سے دیوانہ ہوگیا۔ جب مشائخ کی عظمت تجھے معلوم ہوچکی تو اے محروم و طاعن بر مشائخ کا ئنا من کان تو کس مصیبت مین پھنسا ہوا ہے۔ تجھے معلوم نہین کہ تو کسکے ساتھ مخالفت اور کس پر حسد کرتا ہے کمبخت تو شیر کی دم سے کھیل رہا ہے۔ اور فرشتون پر حملہ کر رہا ہے پھر بھلا تو ہلاک نہو گا۔ ارے تو ان لوگون کو جو خیر محض ہین اور جنمین شر کا شائبہ نہین تو کیا برا کہتا ہے یہ پستی ہے تو اسکو رفعت نہ سمجھ یہ انتہائی ذلت کا سبب ہے تو اسکو عزت نہ خیال کر۔ تو بد اور شیخ مین تمیز نہین کرتا انمین کامل تضاد ہے کیونکہ بد وہ ہے جو تانبا ناقص ہو اپنے کمال مین کیمیا کا محتاج ہو خسیس ہو اور شیخ وہ کیمیا ہوتا ہے جس کے اثر کی کوئی انتہا ہی نہین۔ اور جو ناقص کو کامل بنا دیتا ہے بھلا پھر وصف مشیخت اور بدی ایک ذات مین کیونکر جمع ہوسکتے ہین اور اگر کوئی مس کسی سبب سے کیمیائے کامل نہ ہوسکے تو مس سے وہ کیمیا تو مس نہین ہوجاتی وہ تو کیمیا ہی رہتی ہے پس اگر تو کامل بن سکا تو تیرے برا کہنے سے شیخ برا نہین ہوسکتا۔ اور بد وہ ہوتا ہے جو سرکش ہو اور جس کے اعمال رخت حیات روحانی کو پھونک دینے کے لیے آگ کی خاصیت رکھتے ہون اور برعکس اوس کے شیخ آتش شہوات نفسانیہ کو بجھا دینے اور حیات طیبہ روحانی عطا کرنے مین دریائے ازل یعنی حق سبحانہ کی صفت سے متصف ہے۔ اور بد وہ ہوتا ہے جو ظالم بر نفس خود اور ظلمات نفسانیہ کا بڑھانے والا ہو برخلاف اس کے شیخ عکس انوار خدا وندی اور منور با نوار حق سبحانہ ہے جو تاریکی کا دشمن اور اوس کا قلع قمع کرنے والا ہے اور بد وہ ہوتا ہے جو آگ ہو اور سوزش اور دھوین سے پر ہو۔ برخلاف اس کے شیخ ایسا ہوتا ہے جیسے گرمی مین آب کوثر۔ کہ التہاب نار عطش کو بجھا کر حیات روحانی بخشتا اور سکون و طمانیت پیدا کرتا ہے پھر وہ بد کیونکر ہوسکتا ہے تو آگ ہے وہ پانی ہے پس تجھکو اوس سے ڈرنا چاہئے کیونکہ آگ پانی سے ڈرتی ہے وہ تجھ سے نہین ڈر سکتا کیونکہ پانی آگ سے نہین ڈرتا۔ تو بھی تو غضب کرتا ہے کہ چہرۂ بدکامل مین نقص ڈھونڈھتا ہے بھلا وہان نقص کو کیا دخل اور بہشت مین کانٹے تلاش کرتا ہے اگر بہشت مین کانٹے ڈھونڈھنے جاوے گا تو وہان بجز تیرے اور کوئی کانٹا

تجھے نہین مل سکتا۔ تو آفتاب کو مٹی مین چھپانا چاہتا ہے اور بدر کامل مین نقص تلاش کرتا ہے بھلا تیری عقل پہ بھی
نہین ماری گئی غرض اہل اللہ کے اندر عیب تلاش کرنا تیری بدبختی اور محرومی ہے اور سعی لاحاصل اصل مقصود
تیرا انکے کمال پر حسد ہے اور تو اسکا خفا چاہتا ہے مگر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک آفتاب جو ایک عالم کو اپنے
نور سے فیضیاب کر رہا ہو وہ ایک خفاش کی خاطر چھپ جاوے۔ ایسی حالت مین بجز موتوا بغیظکم کے اور کیا کہا جا سکتا ہے
ارے اہل اللہ بدکیونکر ہو سکتے ہین۔ وہ تو صراف ہین عیب و کمال کے جسکو وہ عیب سمجھکر رد کردین وہ حقیقت
مین عیب ہوتا ہے اور جسکو وہ کمال سمجھکر اوسکی طرف راغب ہون وہ واقع مین کمال ہوتا ہے خیر اگر تو ابتک
خدمت سے دور رہا ہے تو اب بھی کچھ نہین گیا۔ اب بھی بیدار ہو جا۔ اپنی حرکت سے نادم ہو اور کام مین لگ جا تاکہ
راہ خدا کی نسیم خوشگوار کا کوئی جھونکا تجھ تک پہونچ جاوے۔ دیکھ کیون احمق بنتا ہے اور حسد کا کپڑا لگا کر آب
رحمت کو کیون روکتا ہے اگر تو اونکی خدمت مین بھی حاضر نہین ہو سکتا تو نہ سہی تو دور ہی سے لجاجت کرتا رہ غرض
جہان کہین بھی ہو تجھکو اس قبلہ حاجات کیطرف متوجہ رہنا چاہئے۔ غور تو کر اگر تیز روی مین کوئی گدھا کیچڑ مین گر جاوے
تو وہ اوٹھنے کے لیے بار بار حرکت کرتا ہے اور وہین رہنے کے لیے جگہ ٹھیک نہین کرتا۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ زندگی
بسر کرنے کا مقام نہین لیکن تیری حس تو گدھے کی حس سے بھی کم ہے کہ تو اس دلدل مین پھنسا ہوا ہے اور تیرے دل مین
اس سے نکلنے کی امنگ پیدا نہین ہوتی۔ تو اس دلدل ہی مین رہنے کے بہانے ڈھونڈھتا ہے کیونکہ تو اس سے
قطع تعلق کرنا نہین چاہتا تو کہتا ہے کہ مین مضطر ہون میرے لیے اس مین پھنسا رہنا جائز ہے حق سبحانہ اپنے فضل
سے عاجز و مضطر پر گرفت نہین فرماتے۔ لیکن اے احمق حق سبحانہ نے تجھے پکڑ رکھا ہے مگر تو بجو کی طرح اندھا ہے
اس لیے اپنی غفلت سے اوسکو دیکھ نہین سکتا۔ بجو کو جب پکڑنا چاہتے ہین تو اوسے غافل کرتے ہین۔ اور کہتے ہین
کہ بجو بھٹ مین نہین ہے باہر ڈھونڈھنا چاہئے۔ چونکہ بھٹ مین نہین ہے لہذا معلوم ہوتا ہے کہ دوڑ کر گھاٹ پر پانی
پینے گیا ہے۔ یہ کہتے جاتے ہین اور پھندے لگاتے جاتے ہین اور بجو احمق یہ سمجھتا ہے کہ یہ مجھسے واقف نہین بھلا اگر وہ
دشمن مجھے جانتا تو یہ کیون کہتا کہ بجو کہان چلا گیا ہے کہ یہ لوگ اسکو باندھکر باہر نکال لیتے ہین اور وہ اس دل لگی سے غافل ہوتا ہے

لب دریا پر حضرت ابراہیم ابن ادہم اور اوس امیر کے قصہ کا تتمہ

شرح شبیری۔ چون الخ یعنی جب اوس امیر نے حکم شیخ کا نافذ ہوتا دیکھا تو مچھلیون کی آمد سے اوسکو ایک وجد ظاہر ہوا۔
گفت الخ۔ یعنی اوس امیر نے کہا کہ افسوس مچھلی تو پیر دن سے آگاہ ہے تو اوس شخص پر نفرین ہے جو مطعون و مردود درگاہ ہو۔
ماہیان الخ یعنی مچھلیان تو شیخ سے آگاہ ہین اور ہم بعید ہین اور ہم اس دولت سے بدبخت ہین اور یہ سعید ہین اور بڑے افسوس کی بات ہے
سجدہ کرد الخ۔ یعنی اوس نے سجدہ کیا اور روتا ہوا خراب و خستہ چلدیا۔ اور فتح باب کے عشق کی وجہ سے دیوانہ
ہو گیا فتح باب سے مراد انشراح قلب مطلب یہ کہ جب اس پر یہ اسرار اور عظمت شیخ کی منکشف ہوئی تو بس اوسپر
وجد کی حالت طاری ہوئی اور اس انشراح قلبی کی وجہ سے اوسپر دیوانگی کی کیفیت ہو گئی اس کے بعد وہ چلدیا
اس قصہ کو تمام فرما کر رجوع ہے اوپر کے قصہ طعن مین خطاب خاص اوس طاعن کو تھا کہ اولیا
بزرگ کی شان مین گستاخی مت کر کہ بہت بری چیز ہے اور اوس سے وبال کے نزول کا خوف ہے آگے اسی

مضمون کو خطاب عام سے بیان فرماتے ہین کہ۔
پس الخ۔ یعنی پس اے ناپاک تو کس فتنے مین مشغول ہو اور نزاع و حسد کس کے ساتھ کر رہا ہے کچھ خبر بھی ہو تیری وہ مثال ہو کہ
یا دم الخ۔ یعنی شیر کی دم کے ساتھ کھیل کر رہے ہو اور فرشتون پر حملہ کر رہے ہو تو ان دونو کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شیر تمکو پھاڑ دیگا
اور بلا تمکو ہلاک کر ڈالین گے۔ تو اسیطرح بزرگون کی شان مین گستاخی کرنے سے بھی وبال نازل ہوگا۔ اور اس سے ہلاک ہو جاؤ گے۔
بد چہ الخ۔ یعنی تو خیر محض کو کیا برا کہہ رہا ہے ارے اس ذلت کو ترفع مت گن۔ مطلب یہ کہ اگرچہ اولیاء اللہ معصوم
تو نہین ہوتے مگر محفوظ ضرور ہوتے ہین اس لیے اون سے برائی صادر نہین ہوتی۔ اور کوئی نہ کوئی ایسا مانع قوی ہو جاتا ہے
کہ جس سے اون سے صدور منکر نہین ہونے پاتا جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے تو فرماتے ہین کہ اے معترض تو جو اس اعتراض
کرنے کو بڑا کمال سمجھتا ہے جیسا کہ آجکل یہ خبط ہے کہ کہتے ہین کہ ہم نے فلان بزرگ سے گفتگو کی تو جواب نہ دے سکے
تو یہ خبط ہے اور ذلت ہے اس کو کمال اور بڑائی مت سمجھو کہ خدا نکردہ کہین وبال پڑ گیا تو سارا کمال اور بزرگی
رکھی رہ جاوے گی آگے شیخ کامل کی اور بدکارون کی مثالین دیتے ہین۔
بد چہ باشد الخ۔ یعنی بد کون ہوتا ہے وہ مس جو کہ محتاج اور ذلیل کردہ ہو اور شیخ وہ ہے جو کہ کیمیائے کامل ہو۔
مس الخ۔ یعنی اگر کیمیا سے مس کسی قابل نہ ہوا تو کیمیا بھی تو مس کی وجہ سے مس نہ ہو جاویگی مطلب یہ کہ شیخ کی مثال
تو کیمیا جیسی ہو اور عوام کی مثال مس جیسی ہو۔ تو اگر کیمیا سے مس سونا نہ ہو سکے تو یہ بھی تو نہین ہو کہ خود کیمیا ہی مس بنجاوے
اسیطرح اگر عوام شیخ کی وجہ سے درست نہ ہو سکین تو اسطرح تو الٹیا نہ ڈوبے گی کہ شیخ بھی عوام مین سے ہو جاوے غایت
ما فی الباب یہ ہوگا کہ دونون اپنی حالت پر رہینگے۔ اور کوئی کسی مین اثر نہ کریگا تو شیخ کو برا کہنا سخت غلطی ہو آگے اور مثال ہو۔
بد چہ باشد الخ۔ یعنی برا کیا ہے ایک آگ ہے اپنے عمل مین اور شیخ کون ہے دریائے ازل کا چشمہ ہے تو پانی آگ کو
بجھاتا ہے یا آگ پانی کو غائب کر دیتی ہے ظاہر ہے کہ پانی آگ کو دفع کر دیتا ہو تو عوام جو کہ آگ کیطرح ہین اور انکے
اخلاق و عادات خراب ہو رہے ہین اونکو شیخ یہ درست کر دیتا ہے نہ یہ کہ خود بھی عوام مین سے ہو جاوے۔ آگے اور مثال ہو کہ
بد کہ باشد الخ۔ یعنی برا کون ہے ظالم ظلمت کا بڑھانے والا اور شیخ کون ہے وہ عکس ہو انوار الٰہیہ کا۔
بد چہ باشد الخ۔ یعنی برا کیا ہے ایک آگ پر دود و سوز ہے اور شیخ آب کوثر ہے گرمی کے موسم مین۔
دائم الخ۔ یعنی ہمیشہ آگ کو پانی سے ڈراتے ہین مگر پانی شعلون سے کب ڈرتا ہو۔ مطلب یہ کہ دیکھو قاعدہ ہے آگ پانی
سے ڈرتی ہے کہ وہ اوسکو زائل اور فنا کر دینے والا ہو مگر پانی کبھی آگ سے فنا نہین ہوتا اور اسکا وصف ہرگز زائل
نہین ہوتا۔ اسیطرح شیخ کی برکت سے عوام کے اخلاق تو مبدل ہو جاتے ہین مگر شیخ کامل پر اسکا اثر نہین پڑتا۔
در رخ مہ الخ۔ یعنی چاند کے چہرہ مین عیب بینی کر رہے ہو اور بہشت مین کانٹے تلاش کرتے ہو مطلب یہ کہ شیخ
جو کہ چاند کی طرح ہو اور بہشت کی طرح ہے تم اوس مین عیوب نکالتے ہو اوسمین عیوب کہان ہین وہ تو بالکل صاف
ہو اور اوسمین تو گل ہی گل ہین اور خیر ہی خیر ہو شر و خار کا نام ہی نہین ہو۔
در بہشت الخ۔ یعنی اگر تم بہشت مین کانٹے کو تلاش کرتے ہوئے جاؤ تو وہان کوئی کانٹا بجز اپنے نہ پاؤ گے مطلب
یہ کہ بزرگون مین جو تم عیوب نکال رہے ہو تو یاد رکھو کہ اونمین کوئی عیب نہین ہو ہان ایک عیب یہ بیشک ہو کہ تم جیسے نالائق
اونکے پاس رہتے اور اون سے منسوب ہو بس اسکے سوا اور کوئی عیب بھی اونکے اندر نہین ہو سبحان اللہ خوب ہی فرمایا ہے۔

می بجوشی الخ۔ یعنی تم ایک آفتاب پر خاک ڈالنا چاہتے ہو اور بدر کامل مین عیب تلاش کرتے ہو تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے اسیطرح بزرگان دین مین جو تم عیب تلاش کرتے ہو اونمین عیب کہان ہین اون مین عیوب مل ہی نہین سکتے۔
آفتابے الخ۔ یعنی وہ آفتاب جو کہ عالمتاب ہو وہ ایک خاش کی وجہ سے کہان چھپ جاوے۔ مطلب یہ کہ تم جو اون سے حسد کرتے ہو اور تم سے اوسکے کمالات کو دیکھا نہین جاتا اور مرے جاتے ہو تو تمھاری وجہ سے وہ اپنے کمالات کو بھلا کہان چھپائین۔ اون کے کمالات جسطرح درخشان اور تابان ہین وہ اوسی طرح رہینگے تم اگر اندھے ہوا اور اوسکی برداشت تم سے نہین ہو سکتی تو مر رہو باقی وہ تو اسیطرح رہینگے۔ اونکی تو یہ شان ہے کہ
عیبہا از الخ۔ یعنی عیوب بزرگون کی رد کر دینے کی وجہ عیب ہوگئے ہین اور غیوب بوجہ بزرگونکی پسندیگی کے غیوب ہوگئے ہین۔ رشک سے مراد پسندیگی اور محبت اس لیے کہ جب پسندیگی اور محبت ہوتی ہے جب ہی تو رشک بھی ہوتا ہے اس لیے اطلاق خود محبت پر کر دیا۔ اور غیوب سے مراد کمالات اب سمجھو کہ فرماتے ہین کہ عیوب جو عیوب ہوگئے ہین تو اس لیے کہ اونکو بزرگان دین نے مردود و مطرود کر دیا ہے اور کمالات کمالات اسلیے بنے ہین کہ اونکو بزرگون نے پسند کیا۔ تو وہ کمالات ہوگئے تو جنکی یہ شان ہے کہ جسکو پسند کیا وہ کمال ہوگیا اور جسکو رد فرمایا وہ عیب ہوگیا۔ پھر خود اون مین کس طرح عیوب ہو سکتے ہین خوب سمجھ لو چونکہ اس شعر مین نسخے بہت مختلف ہین اور ہر نسخہ کے اعتبار سے مطلب دوسرا ہوتا ہے لہذا ذیل مین اول اون اختلافات کا نقشہ دیا جاتا ہے اوس کے بعد انشاء اللہ ہر نسخہ کی بابت توجیہ بیان کیجائے گی۔ نقشہ یہ ہے۔

نمبر شمار	مصرعہ اولے		مصرعہ ثانیہ	
	لفظ اول	لفظ ثانی	لفظ اول	لفظ ثانی
۱	بالمہملہ	بالمہملہ	بالمعجمہ	بالمعجمہ
۲	بالمعجمہ	بالمعجمہ	بالمہملہ	بالمہملہ
۳	بالمہملہ	بالمعجمہ	بالمعجمہ	بالمہملہ
۴	بالمعجمہ	بالمہملہ	بالمہملہ	بالمعجمہ

صورت اول تو وہ ہی جو متن مین ہے اوسکی توجیہ تو اوپر بیان کردی گئی ہے اور صورت ثانیہ مین اس طرح ہوگا سے غیبہا از رد پیران غیب شد + عیب ہا از رشک پیران عیب شد + اس کی توجیہ کچھ سمجھ مین نہین آئی۔ لہذا اس کو اسیطرح چھوڑا جاتا ہے اگر کسی صاحب کے سمجھ مین آوے تو طبع ثانی مین زیادہ کرادین۔ اور تیسری شق کے مطابق یہ ہوگا کہ سے عیب ہا از رد پیران غیب شد + غیبہا از رشک پیران عیب شد۔ یہان رد سے مراد ازالہ ہے اور رشک اپنے معنی مین ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ عیوب کو جب بزرگان دین سے زائل کر دیا

تو وہ عیوب اور کمالات بن گئے۔ اور ان عیوب کو جو کہ بظاہر کمالات معلوم ہوتے تھے جبکہ ناپسند کیا اور اون سے رشک اور حسد رکھا تو وہ بھی حقیقت مین عیوب ہی تھے۔ چوتھے نسخہ کی رو سے یہ ہوگا ؎ عیب ہا از ردِ پیران عیب شد + عیبہا اندر رشک پیران غیب شد + اب مطلب یہ ہوگیا کہ جو بظاہر کمالات تھے جبکہ بزرگون نے اونکو رد کردیا تو معلوم ہوا کہ اصل مین وہ عیوب ہی تھے اور جن عیوب کو پسند کرلیا وہ اصل مین کمالات ہی سمجھے خوب سمجھ لو اب چارون نسخون کے مطابق تقریر کردی گئی ہی جسکو جو پسند ہو اوسکو قبول کرلے۔ غرضکہ حاصل اور مقصود یہ ہے کہ ان حضرات کی تو وہ شان ہے کہ جو اخلاق کہ انکو پسند ہون وہ تو کمالات ہین اور جو ناپسند ہون وہ نقص اور عیوب ہین پھر ان حضرات مین عیوب کہان ہو سکتے ہین۔

بارے الخ۔ یعنی اگر تو خدمت سے دور ہے تو یار رہ اور ندامت مین چالاک اور پرکار رہ۔

تا ازان الخ۔ یعنی تاکہ اوس راہ سے تمھین کوئی ہوا پہونچ جاوے تو آب رحمت کو حسد سے کیون بند کرتا ہے۔ مطلب یہ ہو کہ اگر توفیق خدمت کی نہین ہے تو خیر دل سے ہی محبت اور عقیدت رکھو اور اپنی گذشتہ گستاخیون پر نادم رہو کہ اسکی برکت سے شاید کچھ فضل حق تیرا ہو جاوے۔ اور کام بنجاوے اس حسد سے کیون باب رحمت کو بند کر رہے رہو۔ خدا کے لیے ایسا مت کرو کہ بزرگون سے حسد رکھو خدمت کی توفیق نہین تو خیر دل سے تو اچھا سمجھو۔

گر تو دوری الخ۔ یعنی اگر تم دور ہو تو دوری سے دم لاتے رہو۔ در جہان کہین ہو اسی طرف توجہ کرو۔ مطلب یہ ہی کہ اگر تم کو بعد جسمانی ہے تو ان حضرات سے تعلق محبت کا اور عقیدت کا رکھو کہ یہی بیحد مفید ہے اور چونکہ یہ حضرات بھی بوجہ متوجہ الیہم ہونے کے مثل کعبہ ہی کے ہین اور قرآن شریف مین کعبے کے واسطے ارشاد ہے حیثما کنتم فولوا وجوہکم شطرہ تو اسیطرح جہان کہین بھی رہو ان حضرات سے عقیدہ اور تعلق رکھو آگے ایک مثال فرماتے ہین کہ۔

چون الخ۔ یعنی جب کوئی گدھا تیز چلنے کی وجہ سے گارے مین گرپڑے تو دمبدم وہ اوٹھنے کے لیے حرکت کرتا ہی۔

جائے را الخ۔ یعنی وہ رہنے کے لیے جگہ ہموار نہین کرتا اس لیے کہ جانتا ہی کہ یہ رہنے کی جگہ نہین ہو مطلب یہ کہ جب گدھا گارے مین گرپڑتا ہے تو اس کوشش مین ہوتا ہے کہ کسی طرح وہان سے نکل آوے اور یہ نہین کرتا کہ بس وہین رہنے کے لیے جگہ کو درست کرنے لگے کہ اب تو یہین رہین گے۔

حس الخ۔ یعنی تیری سمجھ گدھے کی سمجھ سے بھی کم ہے کہ دل تیرا ان کیچڑون سے باہر نہین نکلتا مطلب یہ کہ وہ گدھا تو اوس کیچڑ سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے مگر تم جو اس دنیا کے کیچڑ مین دھنسے ہوئے ہو۔ تمکو اس سے نکلنے کا بھی احساس ہی نہین ہوتا اور ایسا سمجھے ہوئے ہو کہ گویا ہمیشہ یہین رہنا ہے نہ بزرگون کی خدمت مین جانا ہے اور نہ دین کی خبر ہے بس ہر دم اور ہر وقت تم ہو اور دنیا ہے۔ تو تم گدھے سے بھی کم ہوئے۔

در وحل الخ۔ یعنی اوس کیچڑ مین تاویل رخصت کی کرتے ہو جبکہ اوس سے دل اکھاڑتا نہین چاہتے مطلب یہ کہ جب دنیا سے دل اکھاڑنا اور اوس سے قطع تعلق کرنا پسند نہین کرتے تو اوس کے لیے تاویلین کرتے ہو اور یون کہتے ہو کہ

کاین الخ۔ یعنی کہ مجھکو یہ جائز ہے اس لیے کہ مین مضطر ہون اور حق تعالے کسی عاجز کو کرم کی وجہ سے نہ پکڑینگے مطلب یہ کہ کہتے ہین کہ حضرت کیا کرین بال بچے ہین بے رشوت وغیرہ کے پورا نہین ہوتا اس لیے مجبوراً حرام کمائی کرتے ہین لہذا ہم مضطر ہین تو حق تعالے ہمین اس اضطرار کی وجہ سے اپنے کرم سے گرفتار نفرماوینگے بلکہ معاف فرماوینگے۔ مولانا فرماتے ہین کہ۔

اے جو گھاری الخ۔ یعنی اے رب تو بجو کیطرح گناہون مین گرفتار ہو رہا ہی تو دھوکی کی وجہ سے اس گرفت کو نہین دیکھتا
مطلب یہ کہ جب بجو کو پکڑتے ہین تو قاعدہ ہیکہ اوسکے بل کے سامنے بیٹھکر کہتے ہین کہ نہ معلوم بجو کہان چلا گیا دوسرا کہتا ہی کہ
یہان تو ہے نہین شاید کہین پانی وغیرہ پینے گیا ہوگا۔ جب بجو یہ سنتا ہی تو سمجھتا ہے کہ میری انکو خبر نہین ہے لہذا بیفکر
ہو کر بیٹھ رہتا ہے یہ لوگ جال سے گرفتار کر لیتے ہین تو مولانا فرماتے ہین کہ دیکھو جسطرح وہ بے فکر ہو گیا تھا اور پھر پھنس گیا
اسی طرح اگر تم بے فکر ہوگے تو پھنس جاؤگے بلکہ پھر تو پھنسو ہی گے اسوقت بھی تم پھنس رہے ہو کہ گناہون مین مبتلا ہو
آگے اس بجو کے گرفتار کرنے کی ترکیب خود بیان فرماتے ہین کہ

می بگویند الخ۔ یعنی لوگ کہتے ہین کہ اندر بجو نہین ہے باہر تلاش کرو اس لیے کہ غار مین تو ہے نہین۔

نیست الخ۔ یعنی ابا جان سوراخ مین تو بجو ہے نہین وہ تو دوڑتا ہوا گھاٹ کیطرف کو گیا ہے۔

این ہمی الخ۔ یعنی یہ لوگ تو یہ کہتے ہین اور اوس پر جال رکھتے ہین اور وہ کہتا ہے کہ یہ مجھسے آگاہ نہین ہین اور کہتا ہی کہ

گر ز من الخ۔ یعنی اگر یہ دشمن مجھسے آگاہ ہوتا تو اس طرح کیون کہتا کہ بجو کہان ہی وہ حضرت اسی خیال مین رہتے ہین اور

تا کہ الخ۔ یعنی یہانتک کہ اوسکو باندھ لیتے ہین اور باہر نکال لیتے ہین اور وہ بجو اس مسخرہ پن سے غافل ہوتا ہے۔
اسیطرح تم بے فکر ہو کہ حق تعالیٰ ہمین نہ پکڑین گے حالانکہ وہ ضرور گرفت کرینگے بلکہ اب اسوقت بھی گرفتار کر رکھا ہی آگے
اسپر ایک حکایت لاتے ہین خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ حضرت شعیب کے زمانہ مین ایک شخص کہا کرتا تھا کہ حق تعالیٰ
نے میرے اسقدر گناہ دیکھے مگر مجھے کبھی نہ پکڑا تو آیندہ بھی نہ پکڑینگے۔ حق تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کی طرف
وحی بھیجی کہ اس سے کہدو کہ جب پکڑینگے وہ تو جب ہی ہوگا تجھے تو اب بھی گرفتار کر رکھا ہی کہ قلب سیاہ ہو گیا
اور معاصی مین مبتلا ہے نہ اچھے کی حس رہی نہ برے کی یہ کس قدر بڑی گرفت ہے والعیاذ باللہ تو اسی طرح تم
خیال کرتے ہو کہ حق تعالیٰ ہمین نہ پکڑین گے مگر حق تعالیٰ نے خود اسی وقت گرفتار کر رکھا ہی کہ قلب کو مسخ کر دیا
کہ یہ بھی خبر نہ رہی کہ حلال کیا ہی اور حرام کیا ہی یہ گرفت نہین تو اور کیا ہے نعوذ باللہ منہ ربنا لاتزغ قلوبنا بعد
اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

آن یکے میگفت در عهد شعیب ۱ — که خدا از من بسے دیدست عیب
چند دید از من گناه و جرمها — در کرم یزدان نمی گیرد مرا
حق تعالیٰ گفت در گوش شعیب ۳ — در جواب او فصیح از راه غیب ۲
که بگفتی چند کردم من گناه — در کرم نگرفت بر جرمم اله
عکس میگوئی و مقلوب اے سفیه — اے رها کرده ره و بگرفته تیه
چند چندت گیرم و تو بے خبر — در سلاسل ماندهٔ تا پا بسر
زنگ تو بر توت اے دیگ سیاه — کرد سیمائے درونت را تباه
بر دلت زنگار بر زنگارها — جمع شد تا کور شد اسرارها

گر زند آن دود بر دیگ نوی
آن اثر بنماید ار باشد جوی

زانکه هر چیزی بضد پیدا شود
بر سفیدی آن سیه رسوا شود

چون سیه شد دیگ پس تاثیر دود
بعد ازان بر وی که بیند زود زود

مرد آهنگر که او زنگی بود
دود را با روش همرنگی بود

مرد رومی گر کند آهنگری
رویش ابلق گردد از دود آوری

پس بداند زود تاثیر گناه
پس بنالد زار و گوید ای اله

چون کند اصرار و بد پیشه کند
خاک اندر چشم اندیشه کند

توبه نندیشد دگر شیرین شود
بر دلش آن جرم تا بیدین شود

آن پشیمانی و یارب رفت ازو
شست بر آئینه زنگ شصت تو

آهنش را زنگها خوردن گرفت
گوهرش را زنگ کم کردن گرفت

چون نویسی کاغذ اسپید بر
آن نوشته خوانده آید در نظر

چون نویسی بر سر بنوشته خط
فهم ناید خواندنش گردد غلط

کان سیاهی بر سیاهی اوفتاد
هر دو خط شد کور و معنی‌ای نداد

ور سوم باره نویسی بر سرش
پس سیه کردی چو جان کافرش

پس چه چاره جز پناه چاره گر
ناامیدی مس و اکسیرش نظر

ناامیدیها به پیش او نهید
تا ز درد بیدوا بیرون جهید

چون شعیب آن نکتها با او بگفت
زان دم جان در دل او گل شکفت

جان او بشنید وحی آسمان
گفت اگر بگرفت ما را کو نشان

گفت یارب دفع من میگوید او
آن گرفتن را نشان میجوید او

گفت ستارم نگویم رازهاش
جز یکی رمزی برای ابتلاش

یک نشانی آنکه میگیرم ورا
آنکه طاعت دارد از صوم و دعا

از نماز و از زکوة و غیر آن
لیک یک ذره ندارد ذوق جان

میکند طاعات و افعال سنی
لیک یک ذره ندارد چاشنی

طاعتش نغزست و معنی نغز نی
جوزها بسیار و در وی مغز نی

ذوق باید تا دهد طاعات بر
مغز باید تا دهد دانه شجر

دانهٔ بی مغز کی گردد نهال
صورت بیجان نباشد جز خیال

چون شعیب این نکتها بر وی بخواند
از ثقالت همچو خر در گل بماند

ایک شخص حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانہ مین کہہ رہا تھا کہ حق سبحانہ نے میرے بہت سے عیب دیکھے ہین اور
گو اوس نے بہت سے قصور اور معاصی دیکھے مگر اپنے کرم سے مجھ پر گرفت نہین کرتا اس پر حق سبحانہ نے اوس کے

جواب مین بذریعہ وحی کے حضرت شعیب علیہ السلام کے کان مین صاف طور پر فرمایا کہ آپ اوس سے فرمادیجیے کہ تو کہتا ہے کہ حق سبحانہ نے میرے گناہ دیکھے لیکن اپنے فضل سے مجھپر گرفت نہین فرمائی یہ تیرا خیال غلط ہے اور یہ بیان بالکل اولٹا ہے اس مین تو راہ راست پر نہین بلکہ میدان گمراہی مین سرگردان ہو تجھے خبر نہین مین نے تجھپر بہت گرفت کی ہے اور سر سے پاؤن تک تو ہماری غیر محسوس زنجیرون مین جکڑا ہوا ہے مگر تجھے اس لیے معلوم نہین ہوتا کہ تو بمنزلہ کالی ہانڈی کے ہے اور کثرت سیاہی نے تیرے دل کی اصلی رنگت کو چھپا رکھا ہے تیرے دل پر زنگ کی تہین جمگئی ہین۔ حتیٰ کہ وہ اسرار غیبی سے اندھا ہوگیا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو دھواں نئی ہانڈی پر جمتا ہے وہ اگر تھوڑا بھی ہوتا ہے تو اوسکا اثر محسوس ہوتا ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ اس وقت ہانڈی کی رنگت دھوین کے رنگ کے مخالف ہوتی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ ایک ضد دوسری ضد سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ سفیدی پر سیاہی بہت صاف نظر آتی ہے اس لیے اوس دھوین کا تھوڑا اثر بھی محسوس ہوتا ہے اور جب ہانڈی دھوین سے بالکل کالی ہوجاتی ہے اس وقت بھلا دھوان کیا معلوم ہوسکتا ہے پس تجھے اپنے گناہون کا اثر اس لیے محسوس نہین ہوتا کہ تیرا دل بالکل سیاہ ہوگیا ہے۔ ہان اگر قلب صاف ہوتا تو معلوم ہوسکتا تھا علی ہذا اگر کوئی لوہار زنگی ہو تو چونکہ دھوین کی رنگت اوس کے رنگ کے موافق ہے اس لیے اوس پر دھوین کا اثر ظاہر نہین ہوسکتا۔ اور اگر لوہار رومی ہو تو اوسکے منھ پر دھوین کے دھبے محسوس ہون گے۔ اور وہ ابلق معلوم ہوگا پس جب تک دل صاف ہوتا ہے اس وقت تک اوسکو گناہ کا اثر محسوس ہوتا ہے اور وہ حق سبحانہ کے سامنے گریہ وزاری کرتا ہے اور جب وہ گناہ پر اصرار کرتا ہے اور بدکاری کو اپنا پیشہ بنا لیتا ہے۔ اس وقت اسکی چشم قلب مین خاک پڑجاتی ہے۔ اور وہ اندھی ہوجاتی ہے اوس کو گناہ کا اثر نظر نہین آتا۔ اور توبہ کا اسکو خیال بھی نہین آتا اور گناہ مین اوس کے دل کو لذت آنے لگتی ہے۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ دین ہی کو چھوڑ بیٹھتا ہے (اعاذنا اللہ منہ) کثرت معاصی کا خاصہ یہ ہے کہ پشیمانی اور دعا اوس سے بالکل رخصت ہوجاتی ہے اور زنگ کی بہت سی تہین اوس کے دل پر جم جاتی ہین۔ جون جون وہ گناہ کرتا ہے اوس کے دل پر زنگ جمتا جاتا ہے اور وہ زنگ اوس کے لوہے (دل) کو کھانے لگتا ہے۔ اور اوس کے قلب صافی مثل گوہر کے رنگ مین کمی آنے لگتی ہے بالآخر وہ بالکل زنگ آلود ہوجاتا ہے اور گناہ کا اثر محسوس نہین ہوسکتا۔ اسکو ہم ایک اور مثال سے واضح کرتے ہین دیکھو جب تم اول مرتبہ سفید کاغذ پر لکھتے ہو تو وہ نوشتہ صاف پڑھا جاتا ہے اور جب اوس لکھے ہوئے پر اور مضمون لکھو تو وہ لکھا ہوا اچھی طرح سمجھ مین نہین آتا اوس کے پڑھنے مین غلطی ہونے لگتی ہے۔ کیونکہ ایک سیاہی نے دوسری سیاہی پر پڑکر اوسکو بالکل خبط کردیا۔ لہذا معنی کا پتہ نہین چلتا۔ اور تیسری مرتبہ اوسی پر لکھدو تب تو جان کافر کی طرح بالکل سیاہ ہوجاوے گا۔ اور کچھ بھی نہ پڑھا جاوے گا۔ اسی پر اس سیاہی کو خیال کرو جو گناہ سے قلب کے اندر پیدا ہوتی ہے کہ وہ جون جون بڑھتی جاتی ہے گناہ کا احساس گھٹتا جاتا ہے اور جب بالکل سیاہ ہوجاتا ہے جب تو گناہ کا بالکل ہی احساس نہین ہوتا۔ اس وقت اور کوئی علاج نہین بجز حق سبحانہ کی پناہ کے گو اسوقت اصلاح سے مایوسی ہوجاتی ہے لیکن اس کو بمنزلہ مس کے سمجھنا چاہیے اور حق سبحانہ کی نظر رحمت کو اکسیر وہ اوس کے ناامیدی کو ایکدم مین مبدل بامید کرسکتی ہے۔ پس جب ایسی حالت ہو تو اپنی ناامیدی کو

اس دریائے رحمت کے سامنے پیش کردینا چاہئے۔ کہ اس وقت تو ہماری بضاعت مزجاۃ یہ ہے آپ اسکو اپنی
رحمت سے کھرا مال بنا دیجیے۔ ایسا کروگے تو اس دردلا دوا سے انشاء اللہ تعالے رہائی ہوجاوے گی۔ جب
شعیب علیہ السلام نے یہ واقعات اس سے بیان کئے تو اس موثر تقریر سے اس کے دل مین ایک عمدہ اثر پیدا ہوا
یعنی وہ خواب غفلت سے چونکا اور فی الجملہ متنبہ ہوا یعنی جب اوس نے یہ وحی آسمانی سنی تو کہا کہ اگر حق سبحانہ نے
مجھپر گرفت کی ہے تو اوسکی علامت بیان فرمائیے حضرت شعیب علیہ السلام نے جناب خداوندی مین التجا کی کہ
الٰہی یہ تو میری بات نہین مانتا بلکہ نشانی طلب کرتا ہے حق سبحانہ نے جواب دیا کہ ہم پردہ پوش ہین ہم قصے اور
راز نہ بیان کرین گے صرف اس کے امتحان کے لیے ایک اشارہ کیے دیتے ہین ہمارے گرفت کی ایک علامت
یہ ہے کہ وہ روزہ۔ دعا اور دیگر طاعتین مثلاً نماز۔ زکوۃ وغیرہ ادا کرتا ہے لیکن ذرا بھی اوس کو دلچسپی نہین ہوتی
گو وہ عبادتین اور عمدہ افعال کرتا ہے مگر اون کی حلاوت سے بالکل محروم ہے صورت عبادت تو بہت
اچھی ہے مگر حقیقت اچھی نہین ہے۔ اس لیے انکی مثال ایسی ہے جیسے اخروٹ تو بہت ہون اور گری کسی مین نہو
پس طاعات کے ثمرا جر و دیگر ثمرات ہونے کیلیے دلچسپی و حلاوت کی ضرورت ہے جسطرح کہ دانہ کے درخت ہونے کے
لیے مغز کی ضرورت ہوتی ہے پس جسطرح دانہ بے مغز پودا نہین بن سکتا یون ہی صورت طاعات بھی حقیقت
و روح کے بغیر خیال سے زیادہ وقعت نہین رکھتی۔ جب شعیب علیہ السلام نے اوس سے یہ نکتے بیان کئے
تو یون دنگ رہگیا جیسا کہ گدھا دلدل مین پھنس جاتا ہے۔ اچھا اب پھر ہم قصۂ شیخ کی طرف رجوع کرتے ہین۔

ایک شخص کا دعوے کرنا کہ حق تعالے مجھے گناہ کی وجہ سے پکڑتا نہین اور حضرت شعیب علیہ السلام کا اوسکو جواب دینا

شرح شبیری۔ آن یکے الخ۔ یعنی ایک شخص حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانہ مین کہا کرتا تھا کہ خدا نے مجھسے بہت گناہ دیکھے ہین
چند دیدا الخ۔ یعنی مجھسے کتنے ہی گناہ اور جرم دیکھے اور کرم کیوجہ سے حق تعالے مجھے پکڑتا نہین ہے۔
حق تعالے الخ۔ یعنی حق تعالے نے شعیب علیہ السلام کے کان مین اوس کے جواب مین راہ غیب سے کلام فصیح فرمایا کہ
کہ بگفتی الخ۔ یعنی کہ تو کہتا ہے کہ مین نے کتنے ہی گناہ کیے ہین۔ اور کرم کی وجہ سے حق تعالے نے مجھے پکڑا نہین۔
عکس الخ۔ یعنی ارے بیوقوف تو بالعکس اور الٹی بات کہہ رہا ہے ارے تو نے راستہ تو چھوڑ رکھا ہے اور جنگل کو
اختیار کر رکھا ہے مطلب یہ کہ سرگردانی مین ہے۔ اور راہ مستقیم کو ترک کئے ہوئے ہے۔
چند الخ۔ یعنی مین نے تجھے کتنا کتنا پکڑ رکھا ہے۔ اور تو بیخبر ہے۔ تو زنجیرون مین جکڑا ہوا ہے۔ سر سے پاؤن تک
اور تجھے خبر نہین اور اس خبر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ۔
زنگ الخ۔ یعنی تیرے تو بر تو زنگ نے اے کالی ہانڈی تیرے دل کی شناخت کو برباد کردیا۔
بر دلت الخ۔ یعنی تیرے دل پر زنگار پر زنگار جمع ہوگئے ہین تو وہ اسرار حق سے اندھا ہوگیا ہے۔ بات یہ ہے کہ جب
انسان گناہ کرتا ہے تو اوس کے قلب پر ایک سیاہ دھبہ لگتا ہے۔ پھر اگر وہ اوس پر مصر رہتا ہے تو وہ دھبہ بڑھتا
ہے یہانتک کہ سارے قلب کو گھیر لیتا ہے اور قلب بالکل سیاہ ہوجاتا ہے اور اول تو گناہ سے دل بڑا ہوتا تھا مگر

اب بوجہ سیاہ ہوجانے کے برا نہیں ہوتا۔ بلکہ مساوات ہوجاتی ہے۔ اوس کے بعد جب پھر اوسی کو کرتا ہے تو اب خوش ہوتا ہے حتی کہ بزرگون نے لکھا ہے کہ اوسی طرح نوبت کفر تک پہنچ جاتی ہے فوائد الفواد مین لکھا ہے کہ جب سالک عبادت مین کوتاہی کرتا ہے تو اگر جلدی سے توبہ و استغفار کرکے بدستور پھر سرگرم ہو گیا تو پھر سالک بن جاوے گا اور خدانخواستہ اگر وہی غفلت رہی تو اندیشہ ہے کہ کہین راجع یعنی واپس نہ ہوجاوے۔ اس زلہ کی لغزش کے سات درجہ ہین۔ اعراض۔ حجاب۔ تفاصل۔ سلب مزید۔ سلب قدیم۔ تسلی۔ عداوت۔ اول اعراض ہوتا ہے اگر معذرت و توبہ نکی تو حجاب ہوگیا۔ اگر پھر بھی اصرار رہا تفاصل ہوگیا۔ اگر اب بھی استغفار نکیا تو عبادت مین جو ایک زائد کیفیت ذوق وشوق کی تھی وہ سلب ہوگئی یہ سلب مزید ہے۔ اگر اب بھی اپنی بیہودگی نہ چھوڑی تو جو راحت وحلاوت کہ زیادتی کے قبل اصل عبادت مین تھی وہ بھی سلب ہوگئی۔ اس کو سلب قدیم کہتے ہین۔ اگر اس پر بھی توبہ مین تقصیر کی تو جدائی کو دل گوارا کرنے لگا یہ تسلی ہے۔ اگر اب بھی وہی غفلت رہی تو محبت مبدل بعداوت ہوگئی۔ نعوذ باللہ منہا تو ارشاد ہوا کہ چونکہ تیرا قلب معاصی سے سیاہ ہوگیا ہے اس لئے تجھے اس کا بھی احساس نہین ہے کہ مین کس شئے مین گرفتار ہون اور تجھے گناہ کرکے کچھ کلفت نہین ہوتی آگے مثال ہے۔

گر زند الخ۔ یعنی اگر وہ دھوان کسی نئی ہانڈی پر لگجاوے تو اس کا بھی اثر دکھائی دے گا اگرچہ ایک جو کے برابر ہو۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لیے کہ ہر شے اپنی ضد کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہے تو سفیدی پر تو وہ سیاہی رسوا ہوجاوے گی۔

چون سیہ شد الخ۔ یعنی اور جبکہ ہانڈی دھوین کی تاثیر سے بالکل سیاہ ہوگئی ہے تو اسکے بعد اوسپر کون سیاہی کو دیکھے گا آگے تو اسی طرح جب قلب صاف ہوتا ہی تھوڑی سی معصیت کا اثر بھی فوراً معلوم ہوجاتا ہے اور اندر سے طبیعت خراب رہتی ہے اور اگر قلب مسخ ہوچکا ہو اور سیاہ ہوگیا ہو اور اس کے بعد تو اوس پر اور تو پر تو چڑھتے چلے جاوینگے۔ خاک بھی تمیز نہ ہوگی اور بالکل مساوات ہوجاویگی۔ اسی کی آگے ایک اور مثال ہے۔

مرد آہنگر الخ۔ یعنی لوہار چونکہ حبشی ہوتا اوسکے منہ کے ساتھ تو دھوان ہمرنگ ہوجاوے کہ خاک بھی تمیز نہوگا۔

مرد رومی الخ۔ یعنی اگر رومی آدمی آہنگری کا کام کرے تو اسکا منہ ابلق ہوجاوے گا اس دھوین کی وجہ سے تو اسی طرح جب قلب نور فطرتی سے منور ہوتا ہے تو اوس پر تو ذرا سا دھبہ بھی گناہ کا محسوس ہوجاتا ہے اور بدنما کرکے بیچین کر دیتا ہے مگر جب اصرار کی وجہ سے مسخ ہوگیا تو اب کچھ پتہ نہین چلتا۔

پس بداند الخ۔ یعنی پس جان لیتا ہے جلدی ہی گناہ کی تاثیر یہانتک کہ زاری کرتا ہے اور حق تعالے سے دعا کرتا ہے مطلب یہ کہ جب قلب درست ہوتا ہی تو فوراً گناہ کی تاثیر معلوم ہوجاتی ہے۔ اور حق تعالے سے تضرع وزاری کرتا ہے تو معاف ہوکر پھر وہی حالت ہوجاتی ہے۔

چون کند الخ۔ یعنی جبکہ اصرار کرتا ہے اور برائی کا پیشہ کرلیتا ہے اور فکر کی آنکھ مین خاک ڈالتا ہے یعنی کچھ سوچتا ہی نہین آ پس بے فکر ہوجاتا ہے تو اب حجاب شروع ہوتا ہے۔

توبہ نندیشد الخ۔ یعنی توبہ نہین کرتا یہانتک کہ وہ گناہ اوس کے قلب پر شیرین ہوجاتا ہے۔ یہانتک کہ بیدین ہوجاتا ہے وہی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ جب حجاب بڑھتا ہے تو بڑھتے بڑھتے عداوت تک نوبت پہونچتی ہے جو کہ درجہ کفر کا ہے نعوذ باللہ۔

آن پشیمانی الخ۔ یعنی وہ پشیمانی اور دعا اوس سے جاتی رہتی ہے اور اوس کے آئینہ پر ساتھ تہ زنگ کی بیٹھ جاتی ہین شست مخفف ہے نشست کا مطلب یہ کہ اصرار کی زیادتی سے وہ ساری دعائین اور ندامت جاتی رہتی ہے اور اب وہ گناہ شیرین ہوجاتا ہے۔ نعوذ باللہ پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ۔
آہنش را الخ یعنی اوس کے لوہے کو زنگ نے کھانا شروع کیا اور اس کے گوہر کا رنگ کم کرنا شروع کردیا۔ یہانتک کہ بالکل بے رونق کردیتا ہے اور اوسکی ساری آب اور نور جاتا رہتا ہے آگے اس کی مثال فرماتے ہین کہ۔
چون الخ۔ یعنی جب تم سفید کاغذ پر لکھو تو وہ لکھا ہوا تو پڑھنے مین نظر آوے گا۔
چون الخ۔ یعنی اگر اوس لکھے ہوئے پر اور لکھدو۔ تو اب سمجھ مین نہ آویگا۔ اور پڑھنے مین غلط ہوجاوے گا۔
کان الخ۔ یعنی اسلیے کہ وہ سیاہی سیاہی پر گر پڑی ہے تو دونون خطا ندھے ہوگئے اور معنی سمجھ مین نہ آئے۔
در سوم الخ۔ یعنی اور اگر تیسری دفعہ اوس پر اور لکھدیا تو اب تو بالکل جان کا فر کی طرح سیاہ ہی کردیا۔ تو اسیطرح جب اول بار گناہ ہوا تو قلب پہلے سے صاف تھا فوراً نظر آگیا اور معلوم ہوگیا کہ یہ لغزش ہوئی ہے۔ فوراً توبہ و استغفار کرلی اگر پھر اصرار رہا تو اور زیادہ گوہر پڑی اور اگر اب بھی باز نہ آیا تو اب تو قلب بالکل سیاہ ہوگیا۔ اور مسخ ہوگیا نعوذ باللہ یہ سب کچھ کہکر آپ چونکہ شیخ کامل ہین نا امید نہین فرماتے۔ بلکہ یہ ساری حالتین بیان فرماکر کہتے ہین۔
پس الخ۔ یعنی پس اب سوائے چارہ گر کی پناہ کے اور کیا علاج ہے اس لیے کہ نا امیدی تو مس ہے اور اوس چارہ گر کی نظر کیمیا ہے۔ چارہ گر سے مراد حق تعالےٰ ہین مطلب یہ ہے کہ اب کوئی امید تو رہی نہین کہ اصلاح اور نجات ہوسکے لہٰذا علاج یہ ہو کہ ان نا امیدیون کو حق تعالےٰ کے سامنے پیش کردو کہ یا الٰہی اور تو کچھ ہے نہین بس نا امیدی ہے اگر آپ کا فضل ہو تو سب کچھ ہے تو چونکہ اس مین اعتراف خطا اور عاجزی کا اظہار ہے لہٰذا ضرور فضل متوجہ ہوگا۔ اور یبدل اللہ سیئاتہم حسنات کے بموجب انکے سیئات حسنات ہوجاوین گے تو دیکھو باوجود اسقدر خوار حالت ہوجانے کے بھی نا امید نہ ہونا چاہیے بلکہ۔
نا امید یہا الخ۔ یعنی ان نا امیدیون کو اوس کے سامنے رکھدو تاکہ اس مرض لاعلاج سے باہر نکل جاؤ۔ اور پھر مقبول ہوجاؤ سبحان اللہ کیا رحمت ہے اور کیسی آسانی ہے۔ اگر اب بھی کوئی محروم رہے تو رہے بس اسکو ختم کرکے پھر اوس آدمی کا اور شعیب علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہین کہ یہ تو سب وحی کی روایت بالمعنی تھی اور کچھ اپنی طرف سے بیان تھا آگے فرماتے ہین۔
چون الخ۔ یعنی جب شعیب علیہ السلام نے وہ نکات اوس سے کہے تو اوسی وقت اوس کے دل مین ایک پھول کھلا مطلب یہ کہ اوس کے دل مین اسکا اثر ہوا اگرچہ اوس نے اس اثر سے کوئی نفع حاصل نہ کیا مگر ایک اثر اوس کو محسوس ہوا اور ایک نور قلب مین معلوم ہوا۔
جان الخ۔ یعنی اوسکی جان نے وحی آسمان کو تو سن لیا مگر بولا کہ اگر ہمکو پکڑا ہے تو کیا علامت ہے مطلب یہ کہ اول تو اوس کو ایک انشراح پیدا ہوا مگر پھر اوسکو شبہ ہوا اور اوس نے کہا کہ یہ جو فرماتے ہین کہ ہم نے اب بھی پکڑ رکھا ہے یہ اون کے کہنے سے تو ہم مان لین مگر ہمارے لیے بھی تو کوئی نشانی ایسی ہونی چاہیے جس سے ہم بھی پہچان لین کہ ہان یہ گرفتار کر رکھا ہے۔ جب اوس نے یہ اعتراض کیا تو شعیب علیہ السلام نے پھر حضرت حق مین عرض کیا کہ
گفت الخ۔ یعنی عرض کیا کہ یا الٰہی وہ تو مجھپر اعتراض کرتا ہے اور اس پکڑنے کی نشانی کو تلاش کرتا ہے دیکھیے

انبیاء علیہم السلام کی کیا شان ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اوس شخص کو خود بھی جواب دے سکتے تھے اسلیے کہ آخر نبی تھے اور ایک عامی شخص تھا مگر خود جواب نہیں دیا۔ بلکہ حضرت حق ہی مین عرض کیا جیسے کہ بچہ مان سے پوچھا کرتا ہو کہ اب مین کیا کہون وہ بستی ہو کہ بتایون کہدو اسطرح آپنے عرض کیا کہ یا اللہ وہ تیرے اوپر اعتراض کرتا ہو اب کیا کہون سبحان اللہ اسپر ادھر سے ارشاد ہوتا ہو کہ
گفت الخ۔ یعنی ارشاد ہوا کہ مین ستار ہون مین اوس کا راز نہ کہونگا بجز ایک اشارہ کے کہ ذرہ بھی اوس کے ابتلا کے لیے مطلب یہ کہ ارشاد ہوا کہ میری شان ستاری کی ہے مین اوس کا راز فاش نہ کرونگا ہے اکہ تم سے بھی نہین کہتا ہان اوس کے جتلانے کو ایک بات بتاتا ہون کہ جس سے اوس کو معلوم ہو جاوے گا۔ کہ بے شک گرفت اس وقت بھی ہو رہی ہے سبحان اللہ والحمد للہ یہ رحمت ہو اور یہ عنایت ہو یہ اسقدر ستاری ہو اور ہم وہ نالائق کہ باز نہ آوین اے اللہ تو ہی گناہون سے بچنے کی توفیق عطا فرما اور ہمارے عیوب کو پوشیدہ رکھ اور ہماری مغفرت فرما آگے اور ارشاد ہے کہ۔
یک نشانی الخ۔ یعنی ایک نشانی اس کی کہ اوسکو مین نے پکڑ رکھا ہو یہ ہے کہ وہ جو کچھ عبادت روزہ اور دعا کرتا ہو
وز نماز الخ۔ یعنی اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ لیکن ایک ذرا ذوق اوسکو حاصل نہین ہے۔ مطلب یہ کہ اس بات کو یہ خود دیکھ لے کہ اس کو عبادت مین جو لطف پہلے آتا تھا اور جو ذوق حاصل تھا اب اوس کا شمہ بھی کہین باقی نہین ہو بس بل پتھر ہو گیا ہے کہ اوس مین کسی چیز کا اثر ہی نہین ہوتا۔ یہی گرفت ہے جسکو کہ اصطلاح مین سلب قدیم کہتے ہین جو کہ حجاب کا پانچوان درجہ ہے والعیاذ باللہ اور فرماتے ہین کہ۔
میکند الخ۔ یعنی بہت سے نیک کام اور اعمال حسنہ کرتا ہے لیکن ذرا بھی چاشنی نہین رکھتا۔
طاعتش الخ۔ یعنی اوس کی طاعت (بظاہر تو) اچھی ہے مگر اوس کے معنی اچھے نہین ہین جوز تو بہت ہین اونمین مغز نہین ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ عبادتین کرتا ہے مثلاً روزہ رکھتا ہے نماز پڑھتا ہے مگر چونکہ اون مین خلوص نہین ہوتا لہذا وہ صرف صورت مین تو اچھی ہوتی ہین مگر اصل اور معنی کے اعتبار سے بالکل فضول اور موجب نقص ہوتے ہین آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔
ذوق باید الخ۔ یعنی ذوق چاہیئے تاکہ طاعات پھل دین اور مغز چاہیئے تاکہ دانہ درخت دے مطلب یہ کہ دیکھو اگر دانہ کو گھن کھا جاوے اور اوسمین سے مغز کو خالی کر دے تو ہرگز درخت پیدا نہین ہو سکتا۔ اسی طرح جب طاعت مین خلوص اور ذوق نہو تو اوس سے بھی ثواب حاصل نہین ہو سکتا خوب سمجھ لو۔
دانۂ بے مغز الخ۔ یعنی دانۂ بے مغز کب نہال ہو سکتا ہے اور صورت بیجان بجز خیال کے اور کیا ہو گی۔ مطلب یہ کہ دیکھو تصویر جو بیجان ہے وہ محض خیالی صورت ہے ورنہ اصل مین اوسکو صورت کہان کہہ سکتے ہین اسیطرح جب طاعت مین خلوص اور ذوق نہوا تو وہ طاعت ہی کیا ہے صرف صورت طاعت ہو اور کچھ بھی نہین ہو۔
چون الخ۔ یعنی شعیب علیہ السلام نے ان نکتون کو اوسپر پڑھا تو فکر کی وجہ سے گدھے کی طرح گارے مین دھنسا ہوا رہ گیا مطلب یہ کہ ان باتون کو سن کر اوسے فکر بہت ہوا اسلیے کہ آخر تو مسلمان ہی تھا آگے معلوم نہین کہ کیا ہوا اوسکو یہان تک فرما کر آگے اوس معترض اور شیخ فرید کے قصہ کو پورا فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

آن خبیث از شیخ می لائید ژاژ	کژ نگر باشد ہمیشہ عقل کاژ

که منم بر حال زشت او گواه — خمر خوارست و بد و کارش تباه
دیدمش اندر میانِ مجلسی — او ز تقوی عاریست و مفلسی
ور که باور نیستت خیز امشبان — تا ببینی فسق شیخت را عیان
شب به بردش بر سر یک روزنی — گفت بنگر فسق و عشرت کردنی
بنگر آن سالوس روز و فسق شب — روز همچون مصطفیٰ شب بولهب
روز عبد الله او را گشته نام — شب نعوذ بالله و در دست جام
دید شیشه در کف آن شیخ پُر — گفت شیخا مر ترا هم هست غُره
تو نمی گفتی که در جام شراب — دیو می میرد شتاب اندر شتاب
گفت جامم را چنان پر کرده اند — کاندرونش می نگنجد یک سپند
بنگر اینجا هیچ گنجد ذرهٔ — این سخن را گر شنیده غمرهٔ
جام ظاهر خمر ظاهر نیست این — دور دار این را ز شیخ دوربین
جامِ مے هستی شیخ است ای فلیو — کاندرو اندر نگنجد بول دیو
پُر و مالا مال از نور حق است — جام تن بشکست نور مطلق است
نور خورشید ار بیفتد بر حدث — او همه نورست نپذیرد خبث
شیخ گفت این خود نه جام است و نه مے — هین بزیر آ منکرا بنگر بوے
آمد و دید انگبین خاص بود — کور شد آن دشمن کور و کبود
گفت پیر آندم مرید خویش را — رو برای من بجو مے اے کیا
که مرا رنجیست مضطر گشته ام — من ز رنج از مخمصه بگذشته ام
در ضرورت هست هر مردار پاک — بر سر منکر ز لعنت باد خاک
گرد خمخانه بر آمد آن مرید — بهر شیخ از هر خمے او مے چشید
در همه خمخانه‌ها او مے ندید — گشته بُد پُر از عسل خم نبیذ
گفت اے رندان چه حالست این چه حال — هیچ خمے در نمی یابم عقار
جمله رندان نزد آن شیخ آمدند — چشم گریان دست بر سر میزدند
در خرابات آمدی شیخ اجل — جمله میها از قدومت شد عسل
کردهٔ مے را تو مبدل از حدث — جان ما را هم بدل کن از خبث
گر شود عالم پر از خون مال مال — کے خورد بندہ خدا الا حلال

چونکہ وہ معترض خبیث کج فہم تھا اور کج فہم غلط سمجھتا ہی ہے اس لیے وہ اپنی غلط فہمی کی بنا پر بیہودہ بکواس کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ مین نے بچشم خود اسکی ناگفتہ بہ حالت دیکھی ہے وہ شراب خوار بدکار تباہ کار ہے - چونکہ مین نے اوس کو بچشم خود رندون کی مجلس مین دیکھا ہے اس لیے مین وثوق کے ساتھ کہتا ہون کہ وہ

تقوے سے بالکل خالی اور نیکی سے بالکل تنگدست ہے اگر تجھے میرا یقین نہین تو آج ہی رات کو چل اور اپنے
شیخ کا فسق اپنی آنکھ سے دیکھ لے غرض رات ہوئی اور اس نے اس مرید کو لیجا کر ایک سوراخ میں کھڑا کر دیا - اور
کہا کہ دیکھ حضرت کیسی بدکاری کر رہے ہین اور کیسے مزے اڑا رہے ہین اب تم اندازہ کر لو کہ دن کو کیسا بہروپ
بھرتے ہین اور رات کو کس فسق مین مبتلا ہوتے ہین دن کو تو ایسے معلوم ہوتے ہین جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہون - اور رات کو دیکھیے تو کیے ابولہب ہین دن کو تو بندہ خاص حق سبحانہ کہلاتے ہین اور رات کو
اس قابل ہین کہ ان سے پناہ مانگی جائے اور جام شراب ہاتھ مین ہے - جب اوس نے شیخ کے ہاتھ مین
بھرا ہوا جام دیکھا تو کہا کیون جناب آپ بھی بہک گئے کیا آپ یہ نہ فرماتے تھے کہ جام شراب مین شیطان پیشاب
کر دیتا ہے یہ خودرا فضیحت دیگران را نصیحت کیسی شیخ نے جواب دیا کہ میرا جام اسقدر لبریز ہے کہ اسمین اصلا
گنجائش نہین تو دیکھ لے کہ اسمین ایک ذرہ سمانے کی بھی گنجائش ہے - لیکن اس بہکے ہوئے نے اس کلام کو غلط محمل پر
حمل کیا اور سمجھا کہ شیخ تاویل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب جام شراب معروف اوچھا ہو اس وقت شیطان موتتا
ہے اور اگر بالکل لبالب ہو تو نہین موتتا لیکن شیخ کی مراد جام شراب سے جام متعارف اور شراب سے شراب
متعارف نہ تھی - خدا نکرے کہ اس دور مین اور عارف شیخ کی یہ مراد ہو - بلکہ جام سے جام ہستی شیخ مراد ہے اور مقصد
یہ ہے کہ ہستی شیخ مین وسوسہ شیطانی کی گنجائش ہی نہین کہ وہ اوسکو معصیت پر آمادہ کر سکے - وہ نور حق سبحانہ سے پر اور
لبریز ہے وہ خواہشات نفسانیہ کو فنا کر چکا ہے - اور نور ہی نور ہو گیا ہے اس پر تمکو شبہ نہ ہونا چاہیے کہ ممکن گندہ
سے نور پاک کو کیا نسبت اگر وہ نور اسپر پڑے تو وہ بھی گندہ نہ ہو جاوے - پھر شیخ پر وہ نور کیونکر پڑ سکتا ہے - اسلیے
کہ دیکھو نور آفتاب نجاست پر پڑتا ہے مگر وہ اس سے ناپاک نہین ہوتا - بلکہ ایک معتدبہ پاکی اس نجاست ہی کے
اندر پیدا کر دیتا ہے - اس کے بعد شیخ نے کہا کہ میان بات یہ ہے کہ نہ یہ شراب ہے اور نہ جام شراب اے منکر
تو نیچے اوتر اور اودھر کر دیکھ لے - پس وہ آیا اور آکر دیکھا تو شہد خالص تھا دیکھتے ہی وہ دشمن اندھا ہو گیا
یعنی اوسکا اندھاپن ثابت ہو گیا - اسکے بعد شیخ نے اس مرید سے کہا کہ جاؤ میرے لیے شراب تلاش کرو -
کیونکہ مجھے تکلیف ہے جس سے مین مضطر ہون اور اس تکلیف سے میری حالت حالت مخمصہ سے بھی بڑھ گئی ہے
اور ضرورت ملجیہ سے ناپاک شئے حلال ہو ہی جاتی ہے - جو شخص اس حلت کا منکر ہو اوسکے سر پر لعنت کی خاک
پڑے - کہ وہ نص قرآنی کا انکار کرتا ہے اس مین شیخ نے بضرورت توریہ سے کام لیا ہے کیونکہ ظاہر مطلب تو اس کا یہ ہے
کہ مین تکلیف سے جان بلب ہون اور میری جان شراب پینے سے بچ سکتی ہے لہذا تم شراب لاؤ - کیونکہ ایسے وقت
مین شریعت نے شراب پینے کی اجازت دی ہے - مگر اصل مقصد یہ ہے کہ مین تجھے شراب لانے کا حکم دیتا ہون - کیونکہ
اس مین ایک ضرورت ہے یعنی تجھے سوء ظن سے بچانا - یہ حکم سن کر وہ مرید سارے شراب خانہ مین
گھوما - اور شیخ کی خاطر ہر خم مین سے تھوڑا تھوڑا سا چکھتا تھا - مگر کسی شراب خانہ مین بھی اسے
شراب نہ ملی - جہان گیا یہی دیکھا کہ شراب کے سارے مٹکے شہد سے بھرے ہوے ہین -
اس نے گھبرا کر کہا کہ اے رندو یہ کیا بات ہے کہ مجھے کسی مٹکے مین شراب نہین ملتی -
جب انھون نے دیکھا تو انھون نے بھی شہد ہی پایا - آخر سب کے سب شیخ کی خدمت مین

روتے پیٹتے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور شرابخانہ میں تشریف لائے تو حضور کی تشریف آوری کی برکت سے ساری شراب شہد بنگئی جب آپ نے شراب کو نجاست و حرمت سے مبدل بطہارت و حلت فرمادیا۔ تو ہماری جانوں کو بھی نجاست سے مبدل بطہارت فرمادیجیے غرض اہل اللہ پر حرام خواری کا گمان بالکل غلط ہے اونکی حالت تو یہ ہے کہ اگر تمام عالم اشیائے محرمہ سے پُر ہوجاوے۔ یہ لوگ تب بھی حلال ہی کھائینگے اور حق سبحانہ اون کے لیے رزق حلال کا غیب سے سامان کردینگے۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ حلال کے ہوتے ہوئے حرام کھائیں۔ اب ہم اس کی تائید مین ایک حدیث سناتے ہین سُن۔

شیخ پر طعنہ کرنے اور مرید کے جواب دینے کے قصہ کا تتمہ

شرح شبیری۔ آن الخ۔ یعنی وہ خبیث طاعن شیخ کو بیہودہ کہہ رہا تھا اس لیے کہ بھینگا تو ہمیشہ کج ہی دیکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اوس کی چشم بصیرت درست نہ تھی اس لیے اوسکو شیخ کے اندر عیوب ہی نظر آتے تھے۔ اور کمالات پوشیدہ ہورہے تھے اور وہ یہ کہہ رہا تھا۔

کہ منم الخ۔ یعنی کہ مین اوسکی بدحالی پر گواہ ہون وہ تو شرابی ہے اور بُرا ہے اوسکی حالت بالکل تباہ و برباد ہے۔

دیدمش الخ۔ یعنی مین نے اوس کو ایک مجلس (زندان) مین دیکھا ہے۔ وہ تو تقوے سے بالکل عاری اور مفلس ہے۔

ور کہ الخ۔ یعنی اور اگر تجھے یقین نہین ہے تو چل آج کی رات تاکہ تو اپنے شیخ کا فسق کھلم کھلا دیکھ لے۔

شب بہ بردش الخ۔ یعنی وہ معترض اوسکو رات کو ایک سوراخ پر لے گیا اور کہا کہ فسق و عشرت کرنا دیکھ۔

بنگر الخ۔ یعنی دیکھ یہ دن کا مکر اور رات کا فسق۔ دن کو تو مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کیطرح (ہدایت مین) اور رات کو بولہب کیطرح (گمراہی مین)

روز الخ۔ یعنی دن کو تو عبد اللہ نامی ہین اور رات کو نعوذ باللہ ہے اور ہاتھ مین جام ہے مطلب یہ کہ دن کو تو متواضع اور منکسر المزاج ایسے کہ جسکا حد و حساب نہین اور رات کو ایسی حالت مین ہے نعوذ باللہ۔

دید شیشہ الخ۔ یعنی اون شیخ کے ہاتھ مین بھرا ہوا گلاس دیکھا تو وہ معترض بولا کہ شیخ جی آپ کو دھوکا ہورہا ہے مطلب یہ کہ جناب اسوقت تو آپ بھی گمراہی اور دھوکہ مین ہین۔

تو نمی گفتی الخ۔ یعنی کیا آپ کہا نہین کرتے کہ شراب کے جام مین شیطان کوشش کرکے بہت جلد موت دیتا ہے۔ تو اب وہ سارے نصائح و پند کہاں گئین آپ تو خود پی رہے ہو۔ بات یہ ہے کہ اوس مرید کی تو کیا مجال تھی اور کیا ہمت تھی کہ کچھ بولتا اور عرض کرسکتا لہذا اوس معترض نے اس لیے تاکہ اوس مرید کو شاید اب بھی نظر کی غلطی کا شبہ ہو اون سے سوال کرکے آواز بھی سنا دی کہ اب تو یقین آوے گا کہ بے شک پیر صاحب ہی ہین۔ جب اونھون نے اس کی آواز سنی تو چونکہ یہ تو معترض تھا اس لیے اوس کو تو ایک لطیف جواب دیکر ٹال دیا کہ۔

گفت الخ۔ یعنی فرمایا کہ ہمارے جام کو اسقدر بھرا ہے کہ اوس مین ایک رائی کا دانہ بھی نہین سما سکتا۔

بنگر الخ یعنی دیکھ اس جگہ کہین ذرہ سماتا ہے تو اس معترض نے اس بات کو کج اور دھوکا سُنا۔ مطلب یہ کہ شیخ نے کہا کہ ارے بیوقوف ہمارے جام کو اسطرح بھر دیا ہے کہ اوس مین کہین ایک ذرہ برابر اور نہین بھر سکتے تو پھر بیچارا شیطان کیا موت سکتا ہے۔ اس مین اوس کے موتنے کی جگہ ہی نہین ہے۔ یہ تو ظاہر الفاظ تھے آگے

مولانا اوس کی توجیہ اور معانی اصلی بیان فرماتے ہین کہ۔
جام الخ۔ یعنی یہ جام ظاہر اور شراب ظاہر (مراد) نہین ہے اس بات کو شیخ غیب مین سے دور رکھو مطلب یہ کہ جو حضرات کاملین ہین اور اولیا اللہ ہین اونکی شان مین ایسی بدگمانی نہ کرنی چاہیے۔ وہ ہرگز ایسے نہین ہین کہ اون کی مراد یہ خمر ظاہری اور جام ظاہری ہو بلکہ۔
جام مے الخ۔ یعنی ارے بیہودہ جام سے (مراد) شیخ کی ہستی ہے کہ اوس مین شیطان کے پیشاب کی گنجائش نہین ہر پرُ ومالا الخ یعنی بھرا ہوا اور مالا مال نور حق سے ہے جام تن تو ٹوٹ گیا ہے اور اب وہ نور مطلق ہی ہے۔ مطلب یہ کہ شیخ نے جو کہا کہ میرا جام اسقدر پر ہے کہ اوس مین بول شیطان کی گنجائش نہین اس سے مراد یہ ہے کہ ہماری ہستی کا جام انوار حق سے اسقدر پرُ اور بھرا ہوا ہے کہ اوس مین اب مکائد شیطانی کی اور اوس کے اغوا کی گنجائش ہی نہین رہی ہے اور ہم بالکل نور ہی نور ہوگئے ہین۔ تو اوس نور کا اثر ہمارے جسم و روح مین آ گیا ہے مگر ہماری مقتضیات کا اثر اوس نور مین نہین ہوا۔ تا کہ صدور منکر کا احتمال ہوتا۔ یہان تو اوس نور کی وجہ سے محفوظ و مامون ہوگئے ہین آگے مولانا ایک مثال لاتے ہین کہ۔
نور خورشید الخ۔ یعنی نور خورشید کا اگر ناپاکی پر پڑے تو وہ وہی نور ہے وہ ناپاکی کو قبول نہ کریگا۔ تو اسیطرح جبکہ نور حق ہستی انسانی پر پڑے گا تو وہ تو نور ہی رہے گا۔ اوس مین اس ہستی کے مقتضیات ہرگز مخل نہون گے بلکہ خود بھی نور ہو جاویگی تو جب ہستی شیخ پر نور حق پڑ رہا ہے تو پھر اوس سے صدور منکر کا کس طرح احتمال ہو معلوم ہوا کہ یقیناً اوس دیکھنے والے کو دھوکا ہوا ہے اور اصل مین وہ شراب تھی ہی نہین بلکہ وہ شہد تھا جیسا کہ آگے معلوم ہوتا ہے کہ۔
شیخ الخ۔ یعنی شیخ نے کہا کہ وہ نہ خود جام ہے اور نہ شراب ہے۔ ارے منکر نیچے آ اور اسکو دیکھ تو سہی۔
آمد و دید الخ۔ یعنی وہ معترض آیا تو دیکھا کہ شہد خالص تھا تو وہ نالائق اندھا دشمن بالکل حیران رہگیا۔ اس لیے کہ وہ تو اور کچھ سمجھے ہوئے تھا۔ اور نکلا کچھ اور۔ خیر اس کو تو وہ جواب دیکر اور یہ دوسرا جواب دکھا کر روانہ کیا مگر چونکہ حقوق مریدین سے شیخ پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مرید کو اپنی طرف سے بدگمان ہونے دے اس لیے اگر وہ بدگمان ہوگیا تو پھر نفع بند ہو جاوے گا۔ لہذا آگے اوس مرید کو سنبھالا اس طرح کہ۔
گفت پیر الخ۔ یعنی اوسوقت پیر نے اپنے مرید سے یہ فرمایا کہ میان میرے لیے ذرا تھوڑی سی شراب تلاش کر لو۔
کہ مرا الخ۔ یعنی کہ مجھے ایک مرض ہے کہ مین مضطر ہو گیا ہون اور مین مرض کی وجہ سے مخمصہ سے بھی گذر گیا ہون۔
در ضرورت الخ۔ یعنی ضرورت مین تو ہر مردار پاک ہے اور منکر پر لعنت کی خاک پڑے۔ مطلب یہ کہ شیخ نے اوس مرید سے یہ بات ظاہر کی کہ بھائی مین مریض ہون اور حالت اضطرار کو پہونچ گیا ہون۔ بلکہ حالت مخمصہ سے جسمین کہ شراب بھی جائز ہے میری حالت زیادہ اضطرار کی ہے۔ اور اطبا نے کہا ہے کہ تمہاری یہی دوا ہے اس لیے مجبوراً پیتا ہون وہ تو منکر اور معترض تھا تم تو اپنے دوست ہو تم سے کیا پردہ کیا جاوے۔ اس لیے ذرا تم ان شرابون مین سے شراب تلاش کر لو کہ جو ذرا اچھی ہو اور تیز سی ہو وہ ایک جام لے آ۔ وہ تو مرید تھا اوس کو تو بے علت دریافت کئے ہوئے بھی عمل کرنا تھا اور جبکہ علت اور اضطرار بھی معلوم ہو گیا اب تو تعمیل ارشاد مین کوئی حجت ہی نہ تھی اس لیے وہ فوراً تلاش شراب کرنے لگا۔

گرد خمخانہ الخ۔ یعنی وہ مرید خمخانہ کے گرد پھرا اور شیخ کے لیے ہر مٹکے مین سے چکھ لیا تھا۔
در ہمہ الخ۔ یعنی سارے مٹکون مین اوس نے شراب نہ دیکھی اور وہ شراب کے مٹکے شہد سے بھرے ہوئے تھے
مطلب یہ ہے کہ جب وہ تلاش مین چلا تو اوسکو ہر مٹکے مین شہد نظر آتا تھا اوسکو تعجب ہوا اور اوس نے رفع شبہ
کے لیے چکھ بھی لیا تو واقعی شہد تھا یہ نہین کہ شراب کو چکھتا پھرتا تھا نہین بلکہ اوسکو وہ شہد نظر آتا تھا تب رفع شبہ
کے لیے اوسکو چکھتا تھا تو یقین ہو جاتا تھا کہ بے شک شہد ہے غرضکہ سارے خم دیکھے مگر سب مین شہد ہی پایا
کسی ایک مین بھی شراب نہ دیکھی۔ اب یہ شبہ تو نہ رہا کہ وہ شیخ شراب پی رہے تھے بلکہ حق تعالے نے اون کے
لیے تبدیل ماہیت کرکے شراب کو شہد بنا دیا تھا۔ مگر یہ شبہ رہا کہ اچھا یہ حضرت وہان تشریف کیون لے گئے اسی کی
کیا ضرورت تھی تو بات یہ ہے کہ بزرگون کی بہت مختلف شانین ہوتی ہین اون مین سے بعض پر مقتدائیت
غالب ہوتی ہے اور بعض مین نہین۔ تو جن پر مقتدائیت اور شان ارشاد غالب ہو اون کو تو ایسا کرنا ہرگز
مناسب نہین ہے اور نہ وہ کرتے ہین اس لیے اس سے اون کے معتقدین کی گمراہی کا خوف ہوتا ہے لیکن
جن حضرات پر شان ارشاد غالب نہین ہوتی وہ بعض مرتبہ ایسا کرتے ہین کہ مجالس نامشروعہ مین بھی چلے جاتے
ہین اس لیے کہ اونکی ذات سے کسی کو نقصان تو پہونچ ہی نہین سکتا لہذا وہ جاتے ہین اور مقصود اونکا یہ ہوتا
ہے کہ وہان جاکر اپنی نسبت باطنی سے اون لوگون کو ہدایت فرما دین ایسے حضرات کو ملامتی کہا جاتا ہے تو
یقیناً ان حضرات کی شان ملامتی ہے۔ اور اس طرح ایسے حضرات بہت لوگون کو معاصی سے بچاتے ہین ایسے ہی
ایک بزرگ دہلی مین حضرت فخر لنغانیؒ تھے اون کی یہ حالت تھی کہ وہ حضرت رنڈیون مین تشریف لیجاتے اور
اون سے اونکی خرچی پوچھتے تو وہ بتا دیتیں مثلاً پانچ روپیہ یا دو روپیہ وغیرہ بس فوراً اوسی قدر جیب سے نکالا
اور اوسکو دیدیا اور کہدیا کہ رات کو ہم آوین گے چونکہ اوسکو خرچی مل چکی تھی وہ اور کسیکو آنے نہ دیتی تھی صبح کو
گئے اور عذر کر دیا کہ رات تو نہ آسکے لو آج رات کو آوین گے پھر اوسکی خرچی دے آئے۔ اسی طرح
اونھون نے بہت سی رنڈیون کو ایک مدت تک گناہ سے بچایا کہ خود تو جاتے نہ تھے اور دوسرون کے آنے کو
اس طرح روک دیتے تھے پھر دعا کرتے تھے اونکی اس عادت کی وجہ سے بہت سی کسبیان تائب ہوئین تو اب
اونکی تو یہ نیت تھی اور لوگ اونکو رنڈی باز کہتے تھے۔ مگر عوام الناس اون کے بیحد معتقد تھے ایک مرتبہ وہ کسی
غرض سے مجمع عام مین تشریف رکھتے تھے۔ لوگون نے چاہا کہ اونکو شرمندہ کرین اور ذلیل کرین ایک کسبی کو بہکا
اوسکو انعام وغیرہ کا لالچ دیکر لے گئے اور ایک کھوٹا روپیہ دیا کہ مجمع عام مین جاکر کہو کہ حضرت رات آپ یہ
کھوٹا روپیہ دے گئے۔ اوس نے جاکر ویسا ہی کیا۔ حضرت نے ہنس کر روپیہ بدل دیا اور کھوٹا روپیہ رکھ لیا۔
اب سب کو معلوم ہو گیا کہ حضرت رات کو رنڈی کے یہان گئے تھے۔ مگر اون کی مقتدائیت تو حق تعالے کی طرف سے
تھی لوگ پھر بھی معتقد رہے۔ اُن لوگون نے سوچا کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوئی۔ دوسرے کسی عرس مین پھر اوس کسبی کو بہکایا
اور کہا کہ دروازہ ہی سے غل مچاتی جانا غرضکہ وہ پھر غل مچاتی ہوئی گئی۔ کہ دیکھو ایک تو یہ مولوی ملانے رنڈیون
مین جاتے ہین پھر دغا بازی یہ کہ کھوٹے روپیے دے آتے ہین حضرت ہنسے اور پھر روپیہ بدل دیا مگر لوگون کے اعتقاد
مین پھر بھی کمی ہوئی اون شریرون نے یہ کیا کہ بہت ہی دور سے غل مچانے کو کہا تیسری مرتبہ وہ پھر پہونچی اد

بہت ہی غل مچایا۔ آخر کب تک صبر کیا جاوے کہ ؎ حلم حق با تو مواسا ہا کند + چونکہ از حد بگذری رسوا کند +
اس مرتبہ حضرت کو جلال آ گیا مگر جلال کی طرح ظاہر نہین فرمایا بلکہ اوس کے ہاتھ سے روپیہ لیکر دیکھا اور نرمی سے فرمایا
کہ نہین بی کون کہتا ہے کہ خراب ہے یہ تو اچھا ہے جا کسی اور کو دکھالے یہ کہکر وہ روپیہ اوس کے ہاتھ پر رکھدیا روپیہ
رکھنا تھا کہ وہ روپیہ تو وہین چپک گیا۔ اور اوس عورت کو جنون ہو گیا۔ اور کپڑے پھاڑ کر برہنہ پھرنے لگی اور جو
سامنے آتا تھا اوس سے کہتی تھی کہ میان دیکھنا یہ روپیہ کیسا ہے۔ غرضکہ بہت بری حالت تھی جب اوس کے
گھر والون نے دیکھا کہ اسکا جنون بڑھتا جاتا ہے اور ساری کمائی ہی گئی تو دوسرے فقیرون کے پاس جا کر عرض کیا
کہ حضرت سے سفارش کرین۔ سب نے کہا کہ اگر اب کوئی مجمع ہو اور اوسی طرح سب جمع ہون تو تم اوس کو لاؤ اور
عرض کرو تو ہم بھی کچھ سفارش کرین۔ غرضکہ ایک مرتبہ کوئی عرس وغیرہ تھا اوس مین سب جمع تھے تو اوس کے گھر والے
اوسکو پکڑ کر لائے وہ خود تو کہان آتی۔ اور عرض کیا کہ حضرت اس کی خطا معاف فرمائی جاوے۔ اور
دوسرے لوگون نے بھی سفارش کی۔ تو حضرت نے اوس کے ہاتھ سے روپیہ اٹھایا۔ تو اٹھ آیا اور فرمایا کہ بی
یہ تو اچھا ہے۔ اب دکھانے کی ضرورت نہین ہے۔ یہ فرما کر پھر اوس کے ہاتھ پر رکھدیا فوراً اچھی ہو گئی اور کپڑا
پہن لیا۔ تو دیکھیے ان حضرات کی یہ شان ہوتی ہے ایک اور حکایت ان ہی کی ہے کہ ایک مرتبہ گرمی مین
جمعہ کی نماز پڑھکر جامع مسجد سے نکل رہے تھے۔ تو ایک بڑھیا کھڑی تھی اوس نے کہا کہ بیٹا فخر یہ فالودہ مین نے
تیرے لیے بنایا ہے اس کو پی لے۔ اور حضرت صائم تھے بعض کہتے ہین کہ فرض روزہ تھا اور بعض کہتے ہین کہ نفل
تھا غرضکہ آپ نے اوسکو پی لیا جب لوگون نے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے روزہ توڑ دیا تو فرمایا کہ دل توڑنے
سے روزہ کا توڑنا بہتر تھا یہ تو اونکا قول ہو گیا۔ اب ہمارے حاجی صاحب رح کی تحقیق سنو حضرت کو یہ حکایت پہونچی
تو فرض روزہ کی پہونچی حضرت نے فرمایا کہ اس وقت حضرت فخر پر حقیقت قلب منکشف تھی اور حقیقت صوم مستور
تھی تو اگرچہ حقیقت صوم افضل ہے حقیقت قلب سے مگر چونکہ حضرت پر اوس وقت حقیقت صوم مستور تھی اسلیے
پی گئے۔ ورنہ ہرگز نہ پیتے۔ اور یہ اون کی حالت تھی سبحان اللہ بس توجیہ ہو تو یہ ہو بھلا کوئی ایسی توجیہ بیان تو کردے
اصول شریعت پر منطبق اصول طریقت کے موافق سبحان اللہ سبحان اللہ ؎ ہیہات لم یات الزمان بمثلہ + ان الزمان
بمثلہ لبخیل + غرضکہ یہ شیخ بھی اسی لیے تاکہ وہان اون شرابیون کو تصرف باطنی سے ہدایت دین تشریف لے گیے
تھے جیسا کہ آگے معلوم ہوتا ہے تو جب اوس مرید نے دیکھا کہ سارے خم پر از عسل ہین تو اوسکو اپنے شیخ کی
اتنی بڑی کرامت دیکھکر وجد ہونے لگا اور ایک عجیب کیفیت ہوئی اوس حالت مین [illegible] ارا کہ۔
گفت الخ۔ یعنی چلایا کہ ارے رندو یہ کیا حال اور کیا بات ہے کہ مین کسی خم مین شراب نہین دیکھتا۔ جب وسکو
شیخ کی کرامت معلوم ہوئی تو اوس کو شوق ہوا کہ اورون کو بھی دکھادے اوسکی توضیح یہ ہے کہ عجیب حالت ہو گئی
غرض کہ سب رند اسکے پکارنے سے آئے اور دیکھا تو واقع مین وہ شہد ہی تھا۔ شراب کا نام نہ تھا بس یہ کرامت
اور کمال دیکھکر سارے وجد و طرب مین تھے اور یہ حالت تھی کہ۔
جملہ رندان الخ۔ یعنی وہ سارے رند شیخ کے پاس روتے ہوئے اور سر پیٹتے ہوئے آئے (اور عرض کیا کہ)
در خرابات الخ۔ یعنی اے شیخ آپ جو خرابات مین تشریف لائے تو آپکے قدوم کی برکت سے ساری شراب مین

شہد شکین اور سب کی قلب ماہیت ہوگئی۔
کردۂ الخ۔ یعنی آپ نے شرابوں کو تو مبدل فرماکر حدث سے پاک بنا دیا اب ہم کو بھی خباثت سے الگ کرکے پاک کر دیجیے مطلب یہ کہ جس طرح شراب کی خباثت کو مبدل بہ شیرینی عسل کر دیا اسی طرح ہمارے ملکات سئیہ کو مبدل بہ حسنات فرما دیجیے۔ سبحان اللہ دیکھو ان بزرگ کی برکت سے ان لوگوں کا کیسا فہم سلیم ہوگیا تھا کہ کیا نفیس سوال کیا ہے کہ قابل یاد رکھنے کے ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔
گر شود الخ۔ یعنی اگر سارا کا سارا عالم خون سے بھر جاوے تو بندگان خاص خدا سوائے حلال کے اور کچھ کب کھاوین مطلب یہ کہ اگر تمام دنیا مین حرام ہی حرام چیزین ہون تو جو حق تعالیٰ کے خاص بندے ہین اللہ تعالیٰ اون کے لیے غیب سے ایسا سامان کر دے کہ وہ اوس حرام کو کھا ہی نہ سکین جیسا کہ اس حکایت سے معلوم ہوا کہ وہ شراب تھی مگر حق تعالیٰ نے اوس کو بدل کر شہد بنا دیا تھا اور بعد تبدیل ماہیت کے تمام ائمہ کے یہان جائز ہے۔ اور یہ جو کہا ہے کہ اگر سارا جہان حرام سے بھر جاوے تو خدا کے خاص بندے جب بھی حلال ہی کھاوین گے اس پر ایک حکایت لاتے ہین جسکا حاصل یہ ہے کہ ایکمرتبہ حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ ہر جگہ بے مصلے کے نماز پڑھ لیتے ہین حالانکہ ممکن ہے کہ وہ زمین پہلے سے ناپاک ہو۔ اور خشک ہوکر اثر نجاست کا دکھائی نہ دیتا ہو۔ مگر ہے تو نجس۔ ارشاد فرمایا کہ جعلت لی الارض کلہا طہوراً کہ میرے لیے ساری زمین پاک بنا دی گئی ہے اس طرح کہ جب نجاست خشک ہو جاوے اور اثر دکھائی نہ دے تو وہ پاک ہے۔ تو دیکھو باوجودیکہ وہ ناپاک تھی مگر حق تعالیٰ نے اپنے خواص کے لیے اوسکو پاک کر دیا۔ اسی طرح حق تعالیٰ اپنے خواص کو بعض معاصی سے محفوظ اور بعض کو معصوم رکھتے ہین خوب سمجھ لو۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

عائشہ روزے بہ پیغمبر بگفت
ہر کجا باشی نمازے می کنی
گرچہ میدانی کہ ہر طفل پلید
بے مصلے میگذاری تو نماز
گفت پیغمبر کہ از بہر مہان
رو کہ سجدہ گاہ ما از لطف حق

یا رسول اللہ تو پیدا و نہفت
میروی در خانہ ناپاک و دنی
کرد مستعمل بہر جا کہ رسید
ہر کجا روئے زمین بکشائے راز
حق نجس را پاک گردانید ان
پاک گردانید تا ہفتم طبق

ایک روز حضرت عائشہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے ظاہر و باطن مین خدا کے رسول آپ جہان کہین ہوتے ہین نماز پڑھ لیتے ہین ہر گھر مین ناپاکی ضرور ہوتی ہے کیونکہ آپ جانتے ہین کہ بچہ جہان کہین بیٹھتا ہے اکثر بہت ممکن ہے کہ اس جگہ کو ناپاک کر دیتا ہو لیکن آپ تحقیق نہین فرماتے اور نہ مصلے بچھاتے ہین جہان کہین موقع ملتا ہے زمین ہی پر آپ نماز پڑھ لیتے ہین۔ اسپر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے لوگون اور مقربین کے لیے حق سبحانہ خرق عادت کے طور پر یا کسی اور طریقہ سے ناپاک کو

پاک کردیتے ہین پس ہماری سجدہ گاہ کو بھی حق سبحانہ نے اپنے فضل سے زمین ہفتم تک پاک کردیا ہے لہذا انکو مصلے کی ضرورت نہین اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ جب حق سبحانہ کو اپنے مقربین کی اتنی خاطر منظور ہو تو وہ انکو حرام کیونکر کھلانے دینگے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنا کہ آپ بے مصلے کے ہر جگہ کس طرح نماز پڑھ لیتے ہین

شرح شبیری - عائشہ روزے الخ - یعنی عائشہؓ نے ایک روز پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجمع مین اور تنہائی مین -

ہر کجا باشد الخ - یعنی جہان کہین چاہا نماز پڑھلی - اور آپ ہر ناپاک اور خراب جگہ مین جاتے ہین - مطلب یہ کہ آخر آپ سفر مین مختلف مقامات پر جاتے ہین بعض پاک ہین اور بعض ناپاک آپ وہان نماز پڑھ لیتے ہین پھر اگر آپ کی خصوصیت کہی جاوے تو یہ بھی نہین اسلیے کہ آپ جماعت سے بھی اوسی طرح جہان چاہا پڑھ لیتے ہین تو آخر یہ کیا بات ہے - نماز کس طرح ہوجاتی ہو اور اگر آپکی ہوجاتی ہو تو اون دوسرونکی کسطرح ہوتی ہو اور یہ بھی نہین کہ کچھ بچھا ہی لین بلکہ -

بے مصلے الخ - یعنی بے مصلے ہی کے آپ نماز ادا فرما لیتے ہین جہان کہین کہ روئے زمین ہو ذرا اس عقدہ کو حل فرمادیجیے کہ اس کا کیا سبب ہے -

گرچہ میدانی الخ - یعنی اگرچہ آپ جانتے ہین کہ بچے ناپاک جہان جاتے ہین مستعمل کردیتے ہین - اور ناپاک کردیتے ہین پھر نماز کس طرح ہوجاتی ہے جواب ارشاد ہوا کہ -

گفت پیغمبر الخ - یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے لوگون کے لیے حق تعالے انجس کو پاک فرمادیتے ہین اسکو جان لو مطلب یہ کہ یا تو وحی سے اوس کی پاکی بتادیتے ہین جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا - اور یا اوسکی تبدیل ماہیت کردیتے ہین جیسا کیا اور بعض بزرگون کے لیے ہوا -

سجدہ گاہم الخ - یعنی اسی سبب مذکور سے لطف حق نے میری سجدہ گاہ کو ساتوین طبق تک پاک فرمادیا ہے لہذا میرے لیے مع قیودات شرعیہ سب جگہ پاک ہین اور اسی طرح امت مرحومہ کے لیے بھی پاک ہین لہذا کوئی شبہ نہین آگے مولانا فرماتے ہین کہ

شرح حبیبی

ہان وہان ترک حسد کن با شہان
ورنہ ابلیسے شوی اندر جہان

کو اگر زہرے خورد شہدے شود
تو اگر شہدے خوری زہرے بود

کو بدل گشت و بدل شد کار او
لطف گشت و نور شد مر نار او

قوت حق بود مر بابیل را
ورنہ مرغے چون کشد مر پیل را

لشکرے را مرغکے چندین شکست
تا بدانی کان صلابت از حق است

گر ترا وسواس آید زین قبیل
رو بخوان تو سورۂ اصحاب فیل

ور کنی با او مری و ہمسری
کافرم گر تو زایشان بو بری

جب تجھے اہل اللہ کی منزلت معلوم ہوگئی تو دیکھ خبردار بڑے لوگون پر حسد نکرنا ورنہ تو شیطان اور مردود ہوجاویگا
تو اونکو اپنے اوپر قیاس نکرنا کیونکہ ان مین اور تجھ مین بعد المشرقین ہے۔ کیونکہ وہ تو اگر بظاہر زہر بھی کھائین اور کوئی
معصیت بھی کرین تو گو وہ صورۃً معصیت ہوتی ہے مگر حقیقۃً معصیت نہین ہوتی۔ جیسا کہ قصہ مذکورہ بالا سے معلوم
ہوگیا۔ بلکہ وہ حقیقت مین شہد اور طاعت ہوتی ہے۔ اور تو اگر بظاہر شہد بھی کھاتا ہے اور طاعت بھی کرتا ہے
تو وہ ریا وعدم اخلاص وغیرہ کے سبب معصیت ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انکی حقیقت بدل گئی ہے لہذا اون کے
افعال بھی بدل گئے ہین اور بی یسمع وبی یبصر الخ کی شان پیدا ہوگئی ہے اور اونکی آتش شہوات مبدل بہ نور حق سبحانہ
ہوگئی ہے پس وہان معصیت کا کیونکر گذر ہوسکتا ہے۔ برخلاف تیرے کہ تو سراسر شہوات وظلمات نفسانیہ مین
منہمک ہے پس تجھ سے طاعت کا صادر ہونا اسی قدر بعید ہے جسقدر ان سے معصیت کا۔ یہ امر اونکی حقیقت بدل گئی
تیری سمجھ مین نہ آئے گا۔ اس لیے ہم اوسکو ایک مثال سے سمجھاتے ہین دیکھو ابابیل نے ہاتھی کو مار دیا۔ نیز ایک
بڑے لشکر کو شکست دیدی تھی تو کیا وہ اس وقت وہ ابابیل تھی ہرگز نہین کیونکہ ابابیل اپنی حالت پر رہکر ہاتھی کو
ہرگز نہین مار سکتی تھی اور اتنے بڑے لشکر کو ہرگز شکست نہین دے سکتی۔ بلکہ اونکو قوت حق عطا ہوگئی تھی۔ اسلیے
وہ اپنے ہم نوع افراد سے اسقدر بعید ہوگئی تھی کہ گویا کہ وہ اس نوع کے افراد ہی نہ تھی۔ بلکہ نوع دیگر تھی۔ اور
اون کے اندر یہ سختی نور حق سے تھی۔ اسی طرح اہل اللہ بھی قوت حق سے متقوی اور نور حق سے منور ہوکر گویا کہ ایک
جداگانہ نوع کے افراد بنجاتے ہین اور نفس وشیطان کو کامل شکست دیتے ہین اور ان سے مغلوب نہین ہوسکتے
اس بیان مین اور مقدمات تو سب ظاہر ہین صرف ایک مقدمہ ایسا ہے جسمین شبہ کی گنجائش ہوسکتی ہے
وہ یہ کہ ایسا ہو نہین سکتا کہ ابابیل ہاتھی کو مار ڈالین اور فوج جرار کو شکست دیدین پس اگر تم کو اس قسم کا وسوسہ
ہو تو قرآن کھول کر سورۂ فیل دیکھ لو وسوسہ دور ہوجائے گا۔ اب یہان ہم تجھکو ایک نہایت کام کی بات بتلاتے
ہین وہ یہ کہ تو اہل اللہ سے مقابلہ اور مماثلت کا دعوےٰ نکرنا اس لیے کہ ایسا کرنے سے تجھے اُن سے کچھ بھی فائدہ
نہین ہوسکتا۔ اگر اس صورت مین تجھے کچھ بھی فائدہ ہو تو مین کافر اس سے زیادہ اور کیونکر یقین دلاؤن۔

شرح شبیری — ہان وہان الخ۔ یعنی ضرور بالضرور بڑے لوگون کے ساتھ حسد کرنا ترک کردو۔ ورنہ
تم جہان مین ابلیس کی طرح ہوجاؤگے۔

گو اگر الخ۔ یعنی اس لیے کہ اگر وہ زہر کھا رہا تھا تو وہ بھی شہد ہے اور اگر تو شہد کھاوے وہ بھی زہر ہے اس لیے
کہ وہ اس کی حقیقت کو جانتا ہے اس لیے موافق مقدار کے کھاویگا، تو اوس کو تو شہد کی طرح مفید ہوگا اور تم کو
شہد کی حقیقت بھی معلوم نہین اس لیے اوس مین بھی بے اعتدالی کروگے اور وہ زہر کی طرح مضر ہوگا۔ تو اون پر
اعتراض اور حسد فضول ہے اون کی تم کو کیا خبر۔

کو بدل الخ۔ یعنی اس لیے کہ وہ بدل گیا ہے اور اوسکا کام بھی بدل گیا ہے وہ لطف ہوگیا ہے اور اوس کی نار
نور ہوگئی ہے۔ مطلب یہ کہ اوس کے ملکات سیئہ تو مبدل بحسنہ ہوگئے ہین اور اوس مین نور حق ہے اور وہ سراسر
نور ہی ہوگیا ہے لہذا اوس کے کام بھی مصالح ہین آگے ایک مثال دیتے ہین کہ۔

قوت حق الخ۔ یعنی ابابیل مین حق تعالیٰ کی قوت تھی ورنہ ایک ذرا سا جانور اور وہ ہاتھی کو مار ڈالے یہ کیسے ہوسکتا ہے

لشکرے الخ - یعنی ایک لشکر کو ذرا سے جانور نے اس طرح شکست دی تاکہ تم جان لو کہ یہ قوت حق تعالیٰ ہی کی طرف سے تھی
گر ترا الخ - یعنی اگر تجھے اس قبیل سے وسوسہ آوے تو سورۂ اصحاب فیل پڑھ لو۔ مطلب یہ کہ اگر تم کو وسوسہ ہو کہ یہ قصہ بابیل کا غلط معلوم ہوتا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے تو فرماتے ہین کہ بھائی قرآن مین دیکھ لو یہ تو وہان موجود ہم اپنی طرف سے تو نہین کہتے - تو دیکھو جو ہے کہ اوس جانور نے قوت حق تعالےٰ کیوجہ سے ایک لشکر کو شکست دی - اسی طرح ان حضرات مین نور حق ہونے کی وجہ سے انکے صفات بھی صفات حق ہو جاتے ہین اور انکی شان لہ یسمع و بی یبصر ہو جاتی ہے آگے فرماتے ہین کہ -
ور کنی الخ - یعنی اور اگر تم اون کے ساتھ مقابلہ و ہمسری کرو تو اگر تم غالب آسکو تو مجھے کافر جانو - مطلب یہ کہ ان سے مقابلہ کر کے عہدہ برآ ہو ہی نہین سکتے - اطمینان رکھو - جب مقابلہ کرو گے ہمیشہ ذلیل و خوار ہو گے لہذا ہمیشہ اطاعت اور تواضع کرنا ضروری ہے خوب سمجھ لو - چونکہ اوپر اکابر کے مقابلہ سے اور انکی برائی کرنے سے منع کیا ہے اس لیے کہ اس کا انجام خراب ہوتا ہے اس لیے آگے ایک چوہے اور ایک اونٹ کی حکایت لاتے ہین کہ ایک اونٹ جا رہا تھا اور اوس کی مہار لٹک رہی تھی ایک چوہے نے دیکھا تو آپ اوس کی مہار پکڑ کر چلے اونٹ جا ہی رہا تھا وہ چلتا رہا - یہ چوہا سمجھا کہ مین کسقدر قوی ہون کہ اسقدر بڑے جثہ والے کو کھینچے لیے جاتا ہون اسی طرح ایک دریا کے کنارہ پہونچے اونٹ تو دریا کے اندر چلا گیا چوہا باہر رہگیا تو اونٹ نے کہا کہ بھائی اندر آؤ اس لیے کہ پانی تو زانو تک ہے چوہا بولا کہ جناب کے زانو تک ہی مگر میرے تو سر سے کہین اونچا ہے آخر وہان جا کر عاجز ہو گیا اسی طرح ان حضرات کی برابری کرنے مین انسان ہمیشہ خطا پاتا ہے اب حکایت بالتفصیل سنو -

شرح حبیبی

موشکی در کف مهار اشترے ۔۔۔ در ربود و شد روان او از مرے
اشتر از چستی که با او شد روان ۔۔۔ موش غره شد که هستم پهلوان
بر شتر زد پرتو اندیشه اش ۔۔۔ گفت بنمایم ترا تو باش خوش
تا بیامد بر لب جوے بزرگ ۔۔۔ کاندرو گشتی زبون پیل سترگ
موش آنجا ایستاد و خشک گشت ۔۔۔ گفت اشتر اے رفیق کوه و دشت
این توقف چیست و حیرانی چرا ۔۔۔ پا بنه مردانه اندر جو در آ
تو قلاوزی و پیش آهنگ من ۔۔۔ در میان ره مباش و تن مزن
گفت این جوے شگرف ست و عمیق ۔۔۔ من همی ترسم ز غرقاب اے رفیق
گفت اشتر تا ببینم حد آب ۔۔۔ پا درون بنهاد آن اشتر شتاب
گفت تا زانوست آب اے کور موش ۔۔۔ از چه حیران گشتی و رفتی ز هوش
گفت مور تست و مارا اژدهاست ۔۔۔ که ز زانو تا بزانو فرقهاست
گر ترا تا زانو است اے پر هنر ۔۔۔ مر مرا صد گز گذشت از فرق سر

گفت گستاخی مکن بار دگر	تا نسوزد جسم و جانت زین شرر
تو مری با مثل خود موشان بکن	با شتر مر موش را نبود سخن
گفت توبہ کردم از بہر خدا	بگذران زین آب مہلک مر مرا
رحم آمد مر شتر را گفت ہین	بر جہ و بر گرد بان من نشین
این گذشتن شد مسلم مر مرا	بگذرانم صد ہزاران چون ترا

اوپر کہا تھا کہ اہل اللہ کی برابری اور مماثلت کا دعوے کرنے سے کچھ فائدہ نہین ہو سکتا - آگے اس کی مثال دیتے ہین اور فرماتے ہین کہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک چوہا کہ اوسنے ایک اونٹ کی مہار پکڑ لی - اور بدعوے برابری آگے آگے چلدیا چونکہ اونٹ اوس کے ساتھ ساتھ تیزی سے چلتا رہا اور اس کی کوئی مزاحمت نہین کی اس لیے وہ سمجھ گیا کہ مین بھی پہلوان ہون کہ اونٹ کو کھینچے لیے جارہا ہون اونٹ نے قرائن سے اوسکے خیال کو جان لیا اور اپنے دل مین کہا کہ اچھا ٹھہر جا تجھے تیری حقیقت دکھلاؤنگا حتے کہ وہ ایک بڑی ندی پر پہونچ گیا جسمین بڑا ہاتھی عاجز ہو سکتا تھا - وہان پہونچکر چوہا ٹھہر گیا اور مارے خوف کے اوس کا خون خشک ہوگیا یہ دیکھکر اونٹ نے کہا کہ اے صحرا وکوہسار کے ساتھی تو ٹھہر کیون گیا - مردانہ ندی مین قدم رکھ اور اسمین داخل ہو - تو تو میرا پیشوا اور راہبر ہے پس تجھکو راستہ ہی مین رہجانا اور پہلو تہی کرنا مناسب نہین اس نے کہا کہ یہ پانی بہت حیرت انگیز اور گہرا ہے مجھے اس مین ڈوبنے کا اندیشہ ہے اوس نے کہا مین بھی تو دیکھون پانی کتنا ہے یہ کہکر پانی مین پاؤن رکھا اوسنے کہا کارے اندھے چوہے یہ پانی تو گھٹنون ہی تک ہے تو کیون حیران ہوگیا - اور تیرے حواس کیون جاتے رہے اوس نے کہا جناب یہ آپ کے لیے چیونٹی کی مانند بے حقیقت ہو میرے لیے تو اژدہے کی مانند خطرناک ہے کیونکہ گھٹنون گھٹنون مین بھی فرق ہے تمہارے گھٹنے اور ہین میرے گھٹنے اور تمہارے گھٹنون تک ہے اور میرے سر سے سو گز اونچا اوس نے کہا کہ جب تجھے اپنی حقیقت معلوم ہو گئی تو خبردار پھر گستاخی نہ کرنا اور کبھی اپنے کو بڑون کے برابر نہ سمجھنا تاکہ اس آگ سے تیرا جسم اور تیری جان نہ جلجاوے یعنی یہ خیال تیری تباہی وہلاکی کا باعث نہ ہوجاوے - تو اپنے مثل چوہون سے برابری کرنا - چوہے کی یہ تاب نہین کہ اونٹ کے مقابلہ مین اپنی حد سے بڑھکر بات کرے - اوس نے کہا میری توبہ ہے خدا کے لیے اس مہلک پانی سے مجھے پار اتار دے اس کی منکسرانہ گفتگو سے اونٹ کو رحم آگیا اور کہا اچھا اوچھلکر میرے کوہان پر چڑھ جا - اس پانی سے گذرنا میرا حق ہے نہ کہ تیرا اور مین تجھ سے ہزارون کو پار کر سکتا ہون - اس بیان سے جسطرح مضمون سابق کی تائید ہوتی ہے یون ہی اس سے حسب ذیل نتیجہ بھی برآمد ہوتا ہے

ایک چوہے کا اونٹ کی مہار کھینچنا اور مغرور ہونا

شرح شبیری - موشکے در کف الخ - یعنی ایک چوہا کہ اوس کے ہاتھ مین ایک اونٹ کی مہار تھی اونٹ کا مقابل بن کر روانہ ہوا -

اشتر از الخ - یعنی اونٹ تو بوجہ چستی کے اوس کے ساتھ روانہ ہوا اور چوہا مغرور ہو گیا کہ مین پہلوان ہون کہ

اسقدر بڑے جثہ والے کو کھینچ رہا ہون۔
بر شتر زد الخ۔ یعنی اونٹ پر اوس کے وسوسہ نے اثر کیا تو بولا کہ اچھا ذرا خوش ہو لے تجھے دکھاتا ہون مطلب یہ کہ اوسکی حالت سے اونٹ سمجھا کہ اس کو یہ وسوسہ اور خیال ہے تو اوس نے دل مین کہا کہ اچھا بچہ جی ابھی بتاتا ہون کیسے پہلوان ہو۔ غرضکہ اسی طرح دونون چلتے رہے۔
تا بیامد الخ۔ یعنی یہان تک کہ ایک بہت بڑی ندی کے کنارہ پر آئے کہ اوسمین بڑا ڈیل ہاتھی بھی عاجز ہو جاوے۔
موش الخ۔ یعنی چوہا وہان کھڑا ہو گیا اور سوکھ گیا تو اونٹ نے کہا کہ اے کوہ و دشت کے رفیق۔
این توقف الخ۔ یعنی یہ توقف کیا ہے اور حیرانی کیون ہے۔ تو مردانہ وار پاؤن رکھ اور ندی مین آ۔
تو قلاؤزی الخ۔ یعنی تو تو میرا رہبر ہے اور میرا پیش آہنگ ہے۔ راستہ ہی مین مت رہ جا اور خاموش مت ہو پیش آہنگ اس کو کہتے ہین جو کہ مقاصد مین آگے رہتا ہو۔ مطلب یہ کہ تم تو میرے رہنما اور پیش رو ہوا اب آگے ہی چلو ٹھہرتے کیون ہو۔
گفت این الخ۔ یعنی چوہے نے کہا کہ یہ ندی بڑی خوفناک اور گہری ہے اس لیے اے رفیق مین غرق ہو جانے سے ڈرتا ہون
گفت اشتر الخ۔ یعنی اونٹ نے کہا کہ اچھا ٹھہرو یہانتک کہ مین پانی کی انتہا دیکھون (یہ کہکر) اوس ندی مین اونٹ نے جلدی سے پاؤن رکھا۔
گفت تا الخ۔ یعنی اونٹ نے کہا کہ ارے اندھے چوہے پانی زانو تک ہی تو ہے تو تو حیران کیون ہوا اور تیرے ہوش کیون جاتے ہین
گفت مور ست الخ۔ یعنی چوہا بولا کہ تیری چیونٹی ہمارے لیے اژدہا ہے اس لیے کہ زانو زانو مین تو بہت فرق ہے یعنی جو چیز کہ تیرے نزدیک چھوٹی ہے ہمارے نزدیک بہت بڑی ہے۔ لہذا اگرچہ پانی تیرے زانو تک ہے مگر ہمارے تو سر سے بھی سیکڑون گز اونچا ہے۔
گر ترا تا زانو الخ۔ یعنی اے پرہنر اگر تیرے زانو تک ہے تو میرے تو سر سے سیکڑون گز اونچا ہے اب جبکہ اوس چوہے نے اپنے عجز کا اقرار کر لیا تو اونٹ نے کہا کہ۔
گفت گستاخی الخ۔ یعنی اونٹ نے کہا کہ پھر گستاخی مت کرنا کہ کہین تیرے جسم و جان اس گستاخی کے شرر سے جل نہ جاوین۔
تو مری الخ۔ یعنی تو اپنے جیسے چوہون کے ساتھ مقابلہ کر اور اونٹ کے ساتھ تو چوہے کو بات بھی نہ ہونی چاہئے مطلب یہ کہ بھلا چوہے کو اونٹ سے کیا تعلق کہان یہ اور کہان وہ آپسمین اس قابل بھی نہین ہین کہ بات بھی کرین جب اونٹ نے یہ کہا تو چوہے صاحب بولے کہ۔
گفت توبہ الخ۔ یعنی چوہے نے کہا کہ مین نے توبہ کی خدا کے واسطے مجھے اس مہلک پانی سے گذاریے یعنی اب عاجزی شروع کی کہ بھائی بے شک میری غلطی تھی اب توبہ کرتا ہون خدا کے لیے اس پانی سے مجھے بھی گذار دے شاید اوسکو بھی اودھر ہی جانا ہو گا جب اوسنے عاجزی کی تو اونٹ کو رحم آگیا۔ اور اس پانی سے پار کر دیا۔
رحم آمد الخ۔ یعنی اونٹ کو رحم آگیا اور بولا کہ ہان کود اور میرے کوہان پر بیٹھ جا اور اونٹ نے یہ کہا کہ۔
این گذشتن الخ۔ یعنی یہ گذرنا میرے ہی لائق ہے اور مین تجھ جیسے ہزارون کو بھی گذار دون۔ تو دیکھو جسطرح کہ اس چوہے نے برابری اپنے سے بڑے کی کی اور پھر نادم ہوا اسیطرح اگر عوام اکابر کی برابری کرنے لگین

تو یقیناً تباہ و برباد ہوں گے۔ لیکن پھر بھی اگر اکابر کے سامنے عجز کا اعتراف کرو پھر ان کو بھی رحم آجاتا ہے جس طرح کہ اس چوہے کی عاجزی سے اس اونٹ کو رحم آگیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

چون پیمبر نیستی پس رو براہ
تا رسی از چاہ روزے سوئے جاہ

تو رعیت باش چون سلطان نۂ
تک مران چون مرد کشتیبان نۂ

چون نۂ کامل دکان تنہا مگیر
دست خوش می باش تا گردی خمیر

چونکہ آزادیت نابد بندہ باش
ہان مپوش اطلس برو در ژندہ باش

انصتوا را گوش کن خاموش باش
چون زبان حق نگشتی گوش باش

ور بگوئی شکل استفسار گو
با شہنشاہان تو مسکین وار گو

ابتدائے کبر و کین از شہوت است
راسخی شہوتت از عادت است

چون ز عادت گشتہ محکم خوئے بد
خشم آید بر کسے کت وا کشد

چونکہ تو گلخوار گشتی ہر کہ او
وا کشد از گل ترا باشد عدو

بت پرستان چونکہ خو با بت کنند
مانعان راہ خود را دشمن اند

چونکہ کرد ابلیس خو با سروری
دید آدم را بتحقیر از خری

کہ بہ از من سروری دیگر بود
تا کہ او مسجود چون من کس شود

سروری زہرست جز آن روح را
کہ بود تریاق لانے ز ابتدا

کہ اگر پُر مار شد باکے مدار
کو بود اندر درون تریاق زار

سروری چون شد دماغت را ندیم
ہر کہ بشکست شود خصم عظیم

چون خلاف خوئے تو گوید کسے
کینہا خیزد ترا با او بسے

کہ مرا از خوئے من بر میکند
خویش بر من میر و سرور میکند

چون نباشد خوئے بد سرکش درو
کے فروزد از خلاف آتش درو

چون نباشد خوئے بد محکم شدہ
کے شود اندر خلاف آتشکدہ

با مخالف او مدارا مے کند
در دل او خویش را جا می کند

زانکہ خوئے بد بگشت است استوار
مور شہوت شد ز عادت ہمچو مار

مار شہوت را بکش در ابتدا
ورنہ اینک مار گشتہ اژدہائے

لیک ہر کس مور بیند مار خویش
تو ز صاحبدل کن استفسار خویش

زابتدا این مار شہوت را بکش
ورنہ اژدہا شود اے تیز ہش

تا نشد زر مس نداند من مسم
تا نشد شہ دل نداند مفلسم

خدمت اکسیر کن مس وار تو	جور میکش ای دل از دلدار تو
کیست دلدار اہل دل نیکو بدان	کہ چو روز و شب جہانند از جہان
عیب کم گو بندۂ اللہ را	متہم کم کن بدزدی شاہ را
ورنباشی ہیچ ہیچ از ہیچیان	پس رو ہر دیو باشی مستہان

جب تو پیر اور مستقل ہادی نہیں ہے بلکہ تجھے ضرورت ہے اہتدا بہ ہادی آخر کی تو تجھکو رہرو ہونا چاہیے نہ کہ رہنما۔ تاکہ تو چاہ ضلالت سے نکلکر مسند ہدایت پر جلوہ افروز ہو۔ اور جبکہ تو بادشاہ نہیں ہو تو رعیت اور کسی بادشاہ کا محکوم ہونا چاہیے اور جبکہ تو کشتیبان اور ماہر بحر دین نہیں ہے تو تجھکو خود اس سمندر مین کشتی نہ چلانا چاہئے جب تو کامل نہیں ہے تو الگ دوکان نکر بلکہ کسی باہر کا محکوم و منقاد ہو تاکہ تو خمیر کرنا سیکھ جاوے یعنی بدون کمال کے شیخ نہ بن بلکہ اول خود تربیت حاصل کر پھر شیخ بن اور تربیت کر اور جبکہ تو آزاد نہیں تو غلام بن اور اطلس نہ پہن بلکہ گدڑی پہن اس کا حاصل بھی وہی ہے کہ جب تو شیخ نہیں تو بطور طریق مشایخ نہ اختیار کر بلکہ غلامون کی طرح رہ اور جبکہ تو حق سبحانہ کی زبان نہیں اور گفتہٗ او گفتہٗ اللہ بود مرتبہ تجھے حاصل نہیں تو تجھکو کان ہونا چاہئے اور تیرا کام سننا ہونا چاہیے اور خود تو حق سبحانہ کا حکم نصتوا سن لے اور بہ تعمیل امر الٰہی خاموش ہو جا اور اگر بولنا ہی ہو تو بشکل استفسار کلام کر اور ان بادشاہون کے سامنے عاجزانہ گفتگو کر تیرے اندر جو تکبر اور مخالفت اہل اللہ ہے اسکا منشا شہوت و خواہش نفسانی ہے اور یہ شہوت اور خواہش نفسانی تیرے اندر مستحکم اس لیے ہوئی ہے کہ تو اطاعت نفس کا خوگر اور عادی ہو گیا ہے جب تشخیص مرض ہوئی تو بقاعدہ العلاج بالضد اوسکا علاج کرنا چاہیے اور مخالفت نفس پر کمربستہ ہونا چاہیے۔ قاعدہ ہے کہ جب کوئی خصلت بد عادت سے مستحکم ہو جاتی ہے تو اوس کی مخالفت ناگوار ہوتی ہے اس لیے جو شخص تمھاری اس عادت کو چھڑانا چاہتا ہے چونکہ بوجہ عادی ہونے کے تمھارے اندر راسخ ہو گئی۔ تو تمکو اوس پر غصہ آتا ہے اور چونکہ تمکو مٹی کھانے کی یعنی افعال مضرہ کے ارتکاب کی عادت ہو گئی ہے اس لیے جو شخص تمکو مٹی یعنی افعال مضرہ سے الگ کرے وہ تمھاری نظر مین تمھارا دشمن معلوم ہوتا ہے یہ بات کچھ تمھارے ہی ساتھ خاص نہین بلکہ عام حالت یہی ہے چنانچہ دیکھو بت پرست چونکہ بت پرستی کے عادی ہو گئے ہین اس لیے جو لوگ اونکو بت پرستی سے مانع ہوتے ہین وہ اونکو دشمن معلوم ہوتے ہین نیز ابلیس چونکہ سرداری کا عادی ہو گیا تھا کما ہو المشہور انہ معلم الملکوت اس لیے اوس نے گدھے پن سے آدم علیہ السلام کو بنظر حقارت دیکھا اور کہا انا خیر منہ اور کہا کہ یہ میری مسجودیت کے لائق نہین بلکہ کوئی مجھ سے بہتر ہونا چاہئے تاکہ مجھ سے شخص کا مسجود بن سکے واقعی بات یہ ہے کہ سرداری زہر ہے لیکن اوس روح کے لیے زہر نہین ہے جو ابتدا ہی سے معدن تریاق ہو اور صلاحیت فطری اوس کی اتنی قوی ہو کہ وہ اوس کے اثر سے اوس کو محفوظ رکھ سکے اگر پہاڑ سانپون سے پر ہو تو تم کو کچھ خطرہ نہونا چاہئے کیونکہ اوس کے اندر تریاق کی کان بھی ہے جو سانپون کے زہر سے محفوظ رکھنے والا ہے پس جبکہ کسی کے دماغ مین سرداری کا سودا سما جاتا ہے تو جو شخص اس خصلت کو توڑنا چاہے وہ اوسکا یقینی دشمن سمجھا جاتا ہے۔ اور جبکہ کسی کی خصلت مستحکم کے مخالف کوئی بات کہتا ہے تو اس سے اوس [illegible] کہنے والے کے ساتھ طرح طرح کی [illegible] کے خیالات اوس کے دل مین

پیدا ہوجاتے ہیں اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ جو میری اس خصلت کو چھڑانا چاہتا ہے تو اس سے اوس کو مجھپر حکومت کرنا مقصود ہو یہ دلیل ہو اس خصلت بد کے استحکام کی ۔ کیونکہ اگر وہ مستحکم نہوتی تو اس مخالفت سے اسکے آگ کیون لگتی ۔ پس ثابت ہوا کہ وہ مستحکم ہوگئی ہے ۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب تک کوئی خصلت بد مستحکم نہین ہوتی اس وقت تک اس کی مخالفت سے آگ نہین لگتی اور اوس کی مخالفت آدمی کو ناگوار نہین ہوتی ۔ پس ظاہر ہوگیا کہ وہ خوئے بد مستحکم ہوگئی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ مخالف کے ساتھ میل کرتا ہے اور اوس کے دل مین اپنی جگہ کرتا ہے تاکہ وہ مزاحم نہو ۔ کیونکہ خوے بد مستحکم ہوگئی ہے اور خواہش نفسانی جو چیونٹی کی طرح حقیر تھی اب عادت سے سانپ کی طرح خطرناک ہوگئی ہے ۔ پس تمکو اس سانپ کو پہلے ہی مار ڈالنا چاہئے ۔ ورنہ پھر سانپ کے مرتبہ سے گذر کر اژدہا بنجاوے گی ۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ آدمی کو اسکے مرتبہ کی تعیین مین غلطی ہوتی ہے اور وہ سانپ کو چیونٹی سمجھتا ہے ۔ اس لیئے تمکو چاہئے کہ اس کا مرتبہ کسی صاحبدل سے معلوم کرو ۔ وجہ اس مغالطہ کی یہ ہوتی ہے کہ وہ ناقص ہوتا ہو اور اوس کو کمال حاصل نہین ہوتا جس سے نقصان کا ادراک ہو ۔ لان الاشیاء تعرف باضدادہا اس لیئے وہ نقصان کے ادراک سے قاصر ہوتا ہے ۔ چنانچہ جب تک تانبا سونا نہین بنتا اس وقت تک وہ اپنے کو ناقص نہین سمجھتا اور جب تک دل کو دولت باطنی حاصل نہین ہوتی اسوقت تک وہ اپنی ناداری کو کمالیمعی نہین سمجھتا پس اگر تم کو اپنے نقصان سے آگاہ ہونا مقصود ہو تو شیخ کامل کی خدمت کرو جس طرح تانبا اکسیر کی کرتا ہے اور اگر تمھین وصال مطلوب ہے تو محبوب کے ستم اوٹھاؤ لیکن تم جانتے بھی ہو کہ دلدار سے ہماری کیا مراد ہے خوب سمجھ لو کہ ہماری مراد اہل دل ہین جو کہ رات اور دن کی طرح اس جہان سے کنارہ کش ہوتے ہین ان اللہ کے بندون کی برائیان ہرگز زیبا نہین اور بادشاہون پر چوری کی تہمت بالکل بیجا ہے اور اگر تم فروتنی اختیار نکروگے اور اسی کبر و نخوت مین مبتلا رہوگے تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ابلیس ذلیل کے پیرو ہوگے بادشاہ پر چوری کی تہمت لگانے کے تذکرہ سے ایک مناسب حکایت یاد آگئی غور سے سنو ۔

شرح شبیری ۔ چون نہ پیری مستی الخ ۔ یعنی جبکہ تو پیر نہین ہے تو راستہ مین تابع رہ تاکہ ایکدن جاہ سے جاہ پر پہونچ جاوے مطلب یہ کہ اگر اس قابل نہین ہو کہ مقتدا بن سکو تو تابع رہو کہ اوس سے ایکدن یہ ہوگا کہ اس پستی سے نکل کر مراتب علیا پر پہونچ جاؤگے ۔

تو رعیت الخ ۔ یعنی تم اگر سلطان نہین ہو تو رعیت رہو اور جب کشتیبان نہین ہو تو قعر دریا مین مت چلو ۔

چون نہ الخ ۔ یعنی جب تم کامل نہین ہو تو تنہا دوکان مت اختیار کرو ۔ تابع رہو تاکہ تم خمیر ہوجاؤ ۔ مطلب یہ کہ اگر ابھی کامل نہین ہوئے تو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ علیحدہ مت بیٹھو ۔ بلکہ ہمیشہ شیخ کا اتباع کرو کہ اس اتباع سے تمھارے اندر استعداد پیدا ہوجاویگی جیسے کہ خمیر ہوتا ہے کہ اوسکو جب گوندھا جاتا ہے تو اوسمین روٹی پکنے کی قابلیت ہوجاتی ہے اسی طرح اگر تم اتباع کروگے تو تمھارے اندر بھی قابلیت پختہ ہونے کی پیدا ہوجاوے گی ۔

چونکہ الخ ۔ یعنی جبکہ تجھ سے آزادی نہ آوے تو غلام رہو اور اطلس مت پہنو گدڑی مین رہو ۔ مطلب یہ کہ اگر تمھارے اندر قابلیت مقتدا بننے کی ابھی نہین ہو تو اتباع کرو کہ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ۔

انصتو ارا ۔ الخ ۔ یعنی انصتوا کو سنو اور خاموش رہو جبکہ تم زبان حق نہین ہو تو کان رہو ۔ مطلب یہ ہے کہ اصل مین

ہونا تو اوس شخص کا کام ہے کہ جسکی شان بی نیش ہو چکی ہو - اور وہ عین مصطلح ہو گیا ہو - اور جب تک تم کو یہ مرتبہ حاصل
نہو اسوقت تک ایسے لوگونکی باتین ہمہ تن گوش ہو کر سنو اور خود مت بولو اب یہان کسی ظاہربین کو شبہ ہوتا کہ بس
پھر ان حضرات کے سامنے اپنی حالت کو بھی بیان نہ کرے اور چپ رہے آگے مولانا اس شبہ کو زائل فرماتے ہین کہ
ور بگوئی - الخ - یعنی اور اگر کہو تو سوال کے طور پر کہو اور بادشاہون کے ساتھ مسکین کی طرح بات کرو - اب معلوم ہوگیا
کہ اپنی حالت کے متعلق سوال کرو اور اُن سے علاج دریافت کرو - یہان تک مولانا کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ تم کو
چاہیے کہ تکبر کو چھوڑ دو اور عاجزی اختیار کرو اور دوسرونکا اتباع کرو آگے اس تکبر کا منشا بتاتے ہین کہ یہ تکبر
اس طرح پیدا ہوتا ہے تاکہ اوس سے احتراز مین آسانی ہو فرماتے ہین کہ
ابتداے کبر الخ - یعنی کبر و کینہ کی ابتدا تو شہوت سے ہے اور رسوخ شہوت کا عادت کیوجہ سے ہے مطلب یہ ہے اول تو کبر شہوت
کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اس لیے کہ انسان جب اپنی شہوات کا اجرا چاہتا ہے اور کوئی اوس مین مانع ہوتا
ہے تو اوسکو برا معلوم ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی اوسکو منع نکرے - اور کسیکا اتباع اس مین پسند نہین کرتا
اور یہی تکبر ہے اور اسی سے کینہ پیدا ہوتا ہے کہ اوسی شخص سے کینہ اور حسد کرنے لگتا ہے اور شہوت راسخ
اس طرح ہوتی ہے کہ اول ایک مرتبہ تقاضا ہوا اوسکو پورا کردیا پھر ہوا پھر پورا کیا بس اس تقاضے کے پورا کرنے کی وجہ
سے عادت ہو جاتی ہے اور وہ شہوت راسخ ہو جاتی ہے اور اوس سے کبر و کینہ پیدا ہوتا ہے لہذا اول انسان
کو اپنی عادات کی اصلاح ضروری ہے کہ اسی سے یہ سارے امراض ناشی ہین - آگے مولانا اسی تقریر کو
خود فرماتے ہین کہ -
چون الخ - یعنی جبکہ عادت کیوجہ سے خوے بد محکم ہو گئی تو جو کوئی اس سے ہٹاتا ہے اوس پر غصہ آتا ہے آگے ایک مثال اس تقریر کی دیتے ہین کہ
چونکہ الخ - یعنی جبکہ تم مٹی کھانے لگو تو جو کوئی اوس سے منع کرے وہ دشمن ہوگا اسیطرح جب عادت سے خوے بد
محکم ہو جاتی ہے تو جو اوس سے مانع ہوتا ہے اوس سے حقد و کینہ پیدا ہوتا ہے - آگے ایک اور نظیر ہے -
بت پرستان الخ - یعنی بت پرست لوگ جیسا کہ بت پرستی کی عادت کرلیتے ہین تو راہ بت کے مانعین کے دشمن ہو جاتے ہین
چونکہ الخ - جبکہ ابلیس نے عادت سرداری کی کرلی تو اوسنے آدم کو گدھے پن کیوجہ سے تحقیر سے دیکھا اور کہا کہ -
کہ بہ از من الخ - یعنی کہ مجھ سے بہتر کوئی سردار ہو جو کہ مجھ جیسے شخص کا مسجود ہو اس بات کو اوس نے محال اوس سرداری
ہی کیوجہ سے سمجھا کہ جسکا کہ وہ عادی ہو رہا تھا - ورنہ ہرگز نہ سمجھتا - آگے فرماتے ہین کہ
سروری الخ - یعنی سرداری زہر ہے بجز اوس روح کے کہ جو ابتدا ہی سے تریاق لائی ہو - لان ایک پہاڑ ہے
جہان کہ تریاق پیدا ہوتا ہے تو مطلب یہ کہ جو کہ روح ہو اور جو کہ مکمل ہو اور دوسرونکو شفا بخشنے والا ہو یعنی ولی
اور کامل اوسکو تو سرداری سزاوار ہے ورنہ زہر ہے کہ پھر اس کے بعد انسان کام کا نہین رہتا لیکن اوس
کامل کو مضر نہین ہوتی اس مضر نہ ہونے کی وجہ آگے ایک مثال سے فرماتے ہین
کوہ الخ - یعنی پہاڑ اگر سانپ سے پر ہو جاوے تو کوئی خوف نہین ہے اسلئے کہ اوسکے اندر تریاق زار ہے پس
اگر کسی سانپ نے گزند پہونچایا تو اوس کی تلافی تریاق سے جو وہان بھرا پڑا ہے کرلی جائیگی اسی طرح ان حضرات
کے پاس جو معیت مع اللہ کا تریاق ہوتا ہے اسکی وجہ سے انکو یہ سرداری اور مقتدائیت مضر نہین ہوتی

بلکہ خود اوسکو تو کبھی اپنے بڑے ہونے کا گمان بھی نہین ہوتا۔ اس لیے کہ اوس کے سامنے اس سے زیادہ ایک اونچا مرتبہ ہے تو وہ اپنی اس بڑائی کو کیا سمجھے گا رب اوسیکا ظل اور پرتو ہو گا۔ ہان بے شک ہم لوگونکو مضر ہے کہ ہمکو یہ حالت نہین ہوتی ہے اگر کہین ہمین ذرا نام کو اور صورتاً سرداری ملجاوے تو پھر تو زمین پر رہنا مشکل ہوجاوے اور جو کوئی اوس مین درانداز ہو وہ ہمارا دشمن ہوجاوے تو سرداری کیا ملی اخلاق ذمیمہ کبر و کینہ حسد دشمنی وغیرہ کی ایک پوٹ ملی اللہم احفظنا۔

سروری الخ۔ یعنی سرداری جبکہ تمہارے دماغ کے قرین ہوجاوے تو جو کوئی اسکو توڑے وہ دشمن قدیم ہوجاوے۔

چون خلاف الخ۔ یعنی جب تمہاری خو کے خلاف کوئی کچھ کہے تو تجھے اوس شخص کیساتھ بہت سے کینے پیدا ہونگے اور کہو گے کہ مرا ازخو الخ۔ یعنی کہ مجھے میری عادت علیحدہ کرتا ہی اور اپنے کو مجھپر سردار کرتا ہی۔ تو کسیکی نسبت یہ سمجھنا یقیناً تکبر اور غرور اور کینہ اور حسد ہے یہ اخلاق ذمیمہ مین سے ہے۔

چون نباشد الخ۔ یعنی جبکہ خوئے بد اوس کے اندر سرکش نہوگی تو کسیکے خلاف کرنے سے اوس مین آگ کب بھڑکے گی

چون نباشد الخ۔ یعنی جبکہ خوئے بد محکم نہ ہوگی تو خلاف کیوجہ سے اوسکا آتشکدہ کب بھڑکے گا بلکہ اوسکی تو یہ حالت ہوگی

با مخالف الخ۔ یعنی مخالف کے ساتھ وہ مدارات کرتا ہے اور اوس کے دل مین اپنی جگہ کرتا ہے مطلب یہ کہ اوس کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہی کہ اوس کے دل مین اسکی جگہ ہوجاتی ہے ورنہ اس نیت سے کوئی کام نہین کرتا کہ کسی کے دل مین اسکی جگہ ہو یاد رکھو یہانتک بزرگ کامل کی حالت بیان کرکے رجوع ہے ماقبل کی طرف اوپر کہا تھا کہ ؎ بت پرستان الخ آگے اسکی وجہ فرماتے ہین کہ۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لیے کہ اوسکی خوئے بد مضبوط ہوگئی ہے اور شہوت کی چیونٹی عادت کی وجہ سے سانپ ہوگیا ہے مطلب یہ کہ بت پرست وغیرہ لوگون کو جو خلاف سے غصہ وغیرہ آتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اونکی خوئے بد مضبوط ہوگئی ہی اور اول جو کہ ضعیف تھی اب قوی ہوگئی ہے اسلیے اس شخص کو برا معلوم ہوتا ہی۔

مار شہوت الخ۔ یعنی شہوت کے سانپ کو ابتدا ہی سے مار ڈال ورنہ یہ تیرا سانپ اژدہا ہوجاویگا یعنی یہی اخلاق ذمیمہ راسخ اور قوی ہوجاوینگے پھر انکو ترک کرنا مصیبت ہوجاویگی یہان کوئی کہتا ہی کہ ہمنے تو دیکھا کہ ہمارا نفس اور اخلاق ذمیمہ ضعیف ہی ہین قوی تو نہین ہین اسکا جواب فرماتے ہین کہ

لیک الخ۔ یعنی لیکن ہر شخص اپنے سانپ کو تو ضعیف ہی دیکھتا ہے تو تو اپنی حالت کے متعلق کسی صاحبدل سے سوال کر وہ تیری حالت کو ظاہر کردینگے اور بتادینگے کہ ضعیف ہی یا قوی ہی خود اپنا دیکھ لینا کافی نہین ہے اور فرماتے ہین کہ

تا نشد الخ۔ یعنی جبتک کہ مس سونا نہ ہوجاوے نہ جانے کہ مین مس ہون اور جب تک کہ دل بادشاہ نہوجاوے نہ جانے کہ مین مفلس ہون مطلب یہ کہ الاشیاء تعرف باضدادہا۔ جب مس سونا ہوجاوے گی اوس وقت اوسکو معلوم ہوگا کہ مین پہلے مس تھی اسیطرح جبتک کہ تم صاحبدل نہوگے اسوقت تک عیوب اپنے پیش نظر نہونگے۔ لہذا اب تم کو چاہیے کہ

خدمت الخ۔ یعنی اے دل مس کی طرح اکسیر کی خدمت کر اور دلدار کا ظلم سہو تب کام بنے گا یہان کوئی دلدار سے شاید دلدار معشوق مجازی سمجھ لیتا اس لیے آگے اس کا دفع فرماتے ہین۔

کیست الخ۔ یعنی دلدار کون ہی اہل دل ہین خوب جان لو کہ جو دن رات کی طرح اس جہان سے باہر کو دوڑے ہین مطلب یہ کہ جو کہ اس جہان سے بے تعلق ہین وہ حضرات دلدار ہین انکی خدمت کرو۔ پھر دیکھو زر بنجاؤ گے۔

عیب کم گو الخ یعنی اے فرزند اون کی عیب جوئی کم کرو اور بادشاہ کو چوری کی تہمت مت لگاؤ۔
ورنہ باشی الخ۔ یعنی ورنہ تو کمینوں میں سے ہیچ ہیچ ہوجاوے گا اور ہر شیطان کا تابع اور ذلیل ہوجاویگا
لہذا ان حضرات کی خدمت کرو اور ان سے حسد اور کینہ کو الگ کرو۔ چونکہ اوپر کہا تھا کہ سے تہمت کم کن بدزدی شاہ را
آگے ایک حکایت لاتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ ان حضرات کے ذمہ تہمت لگانے سے کیا ہوتا ہے اور
انکو حق تعالے کس طرح بری فرمادیتے ہیں اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

بود درویشے درون کشتئے ۔ ساختہ از رخت مردے پشتئے
یاوہ شد ہمیان زر او خفتہ بود ۔ جملہ را جستند او را ہم نمود
کین فقیر خفتہ را جوییم ہم ۔ کرد بیدارش زغم صاحب درم
کاندرین کشتی چرمدان گم شدہ است ۔ جملہ را جستیم نتوانی تو رست
دلق بیرون کن برہنہ شو ز دلق ۔ تا ز تو فارغ شود اوہام خلق
گفت یارب مر غلامت را خسان ۔ متہم کردند فرمان در رسان
یا غیاثی عند کل کربۃ ۔ یا معاذی عند کل شدۃ
یا مجیبی عند کل دعوۃ ۔ یا ملاذی عند کل محنۃ
چون بدرد آمد دل درویش ازان ۔ سر برون کردند ہر سو در زمان
ماہیان بیحد از دریائے ژرف ۔ در دہان ہر یکے دُر شگرف
صد ہزاران ماہی از دریائے پُر ۔ در دہان ہر یکے درے چہ دُر
ہر یکے درے خراج ملکتے ۔ کز الٰہ است این ندارد شرکتے
در چند انداخت در کشتی و جست ۔ مر ہوا را ساخت کرسی و نشست
خوش مربع چون شہان بر تخت خویش ۔ او فراز اوج و کشتی اش بہ پیش
گفت او کشتی شما را حق مرا ۔ تا نباشد با شما دزد گدا
تا کرا باشد خسارت زین فراق ۔ من خوشم جفت حق و از خلق طاق
نے مرا او تہمت دزدی نہد ۔ نے مہارم را بغمازی دہد
بانگ کردند اہل کشتی کاے ہمام ۔ از چہ دادندت چنین عالی مقام
گفت از تہمت نہادن بر فقیر ۔ وز حق آزاری پئے چیزے حقیر
حاش للہ بل ز تعظیم شہان ۔ کہ نبودم بر فقیران بدگمان
آن فقیران لطیف و خوش نفس ۔ از پئے تعظیم شان آمد عبس
وان فقیری بہر پیچا ہیچ نیست ۔ بل پئے آنکہ بجز حق ہیچ نیست

متہم چون دارم آنہا را کہ حق — کرد امین مخزن ہفتم طبق

متہم نفس ست نے عقل شریف — متہم حس ست نے نور لطیف

نفس سوفسطائی آمد میزنش — کش زدن سازد نہ حجت گفتنش

معجزہ بیند فروزد آن زمان — بعد ازان گوید خیالے بود آن

در حقیقت بود آن دید عجب — پس مقیم چشم بودی روز و شب

این مقیم چشم پاکان می بود — نے قرین چشم حیوان می شود

کان عجب زین حس دارد عار و ننگ — کے بود طاؤس اندر چاہ تنگ

تا نگوئی مر مرا بسیار گو — من ز صد یک گویم و آن ہم چو مو

ایک فقیر ایک کشتی مین بیٹھا ہوا تھا جو کہ کسی شخص کے سامان سے سہارا لگائے ہوئے تھا۔ یا مردانگی سے سامان سے تکیہ لگائے ہوئے تھا۔ اتفاقاً کسی کی ہمیانی اشرفیون کی گم ہو گئی۔ اور فقیر بیچارہ سو رہا تھا سب کی تلاشی لی گئی مگر کہین پتہ نہ چلا۔ پھر یہ خیال ہوا کہ اس فقیر کی بھی تلاشی لینا چاہئیے۔ جو سو رہا ہے یہ خیال کر کے مالک نے اس فقیر کو جگایا۔ اور کہا کہ اس کشتی مین ایک ہمیانی اشرفیون کی گم ہو گئی ہے ہم نے سب کی تلاشی لی ہے لہذا آپ کو بھی تلاشی دینی ہوگی یہ گدڑی اتار دیجئے اور ننگے ہو جائیے۔ تاکہ آپ پر کسی کو شبہ نہ رہے۔ فقیر نے حق سبحانہ سے التجا کی اور کہا کہ ای اللہ اے ہر مصیبت کے وقت میرے فریادرس۔ اور اے ہر خواہش نفسانی کے وقت میری جائے پناہ اور اے ہر دعا کے قبول کرنے والے اور اے ہر آزمائش کے وقت جائے پناہ۔ یہ دیکھئے تیرے بندہ پر تہمت لگاتے ہین آپ کوئی مناسب حکم صادر فرمائیے۔ غرض جب اس حرکت نے فقیر کا دل دکھایا اور اوس نے دعا کی تو فوراً ہی ہر طرف لاکھون مچھلیون نے اس گھیرے دریا سے سر نکالا انہین سے ہر ایک کے منہ مین ایک عجیب موتی تھا۔ ہر موتی کی قیمت ایک بڑی سلطنت کی آمدنی تھی کیونکہ وہ وحدہ لاشریک معبود کی طرف سے تھا۔ پس ایسا ہونا کچھ مستبعد نہین اس فقیر نے چند موتی لیکر کشتی مین ڈالدئیے کہ تمنے مجھپر شبہ کیا تھا۔ میرے پاس وہ اشرفیان تو تھی نہین۔ اون کے بدلہ مین یہ موتی دیتا ہون۔ دوسری وجہ یہ ہے تاکہ معلوم ہو جاوے۔ کہ جسکے قبضہ مین ایسے موتی ہون وہ اشرفیون کو لیکر کیا کرے گا اور موتیون کو ڈالکر آپ اوچھلے اور اوچھلکر ہوا پر متمکن ہو گئے اور جسطرح بادشاہ اپنے تخت پر چوکڑی مارکر بیٹھتے ہین یونہی چوکڑی مارکر بیٹھ گئے غرض وہ اونچے ہو گئے۔ اور کشتی اونکے سامنے نیچے رہی۔ اور یہ فرمایا کہ مین نے کشتی تمکو سونپ کر خدا کو اختیار کر لیا تاکہ تم جیسے فقیر سے رہائی پاجاؤ۔ اب تم سمجھ لو کہ اس مفارقت سے کس کو نقصان ہوا مین تو خوش ہون کہ مخلوق سے متفرد ہو کر خدا سے مل گیا سو کہ نہ مجھپر چوری کی تہمت لگاتا ہے نہ مجھے رسوا کرتا ہے یہ دیکھکر سب اہل کشتی چلا اوٹھے کہ حضور کو یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا۔ اونھون نے اولاً طنزاً فرمایا کہ فقیر پر تہمت لگانے سے۔ اور ایک معمولی چیز کے لیے حق سبحانہ کو ناراض کرنے سے اس کے بعد فرمایا۔ توبہ توبہ بلکہ ان بادشاہون کی تعظیم و تکریم سے اور اس سبب سے کہ مین فقیرون سے بدظن نہ تھا وہ فقیر کیسے تھے وہ تھے جو نہایت پاکیزہ اور خوش گفتار تھے جن کی تعظیم مین سورۂ عبس نازل ہوئی ہے۔ وہ فقیر نہین جنکی فقیری مکر و فریب کے لیے

ہو۔ بلکہ وہ فقیر جنکی نقیری محض اس لیے ہے کہ حق سبحانہ کے سوا کوئی چیز نہین جو دل بستگی کے قابل ہو۔ بھلا مین ایسے شخصون کو متہم کیونکر کرسکتا ہون۔ خدانے تو انکو سا تون طبق کے خزانہ کا امین بنایا ہے وہ سراپا عقل ہین اور نفس سے منزہ ہیں نفس متہم ہوسکتا ہے عقل متہم نہین ہوتی۔ بس وہ کیونکر متہم ہوسکتے ہین نیز وہ سراسر نور ہین نہ کہ سراپا حس اور متہم حس ہو سکتی ہی۔ نہ کہ نور آگے مولانا مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہین۔ اور نفس کے متعلق مضمون ارشادی بیان فرماتے ہین۔ نفس سو فسطائی اور منکر بدیہیات ہے اسکو مار کر سمجھانا چاہیے۔ یہ دلیل کو نہ مانے گا۔ یہ معجزہ دیکھتا ہے اسوقت تو مان لیتا ہو مگر پھر شرارت کرتا ہے اور کہتا ہو کہ وہ تو ایک خیال تھا کوئی نفس الامری شئے نہ تھا۔ اگر امر شاہد عجیب کوئی امر واقعی ہوتا تو رات دن اسکو نظر مین رہنا چاہیے تھا یہ کیا کہ ذرا سی دیر مین غائب ہوگیا لیکن اوسکو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ فی الحقیقت امر واقعی ہے اور ہر وقت دکھائی دیتا ہے لیکن پاک لوگون کو وہ چشم باطن سے محسوس ہوتا ہے نہ کہ حس حیوانی سے وجہ یہ ہے کہ وہ امر عجیب اس عار رکھتا ہے کہ وہ حس ظاہری سے محسوس ہو۔ بھلا کہین طاوس بھی کنوین مین مقید ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھی جو چشم ظاہر سے محسوس ہوتا ہے وہ اتمام حجت کے لیے ہے تو مجھے فضول گو نہ کہنا۔ اس لیے کہ مین سو باتون مین سے ایک بات کہتا ہون اور وہ بھی اشارۃً اب ہم اس کے متعلق ایک قصہ بیان کرتے ہین تاکہ تمکو اس بیان کی تصدیق ہو

اون بزرگ کی کرامات کا بیان جنکو کسی کشتی مین متہم بدزدی کیا تھا

شرح شبیری - بود درویشے الخ۔ یعنی ایک درویش کشتی کے اندر تمام دانگی کے اسباب سے ایک پناہ بنائے ہوئے تھا۔ مطلب یہ کہ مردان حق مین سے تھا۔

یاوہ شد الخ۔ یعنی ایک اشرفیون کی ہمیانی کھو گئی اور وہ سو رہا تو سب کی تلاشی لی۔ اور (صاحب ہمیانی نے اسکو بھی (لوگون کو) دکھایا کہ اسکی بھی تلاشی لو اور یہ کہا کہ۔

کین فقیر الخ۔ یعنی کہ اس سونے والے فقیر کی بھی ہم تلاشی لین گے تو اوسکو صاحب درم نے غم کی وجہ سے جگایا۔

کاندرین الخ۔ یعنی اوس کشتی مین ایک تھیلی گم ہوگئی ہے ہم نے سب کی تلاشی لی ہے تو تم بھی چھوٹ نہین سکتے۔

دلق الخ۔ یعنی گدڑی اتارو اور ننگے ہوجاؤ تاکہ لوگون کے اوہام تجھ سے فارغ ہوجاوین۔ یعنی سب کے خیالات جاتے رہین اور معلوم ہوجاوے کہ تونے لیا ہی یا نہین۔ جب اون سے یہ کہا گیا تو انکو جوش آیا اور حضرت حق مین عرض کیا کہ۔

گفت یارب الخ۔ یعنی کہا اے اللہ آپ کے غلام کو کمینہ لوگون نے متہم کردیا ہے آپ حکم بھیجدیجیے۔

یا غیاثی الخ یعنی اے میرے فریادرس ہر کلفت کے وقت اور اے میرے پناہ دینے والے ہر شدۃ کے وقت

یا مجیبی الخ۔ یعنی اے میرے قبول کرنے والے وقت ہر دعا کے اور اے میرے جائے پناہ وقت ہر محنت کے اس وقت میری مدد کر کہ یہ لوگ بڑی سخت تہمت لگا رہے ہین۔

چون بدرد الخ صد ہزاران الخ۔ یعنی جبکہ اوس سبب سے درویش کا دل دکھا تو اوسی وقت ہر طرف سے لاکھون مچھلیون نے اوس دریائے عمیق سے سر نکالا اور ہر ایک کے منھ مین ایک موتی بیش قیمت تھا۔

ہر یکے الخ۔ یعنی ہر موتی ایک ملک کی خراج کی قیمت کی برابر تھا۔ کیونکہ وہ تو خدا کی طرف سے تھا اوسین کوئی

شرکت نہ تھی اگر شرکت ہوتی تو شاید اسقدر قیمتی نہ ہوتے۔ کہ دوسرا شریک نہ دینے دیتا۔ مگر حق تعالے نے بھیجے تھے وہ تو جسقدر بھی قیمتی ہوں تھوڑے ہیں۔ غرضکہ وہ موتی بہت قیمتی تھے۔ اور ان مچھلیوں نے لاکر ان بزرگ کی خدمت میں پیش کئے۔

دُر چند الخ۔ یعنی چند موتی کشتی میں ڈالکر ایک جست کی اور ہوا کو کرسی بنا کر بیٹھ گئے۔ مطلب یہ کہ اون سے موتی لیکر اون لوگون کو دیکر اور ہوا میں معلق جا بیٹھے یہ اون کی کرامت ظاہر ہوئی۔

خوش مربع الخ۔ یعنی خوب چار زانو بیٹھے تھے جیسے کہ بادشاہ اپنے تخت پر اور وہ تو اوج کی اونچائی پر تھا اور کشتی آگے تھی۔ یعنی وہ کشتی کے اوپر چل رہے تھے اور کشتی نیچے جا رہی تھی۔

گفت الخ۔ یعنی فرمایا کہ یہ کشتی تمکو مبارک ہو اور حق تعالے مجھے تاکہ تمہارے ساتھ چور فقیر نہو۔ مطلب یہ کہ فرمایا کہ بھائی میں تم سے الگ ہو گیا ہوں تاکہ تمہارے ساتھ چور نہ رہے تمہیں کشتی مبارک رہے ہمیں ہمارا اللہ پہونچا دیگا اور دیکھئے

تا کرا باشد الخ۔ یعنی تاکہ کسکو خسارہ ہو اس فرق سے میں حق تعالے کے ساتھ ہوا اور خلق سے علیحدہ ہو کر خوش ہوں دیکھیں کو نقصان ہے

نے مرا الخ۔ یعنی نہ وہ مجھے تہمت چوری کی رکھے اور نہ وہ مجھے رسوا کرے جب اوس کی یہ حالت دیکھی اور اوسکی باتیں سنیں تو اہل کشتی بہت گھبرائے اور بولے کہ۔

بانگ کردالخ۔ یعنی اہل کشتی نے آواز کی کہ اے بزرگ تجھے یہ عالی مقام کس وجہ سے ملا ہے۔ تو اس بزرگ نے بطریق استہزا یہ کہا کہ

گفت الخ۔ یعنی اوسنے کہا کہ فقیر پر تہمت لگانے کی وجہ سے اور چیز حقیر کی وجہ سے حق آزاری کرنے سے مطلب یہ کہ جسطرح کہ تم ستاتے ہو چونکہ میں نے بھی اسیطرح فقیر ونکو ستایا ہے۔ لہذا مجھے یہ مرتبہ نصیب ہوا یہ تو بطور استہزا کے کہا تھا چونکہ اس سے شبہ ہوتا تھا کہ شاید کوئی کم فہم اسی کو سبب اصلی سمجھ جاوے تو اس کا ازالہ فرماتے ہیں کہ

حاش للہ۔ الخ۔ یعنی حاش للہ بلکہ حضرات کی تعظیم کی وجہ سے کہ نہیں تھا میں فقیروں پر بدگمان۔ مطلب یہ کہ میں نے جو کہا ہے کہ تہمت وغیرہ کی وجہ سے یہ مرتبہ ملا ہے تو حاش للہ کہیں اس سے تھوڑا ہی ملا ہے بلکہ ان حضرات کی خدمت کرنے سے یہ مرتبہ حاصل ہوا ہے۔

آن فقیران الخ۔ یعنی وہ فقیر کہ جو لطیف اور خوش نفس ہیں اور جنکی تعظیم کے لیے سورۂ عبس آئی ہے یعنی اون حضرات کی خدمت کی ہے کہ جنکی وہ شان تھی کہ اونکی ذراسی دل آزاری سے حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم جیسے محبوب سے بازپرس ہو گئی۔ اور سورہ عبس نازل ہوئی۔

آن فقیری۔ یعنی وہ فقیر اس ہیچا ہیچ دنیاوی کے لیے نہیں ہے بلکہ اس لیے کہ بجز حق کے اور کوئی نہیں ہے مطلب یہ کہ وہ حضرات اس لیے نہیں ہیں کہ دنیا کے لیے فقیر نہیں بلکہ وہ تو اس لیے ہیں کہ درجہ فنا حاصل کریں۔

متہم چون الخ یعنی اون حضرات کو میں متہم کس طرح کروں۔ کہ حق تعالے نے تو اونکو ساتوں زمین کے خزانوں کا امین بنایا ہے پھر اونکو کس طرح متہم کر سکتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ۔

متہم الخ۔ یعنی متہم تو نفس ہے نہ کہ عقل شریف اور متہم حس ہے نہ نور لطیف۔ مطلب یہ کہ تہمت تو ان حواس ظاہری پر ہی ہوا کرتی ہو کہ ان سے افعال سرزد ہوتے ہیں تو تہمت لگتی ہے مگر عقل پر تو تہمت نہیں لگ سکتی

توجب یہ حضرات ان حواس کے مقتضیات سے خارج ہوگئے ہین تو پھر ان پر تہمت کسطرح لگ سکتی ہی۔
نفس سوفسطائی الخ۔ یعنی نفس سوفسطائی ہے تو اوسکو خوب پیٹو کیونکہ اوسکو مارنا سزاوار ہے نہ دلیل کہنا۔ مطلب یہ کہ فسطائی جو فرقہ ہے وہ کہتا ہے کہ جسقدر اشیا ہین یہ سب خیال و وہم ہے اور حقیقۃً اشیا کچھ نہین ہی تو کتب کلامیہ مین لکھا ہے کہ ان سے دلائل وغیرہ سے بحث نہ کرے بلکہ انکو پکڑ کر پیٹے اور جب چلاوے تو کہے کہ مار تو ایک وہمی اور خیالی شے ہے پھر اس سے اسقدر کرب کیون ہے تم خیال کرو کہ چوٹ نہین لگتی تو جب یہ فرقہ مانتا ہے اسی طرح نفس کی بھی حالت ہے کہ اوس کے آگے اگر دلائل قائم کرو تو کبھی نہ مانے گا بس اسکا علاج سرزنش ہی کہ اسکو خوب پیٹا جاوے تب یہ درست ہوسکتا ہے آگے اس سوفسطائی کے انکار حقیقت کے کچھ نظائر فرماتے ہین کہ
معجزہ بیند الخ۔ یعنی معجزہ دیکھتا ہے تو اُس وقت تو منور ہوجاتا ہے بعد اوس کے کہتا ہے کہ وہ ایک خیال تھا یعنی جبکہ معجزہ کو ایک نئی بات دیکھتا ہے تو اوسکو کچھ نور اور سرور وغیرہ پیدا ہوتا ہے مگر پھر جب وہ حالت فرو ہوتی ہے تو کہتا ہے کہ ایک خیال تھا اور کچھ بھی نہین اور کہتا ہی کہ۔
در حقیقت الخ۔ یعنی اور اگر حقیقت ہوتا وہ عجیب شے کا دیکھنا تو رات دن آنکھ مین مقیم رہتا۔ مطلب یہ کہ کہتا ہی کہ یہ معجزہ ایک خیال تھا ورنہ اگر کوئی شے حقیقت مین ہوتی تو اوسکو بقا ہوتا اور اب بھی اوسیطرح ہماری نگاہ مین قائم ہوتی اور یہ اس لیے کہ معجزات اکثر تو وقتی ہی ہوتے ہین کہ جب طلب کئے گئے ظاہر ہوئے پھر ختم۔ جیسے کہ مثلاً شق القمر کہ جب طلب کیا گیا اس وقت دو ٹکڑے ہوگئے۔ مگر پھر مل گئے۔ تو سوفسطائی کہتے ہین کہ اگر حقیقت مین دو ٹکڑے ہوئے تھے تو وہ اسی طرح قائم رہتے۔ پھر ملجانے سے اور اصلی حالت پر ہوجانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک وہم وخیال تھا کہ اس وقت ایسے معلوم ہوگیا پھر اصلی حالت پہ عود کر آیا اس کا جواب مولانا فرماتے ہین کہ
آن مقیم الخ۔ یعنی وہ پاک لوگون کی آنکھ مین مقیم ہوتی ہے نہ کہ چشم حیوانی کے قرین ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ تمھارا کہنا کہ وہ اگر حقیقت ہوتی تو آنکھ مین اسی طرح مقیم رہتی بالکل صحیح بلکہ اصح ہے مگر جناب کیا آپ اپنی آنکھ مرادے ہوئے ہین اندھے چوندھے اگر کہو کہ ہان تب تو بے شک آپ ہی کا قول سچ ہی کہ خیال ہی مگر جناب یہ تو آنکھ اندھی ہے اسکا اعتبار ہی کیا ہی جو حضرات کہ پاک ہین اور جو کہ حواس باطنی سے ادراک کرتے ہین اونکے سامنے چونکہ حقائق اشیا منکشف ہوتی ہین اس لیے وہان اوسی طرح وہ معجزہ وغیرہ سب بحالہا قائم رہتا ہے آگے اسکی وجہ فرماتے ہین کہ
کان عجب الخ۔ یعنی اس لیے کہ وہ عجب شے اس حس سے عار اور ننگ رکھتی ہی۔ تو بھلا مور کنوین تنگ مین کب رہ سکتا ہی مطلب یہ کہ وہ تمھاری آنکھ مین جو قیام پذیر نہین ہوتین اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمھارے پاس آنے سے شرم رکھتی ہین اور اونکو عار آتی ہی کہ وہ تمھاری نگاہ مین مقیم رہین اور اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی کنوین تنگ وتاریک مین کوئی مور کو جو میدان کا رقص کرنے والا ہے بند کرنے لگے تو ظاہر ہے کہ اوسکا دل گھبراوے گا تو اسی طرح اس معجزہ وغیرہ کو تمھارے اس تنگ وتاریک قلب مین پریشانی ہوتی ہی۔ خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہین کہ
تا نگوئی الخ۔ یعنی تم کہین مجھے بسیار گو نہ کہنے لگو تو مین سو مین سے ایک کہتا ہون اور وہ بھی بال کے برابر۔ مطلب یہ کہ مین نے جو یہ اسرار حقائق بیان کیے ہین ان سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ مین بسیار گو ہون اس لیے کہ مین نے تو بہت ہی کم بیان کیا ہے۔ گویا کہ سو مین سے ایک حصہ تو پھر مین بسیار گو کہان ہون۔ آگے ایک حکایت لاتے ہین کہ

ایک شیخ کے مریدون نے ایک مرید کی شکایت کی کہ یہ کھاتا اور سوتا اور بولتا بہت ہے۔ تو اُس شیخ نے کہا کہ بھائی ہر چیز اوسط سے کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ خیر الامور اوسطہا۔ تو مرید نے کہا کہ حضرت اوسط سب کا مختلف ہوتا ہے جو بہت بولتا ہو وہ کم کردے تو وہ اوسکا وسط ہے اور جو کم بولتا ہو وہ اگر خاموش رہے تو وہ اوسکا اوسط ہے علیٰ ہذا تو اسیطرح مولانا فرماتے ہین کہ وہ اسرار تو بہت ہین انہین اتنا بیان کردینا یہ اوسط ہی ہی اور یہ بسیار گوئی نہین ہے آگے اوس شیخ اور مرید کی حکایت کو بیان فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

صوفیان بر صوفیے شنعت زدند
پیش شیخ خانقاہے آمدند

شیخ را گفتند داد جان ما
تو ازین صوفی بجو اے پیشوا

گفت آخر چہ گلا است اے صوفیان
گفت این صوفی سہ خو دارد گران

در سخن بسیار گو ہمچو جرس
در خورش افزون خورد از بست کس

ور بخسپد ہست چون اصحاب کہف
صوفیان کردند پیش شیخ زحف

شیخ رو آورد سوئے آن فقیر
کہ ز ہر حالیکہ ہست اوساط گیر

در خبر خیر الامور اوساطہا
نافع آمد ز اعتدال اخلاطہا

گر یکے خلطے فزون شد از عرض
در تن مردم پدید آید مرض

بر قرین خویش مفزا در صفت
کان فراق آرد یقین در عاقبت

نطق موسیٰ بود با اندازہ لیک
ہم فزون آمد ز گفت یار نیک

آن فزونی با خضر آمد شقاق
گفت رو تو مکثری ہذا فراق

موسیا بسیار گوئی دور گرد
چند گوئی رو و ہمال آمد بسر

موسیا بسیار گوئی خیز و رو
ورنہ با من گنگ باش و کور شو

ورنہ رفتی در ستیزہ شستہ
تو بمعنی رفتہ و بگسستہ

چون حدث کردی تو ناگہ در نماز
گویدت سوئے طہارت رو بتاز

ورنہ رفتی خشک جنبان می شوی
خود نمازت رفت بنشین ای غوی

رو بر آنہا کہ ہم جفت تواند
عاشقان و تشنۂ گفت تواند

پاسبان بر خوذ بنا کان بر فزود
ماہیان را پاسبان حاجت نبود

جامہ پوشان را نظر بر گازر است
جامہ عریان را تجلی زیور است

یا ز عریانان بیک سو باز رو
یا چو ایشان فارغ از تن جامہ شو

ورنہ میتانی کہ کل عریان شوی
جامہ کم کن تا رہ اوسط روی

چند صوفی ایک شیخ خانقاہ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور ایک صوفی کی برائی کی اور کہا کہ حضور آپ

ہماری جان غضب مین ڈال رکھی ہو آپ اس سے ہمارا انصاف کیجیے۔ اسنے کہا کہ آخر شکایت کیا ہو۔ اونھون نے
کہا کہ اس کے اندر تین خصلتین بہت ناگوار ہین اول یہ کہ باتین بہت کرتا ہے جیسے ٹال کہ ہر وقت بجتی رہتی ہو
دوسری یہ کہ بیس آدمیون سے زیادہ کھاتا ہو۔ تیسرے یہ کہ جب سوتا ہے تو معلوم ہوتا ہو کہ اصحاب کہف مین سے
ہو غرض کہ صوفیون نے شیخ کے سامنے اوسکی خوب مخالفت کی شیخ اوس فقیر کیطرف متوجہ ہوا۔ اور کہا کہ بھائی
ہر حالت مین اعتدال اور توسط کالحاظ رکھنا چاہئے۔ حدیث مین خیر الامور اوسطہا وارد ہے۔ اور اخلاط بھی اوسی
وقت نافع ہوتی ہین جبکہ اون مین اعتدال ہو۔ اگر کسی عارض سے کسی خلط کا غلبہ ہو جاتا ہو تو آدمی کے
جسم مین مرض پیدا ہو جاتا ہو۔ پس تم کو اپنے مقارن اور مصاحب لوگون سے صفت مین بڑھنا نہ چاہئے۔ جس طرح
کہ ایک خلط دوسری خلط مقارن پر نہین بڑھتی۔ اس لئے کہ ایسا کرنے کا نتیجہ مفارقت ہوتا ہے دیکھو
موسے علیہ السلام کی گویائی فی نفسہا اندازہ کے مطابق تھی مگر حضرت خضر کی گفتگو سے زیادہ تھی۔ اس لیے وہ زیادتی
حضرت خضر کے ساتھ مخالفت کا سبب بن گئی۔ اونھون نے کہدیا کہ آپ بولتے بہت ہین میری اور آپ کی
بن نہین سکتی آپ تشریف لیجائیے۔ اے موسے آپ بسیار گو ہین مجھے چھوڑیئے بس اب کب تک گفتگو کیجیے گا۔
جائیے مدت وصال ختم ہو چکی۔ اے موسے آپ بہت بولتے ہین مجھسے علیحدہ ہو جائیے اگر مجھسے میل رکھنا
ہے تو آپ اپنے کو ایسا بنائیے جیسا کہ آپ نہ بول سکتے ہین۔ اور نہ دیکھ سکتے ہین کیونکہ آپ کی گفتگو کا منشا
نظر ہے پس جب ایک واقعہ کو دیکھکر آپ اپنے کو ایسا بنائین گے جیسا کہ دیکھا ہی نہین تو اعتراض بھی نہ کرین
گے۔ اور جب اعتراض نہ کرینگے تو مثل گونگے کے ہون گے۔ خلاصہ یہ کہ خاموش رہئے اور اگر آپ بولتے
جائینگے اور تشریف نہ لیجائین گے تو آپ کا یہان رہنا حقیقۃً بے سود ہوگا۔ اور ایسا ہوگا جیسا کہ آپ کو مجھسے
کوئی تعلق ہی نہین لہذا آپ وہین تشریف لیجائیے جہان آپ کے میل کے لوگ ہین اور جو آپ کی گفتگو کے شایق
اور قدردان ہین۔ آگے مولانا حضرت خضر کے اس ارشاد کی وجہ بتلاتے ہین۔ در برفتی ور نستیزہ شستہ الخ
حاصل وجہ یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ اذا فات الشرط فات المشروط اور افادہ واستفادہ کے لیے صحبت کافی
نہین بلکہ اس کے لیے مناسبت شرط ہے اور جب مناسبت نہ ہوگی بلکہ مخالفت ہوگی تو افادہ واستفادہ نہین ہو سکتا
اس لیے کہ شرط مفقود ہے پس صحبت بے سود ہے۔ نماز کے لیے وضو شرط ہے لیکن جب نماز کے اندر حدث ہو جائے
تو کہا جاوے گا کہ جاؤ وضو کرو اگر وضو نہ کروگے اور نماز جاری رکھوگے تو نماز نہوگی بلکہ حرکات لایعنی ہون گے
لہذا جب نماز نہوئی تو بیٹھ جانا چاہیے حرکات لایعنی سے کیا نتیجہ پس یونہی جب مقصود صحبت افادہ و
استفادہ بوجہ فقدان شرط کے ممکن نہو۔ تو الگ ہو جانا چاہئے صحبت مین رہنے سے۔ بہرا دینا تو مقصود
نہین کیونکہ یا سبانکا اضافہ سونے والون پر ہوتا ہے۔ مچھلیون کو بہرہ دالے کی ضرورت نہین خلاصہ یہ کہ میل
کے لیے مناسبت کی ضرورت ہے۔ مثلاً جو کپڑے پہنتے ہین وہی دھوبی پر نظر رکھتے ہین۔ اور جو ننگ مین لباس
دنیا سے انکار زیور تجلی حق سبحانہ ہے پس دو صورتین ہین انہین سے جو صورت منظور ہو اوسکو اختیار کر لیا
جاوے۔ یا تو ننگون سے الگ ہو جانا چاہئے یا خود بھی انکے ساتھ ننگا ہو جانا چاہیے۔ اور بالکل ننگا نہ ہو سکے
تو کپڑے کم ہی کر دینے چاہیین۔ تاکہ توسط کی حالت پیدا ہو جاوے۔ الحاصل اگر مناسبت پیدا نہین کر سکتے

الگ ہو جاؤ۔ اور اگر مناسبت پیدا کر سکتے ہو۔ پوری یا کسیقدر تو مناسبت پیدا کرو۔

شیخ کے سامنے صوفیون کا طعن اوس صوفی پر جو کہ بسیار گو تھا

شرح شبیری - صوفیان الخ۔ صوفیون نے ایک صوفی پر طعن کیا اور خانقاہ کے شیخ کے آگے آئے۔
شیخ را گفتند الخ۔ یعنی سب نے شیخ سے کہا کہ اے ہمارے پیشوا آپ اس سے ہمارا انصاف کر دیجیے۔
گفت الخ۔ یعنی شیخ نے کہا کہ اے صوفیو آخر کیا شکایت ہے تو اس طاعن نے کہا کہ یہ صوفی تین خصلتین بڑی گران رکھتا ہے
در سخن الخ۔ یعنی بات کرنے مین تو گھنٹہ کی طرح بسیار گو ہے اور کھانے مین بیس آدمیون سے زیادہ کھا جاوے۔
ور بخسپد الخ۔ یعنی اور اگر سوتا ہے تو اصحاب کہف کی طرح سوتا ہے صوفیون نے شیخ کے سامنے اوس کو سبک کیا۔ مطلب یہ کہ سب نے کہا یہ سوتا اور کھاتا اور بولتا بہت ہے اس لیے سب کو پریشانی ہوتی ہے لہذا اسکو منع کیا جاوے
شیخ رو الخ۔ یعنی شیخ نے اوس فقیر کیطرف توجہ کی کہ میان جو چیز بھی ہو اوسمین سے اوسط کو لے لو۔ افراط و تفریط ٹھیک نہین ہے
در خبر الخ۔ یعنی حدیث مین خیر الامور اوسطہا ہے اور (افراط تفریط) اعتدال اخلاط کو مانع ہے۔ لہذا چاہیئے کہ اوسط ہی پر رہے۔
گر یکے الخ۔ یعنی اگر ایک خلط کسی عارض سے زیادہ ہو جاوے تو آدمی کے بدن مین مرض پیدا ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ جسطرح کہ اخلاط ظاہری افراط و تفریط سے امراض پیدا ہوتے ہین اسی طرح حواس باطنی مین بھی افراط و تفریط سے امراض پیدا ہوتے ہین لہذا یاد رکھو کہ افراط و تفریط سے ہمیشہ پرہیز کرو۔
بر قرین الخ۔ یعنی اپنے ساتھی پر صفت مین زیادتی مت کرو۔ اس لیے کہ یہ انجام کار فراق لاتا ہے صفت سے مراد یہ صفت کلام وغیرہ یعنی ان صفات مین اوس سے مت بڑھو۔ جتنا وہ ہو اسی قدر تم بھی رکھو ورنہ اسکا انجام جدائی ہے آگے اس افراط سے فراق کی ایک نظیر پیش فرماتے ہین کہ۔
نطق موسے الخ۔ یعنی موسے علیہ السلام کی گفتگو اندازہ سے ہی تھی مگر اون یار نیک کے کہنے سے زیادہ ہی تھی۔ سبحان اللہ مولانا نے مصرعہ اول مین ادب موسے علیہ السلام کا کسقدر لحاظ رکھا ہے۔ اگر ویسے ہی فرما دیتے تو گویا موسے علیہ السلام بسیار گو ہوتے اب فرماتے ہین کہ وہ اگرچہ اندازہ مناسب سے بول رہے تھے مگر پھر بھی خضر علیہ السلام کی حالت سے وہ بھی زیادہ تھا۔
آن فزونی الخ۔ یعنی وہ زیادتی خضر علیہ السلام کو شاق ہوئی تو انھون نے کہدیا کہ اے موسے تم بہت بولنے والے ہو لہذا اب فراق ہے اور یہ کہا جسکی روایت بالمعنی یہ ہے کہ۔
موسیا الخ۔ یعنی اے موسے تم بسیار گو ہو لہذا جاؤ اور کب بولوگے وصل تو ختم ہو گیا۔
موسیا الخ۔ یعنی اے موسے تم بسیار گو ہو تو الگ ہو جاؤ ورنہ میرے ساتھ کور و کر رہو۔ اگر کوئی منکر دیکھو اور سنو تو بولو ہی مت گویا کہ تمنے نہ دیکھا نہ سنا۔
ورنہ الخ۔ یعنی اور اگر تم نہ گئے اور ضد کی وجہ سے بیٹھے ہی رہے تو معنیً تو چلے گئے ہو اور قطع تعلق کر چکے ہو۔ مطلب یہ کہ اگر ظاہر مین تم نہ گئے اور یہین دھرے رہے تو کیا ہے دل سے فراق ہو چکا ہے تم نہ جاؤ گے

تاہم جیل دینگے اور پھر فیض تو نہین ہوسکتا اسی طرح اگر شیخ ناراض ہو تو اگرچہ قرب ظاہری ہو مگر پھر بھی دل سے تو دوری ہو لہذا گویا کہ دور ہی ہو کہ فیض حاصل نہین ہو سکتا۔ خوب سمجھ لو اور فرماتے ہین کہ۔

رو برآنہا الخ۔ یعنی اون کے پاس جاؤ جو کہ تمھارے ساتھی ہین اور تمھاری گفتگو کے عاشق اور ربابسے ہین مطلب یہ کہ شیخ کے سامنے یا اپنے برابر والون کے سامنے بولنا بے ادبی ہے ہان جو کہ تمھاری گفتگو کے طالب ہین اونکے پاس جاؤ مگر یہان مت بولو آگے اس بظاہر پاس رہنے اور دل سے دور ہونے کی مثال ہے کہ۔

چون الخ۔ یعنی اگر تمکو نماز مین اتفاقاً حدث ہوگیا تو وہ نماز بزبان حال تم سے کہہ رہی ہے کہ پاکی کی طرف دوڑ۔ یعنی وضو کرے گویا کہ وہ نماز یہ کہہ رہی ہے۔

ور نہ رفتی الخ۔ یعنی اور اگر تو نہ گیا تو سوکھا ہنستا رہیگا اس لیے کہ خود تیری نماز چلی گئی اسے سرکش مطلب یہ کہ اگر تم نہ بھی گئے اور وضو نہ کیا تو کیا ہوا نماز چلی جاوے گی اسیطرح جبکہ شیخ ناراض ہے تو اگر تم نہ گئے تو وہ تو جا چکا اور تم سے قطع تعلق کرچکا ہے آگے اور مثال ہے کہ۔

پاسبان الخ۔ یعنی پاسبان نے سونے والون پر احسان زیادہ کیا۔ مگر مچھلیون کو پاسبان کی کیا حاجت ہے اسیطرح جن لوگون کو اس تلقین و تربیت کی حاجت ہو اون کے سامنے تو اس قسم کی باتین کرنا مناسب ہین مگر جہان ضرورت نہو وہان کہان مناسب ہے کہ ایسی باتین کیجادین۔

جامہ پوشان الخ۔ یعنی کپڑے پہننے والون کی نظر دھوبی پر ہے اور جو جامہ عریان ہے اوسکا زیور تجلی ہو مطلب یہ کہ جو کہ اس دنیا کے تعلقات مین پھنسے ہوئے ہین وہ تو محتاج ہین کہ کوئی اونکے قلب کی صفائی کرے اور جو ان سے خارج ہین اون کے لیے تو انوار خداہی زیور ہین اور وہ اوسمین مگن ہین۔

یا ز عریانان الخ۔ یعنی یا تو برہنہ لوگون سے ایک طرف ہوکر چلو اور یا اون کی طرح تم بھی جامۂ تن سے فارغ ہوجاؤ۔ اور سب تعلقات دنیویہ کو ترک کردو اور یا اونکے پاس مت پھٹکو ۔ یا مکن با پیلبانان دوستی + یا بنا کن خانہ بر انداز پیل۔

ور نمی تانی کہ الخ یعنی اگر تم بالکل عریان نہین ہوسکتے تو کپڑے کم کردو۔ تاکہ راہ اوسط پر چلنے لگو مطلب یہ کہ اگر تعلقات دنیویہ کو بالکل نہین ترک کرسکتے تو خیر کم ہی کردو۔ اسمین افراط و تفریط سے بچکر رہ وسط پر آجاؤ کہ خیر الامور اوسطہا ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آگے اس مرید نے جو جواب شیخ کو دیا اوسکو بیان فرماتے ہین

شرح حبیبی

پس فقیر آن شیخ را احوال گفت
عذر را با آن غرامت کرد جفت

ہر سوال شیخ را داد او جواب
چو جوابات خضر خوب و صواب

آن جوابات و سوالات کلیم
کش خضر بنمود از رب علیم

گشت مشکلہاش حل و افزون زیاد
از پی ہر مشکلش مفتاح داد

از خضر درویش ہم میراث داشت
در جواب شیخ ہمت برگماشت

گفت راہ اوسط ارچہ حکمت است
لیک اوسط نیز ہم بانسبت است

آب جو نسبت با شتر ہست کم ؛ لیک باشد موش را آن ہمچو یم

ہر کرا باشد وظیفہ چار نان ؛ دو خورد یا سہ خورد ہست اوسط آن

ور خورد ہر چار دور از اوسط است ؛ او اسیر حرص مانند بط است

ہر کہ او را اشتہا دہ نان بود ؛ شش خورد میدان کہ اوسط آن بود

چون مرا پنجاہ نان ہست اشتہی ؛ مر ترا شش گردہ ہم دستیم نے

تو بدہ رکعت نماز آئی ملول ؛ من بپانصد در نیایم در نحول

آن یکے تا کعبہ حافی میرود ؛ وین یکے تا مسجد از خود میشود

آن یکے در پاکبازی جان بداد ؛ وان دگر جان کند تا یک نان بداد

این وسط در بانہایت میرود ؛ کہ مر او را اول و آخر بود

اول و آخر بباید تا در ان ؛ در تصور گنجد اوسط یا میان

بے نہایت چون ندارد دو طرف ؛ کے بود او را میانہ منصرف

اول و آخر نشانش کس نداد ؛ گفت لو کان لہ البحر المداد

ہفت دریا گر شود کلی مدید ؛ نیست مر پایان شدن را ہیچ امید

باغ و بیشہ گر بود یکسر قلم ؛ زین سخن ہرگز نگردد ہیچ کم

آن ہمہ حبر و قلم فانی شود ؛ وین حدیث بے عدد باقی بود

حالتے من خواب را ماند گہے ؛ خواب پندارد مر او را گمرہے

چشم من خفتہ دلم بیدار دان ؛ شکل بیکار مرا بر کار دان

گفت پیغمبر کہ عینای تنام ؛ لا ینام القلب عن رب الانام

گفت پیغمبر کہ خسپد چشم من ؛ لیک کے خسپد دلم اندر وسن

چشم تو بیدار و دل رفتہ بخواب ؛ چشم من خفتہ دلم در فتح باب

مر دلم را پنج حس دیگر است ؛ حس دل را ہر دو عالم منظر است

جب شیخ نصیحت فرما چکے تو اس فقیر نے حالت بیان کی اور اس الزام کے ساتھ عذر کو ملایا۔ اور شیخ کے ہر سوال کا جواب ایسا نفیس اور عمدہ دیا جیسا جواب خضر تھا جواب خضر سے وہ جوابات مراد ہیں جو انہوں نے حق سبحانہ کی طرف سے موسی علیہ السلام کے سوالات پر دیے تھے اور جن سے خوب اچھی طرح ان کی مشکلیں حل ہو گئی تھیں اور جنکو ظاہر کر کے حضرت خضر نے حضرت موسے علیہ السلام کو ہر مشکل کی کنجی عطا کر دی تھی اس فقیر کو بھی حضرت خضر علیہ السلام کی یہ میراث عطا ہوئی تھی۔ اس لیے وہ شیخ کے جواب پر کمر بستہ ہوا۔ اور کہا کہ یہ مسلم ہے کہ میانہ روی ایک معقول بات ہے لیکن اوسط کوئی معین مخصوص شے نہیں بلکہ وہ ایک امر نسبی و اضافی ہے جسکی تعیین طرفین سے ہو سکتی ہے اور چونکہ اطراف مختلف ہیں لہذا اوساط بھی مختلف ہوں گے مثلاً ندی کا پانی اونٹ کے لیے اوسط ہے لیکن چوہے کے لیے سمندر۔ علی ہذا جسکی خوراک چار روٹیوں کی ہو تو اوس کے لیے دو تین اوسط ہیں یہ شخص اگر چار دن

کھانے گا تو کھا جاوے گا کہ وہ بط کی طرح حریص ہے لیکن جسکی بھوک دس روٹیون کی ہو اگر وہ چھ بھی کھاے تب بھی اوس کے لیے اوسط ہی جب یہ مقدمہ ممہد ہوگیا تو اب مین کہتا ہون کہ فرض کرو کہ میری خوراک تو پچاس روٹیان ہین اور آپکی چھ مین تو کیا ہم دونون برابر ہین ہرگز نہین نیز فرض کرو کہ آپ تو دس رکعتون سے گھبرا جاتے ہین اور مین پانسو سے بھی نہین تھکتا پھر ہم دونون یکسان کیونکر ہو سکتے ہین۔ علی ہذا ایک شخص بیدل خانہ کعبہ جاتا ہی دوسرا مسجد تک جاکر حواس باختہ ہو جاتا ہی ایک شخص پاکبازی مین جان تک دیدیتا ہے۔ ایک شخص مرکھپ کر ایک روٹی دیتا ہے بھلا یہ دونون برابر کیسے ہو سکتے ہین اور انکا اوسط برابر کیونکر نکل سکتا ہے۔ یہ جواب تو کھانے کے متعلق تھا اب مین کلام کے متعلق کہتا ہون۔ کہ مین اس مین اوسط کا لحاظ رکھ ہی نہین سکتا۔ کیونکہ یہان اوسط ہی نہین نکل سکتا۔ اوسط اشیاء متناہیہ مین نکلتا ہی جس کے لئے ابتدا و انتہا ہو کیونکہ اوسط کے متحقق ہونے کے لیے ضرورت ہو کہ اول و آخر متحقق ہون اور جو غیر متناہی ہے اس لئے دو طرفین ہی نہین رکھتا۔ اوسکے لیے اوسط کیونکر نکل سکتا ہی۔ جو مرجع بن سکے اور حق سبحانہ کے اوصاف کے اول و آخر کا پتا نہین تبلا سکتا کیونکہ حق سبحانہ خود فرماتے ہین قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی و لو جئنا بمثلہ مددا۔ یعنی اگر ساتون سمندر رب کے سب سیاہی بنجائین تب بھی اوس کے اوصاف کے ختم ہونے کی کوئی امید نہین نیز فرماتے ہین کہ جنگل کے تمام باغ بالکل قلم بنجائین تو اس گفتگو مین کمی نہین آسکتی۔ یہ سیاہی اور یہ قلم سب فنا ہو جائینگے لیکن یہ بے نہایت گفتگو ہنوز باقی ہوگی جب کثرت کلام کا جواب بھی ہو گیا تو اب مین سونے کا جواب دیتا ہون۔ بات یہ ہی کہ کبھی مجھپر ایک حالت طاری ہوتی ہے اور وہ سونے کے مشابہ ہوتی ہے لیکن واقع مین نیند نہین ہوتی۔ اوسکو ناواقف نیند سمجھ لیتا ہے پس آنکھ کو جو بظاہر سوئی معلوم ہوتی ہے حقیقت مین بیدار سمجھنا چاہیے اور بیکاری کی شکل کو مشغولے کار سمجھنا چاہئے اس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ میری آنکھین سوتی ہین لیکن دل حق سبحانہ سے غافل نہین ہوتا مگر میری حالت مین اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت مین فرق یہ ہی کہ وہان نوم حقیقی مین یہ حالت ہوتی ہے اور یہان نوم صوری مین پس اے معترض تو مجھپر کثرت نوم سے کیا اعتراض کرتا ہی تو خود اس بلا مین مبتلا ہے کیونکہ تو تیری آنکھ جاگتی ہے مگر دل سوتا ہے اور میری آنکھ ظاہر سوتی ہے مگر میرے دل کا دروازہ کھلا ہوا ہے جس سے مین مشاہدہ حق سبحانہ اور تلقی فیوض مین مصروف ہون۔ کیونکہ علاوہ حس ظاہر کے ہمارے لیے پانچ حواس اور بھی ہین جنکا تعلق قلب سے ہی جب میرے حواس ظاہری تجھے معطل نظر آتے ہین تو مین اون حواس سے کام لیتا ہون۔ غرض کہ میرے حواس ہر دو عالم کا نظارہ کرتے ہین حواس ظاہر عالم ناسوت اور حواس باطنہ عالم غیب کا اور تیرے لیے صرف وہی حواس ہین جنسے تو عالم ناسوت کا نظارہ کرتا ہے۔

اس فقیر کا شیخ خانقاہ سے اپنا عذر بیان کرنا

شرح شبیری پس الخ۔ یعنی پس فقیر نے شیخ سے احوال کہا اور عذر کو اوس بازپرس سے ملا دیا۔ غرامت کے معنی لغوی تاوان کے ہین مگر بازپرس کو غرامت اسلیے کہا کہ تاوان مین بھی ایک بازپرس اور مؤنت ہوتی ہی مطلب یہ کہ اونکی بازپرس پر عذر بیان

کردیا جس کا تفصیلاً ذکر آگے آتا ہے۔
ہر سوال الخ۔ یعنی شیخ کے ہر سوال کا جواب خضر علیہ السلام کی طرح اچھا اور ٹھیک دیا۔ چونکہ اوپر بھی خضرؑ اور موسےؑ سے تشبیہ دے چکے ہین اوسی بنا پر یہان بھی کہدیا۔
آن جوابات الخ۔ یعنی وہ سوالات کلیم علیہ السلام کے جواب جنھین کہ موسے علیہ السلام کو خضر علیہ السلام نے رب علیم سے دکھلائے مطلب یہ کہ یہ جوابات مرید جو مشابہ جواب خضر کے تھے تو اون اجوبہ کے جنکو حق تعالے کے الہام سے حضرت خضرؑ نے موسےؑ علیہ السلام کو بتلائے تھے۔ اور اونکا اثر یہ ہوا کہ۔
گشت مشکلهاش الخ۔ یعنی اونکی مشکلین بالکل حل ہوگئین اور اونکو ہر مشکل کے لیے ایک کنجی دی کہ جس سے وہ ساری مشکلین حل ہوتی گئین اور وہ کنجیان جوابات شافی ہین آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔
از خضر الخ۔ یعنی خضر علیہ السلام سے اس درویش نے بھی میراث پائی تھی تو شیخ کے جواب دینے مین ہمت کو مقرر کیا۔ یعنی ہمت سے کام لیا اور خوب درست اور شافی جوابات دئے آگے اوس نقیر کے عذر کی تفصیل فرماتے ہین کہ۔
گفت الخ۔ یعنی نقیر نے کہا کہ راہ اوسط اگرچہ حکمت ہے لیکن اوسط بھی نسبت سے ہے مطلب یہ کہ یہ تو درست ہے کہ اوسط اچھی چیز ہے مگر اوسط تو مختلف ہوتا ہے یہ تو ایک امر نسبی ہے پھر جب ہر شخص کا اوسط الگ ہے تو کیا خبر کہ میرے سارے کام اوسط سے ہوتے ہون اور تم کو زیادہ معلوم ہوتے ہون۔ آگے فرق بین الاشیاء بتلاتے ہین کہ ایک ہی شئے ایک کے لیے تو کم اور دوسرے کو زیادہ۔
آب جو نسبت الخ۔ یعنی ندی کا پانی اونٹ کی نسبت تو کم ہے لیکن چوہے کے لیے سمندر کے برابر ہے۔
ہر کرا باشد الخ۔ یعنی جسکی خوراک کہ چار روٹی ہو وہ دو یا تین کھائے تو یہ اوس کا اوسط ہے۔
ور خورد الخ۔ یعنی اور اگر وہ چارون کھائے تو اوسط سے دور ہے اور یہ شخص بط کیطرح اسیر حرص ہی چونکہ بط دن بھر کچھ نہ کچھ کھاتی ہی رہتی ہے لہذا اوس سے تشبیہ دے دی۔
ہر کرا ورا الخ۔ یعنی اور جسکی خوراک دس روٹی کی ہو وہ چھ کھا دے تو جان لو کہ اوسکا اوسط ہے۔
چون مرا الخ۔ یعنی اور جبکہ میری بھوک پچاس روٹی کی ہے اور تیری چھ روٹی کی تو کیا دونون برابر ہین ہرگز نہین بات یہ ہے کہ یہ گفتگو ہو تو رہی ہے شیخ کے سامنے مگر مخاطب اس صوفی کا وہ معترض ہی ہے۔ تو مر ترا ایشش گرد اور دوسرے خطابات مین اوسی کو مخاطب کہا جاوے تو مناسب ہے مطلب یہ ہو گیا کہ تو جو اپنے اوسط پر مجھے قیاس کر رہا ہے تو مین پچاس کھاؤن اور تو پانچ تو بھلا میرا تیرا اوسط برابر کسطرح ہو گا۔ میرا اور ہو گا اور تیرا اور ہو گا۔
تو بدہ رکعت الخ۔ یعنی تو تو دس ہی رکعت نماز مین ملول ہو جاتا ہے اور مین پانسو مین بھی ضعیف نہین ہوتا مطلب یہ کہ جسطرح میرا تیرا کھانا برابر نہین ہو اسی طرح کام بھی برابر نہین ہو جیسا مین کھاتا ہون ویسا ہی کام بھی تو کرتا ہون پھر برابر کیسے ہوئے آگے مثالین ہین کہ۔
آن یکے الخ۔ یعنی ایک تو کعبہ تک برہنہ پا جاتا ہو۔ اور یہ ایک مسجد تک ہی آپے سے جاتا رہتا ہی۔ تو دونون کب برابر ہونگے
آن یکے الخ۔ یعنی اوس ایک نے تو پاکبازی مین جان دیدی۔ اور دوسرے نے جان کنی کر کے ایک روٹی دی تو بھلا جب یہ برابر نہین ہین تو میرا تیرا کام اور میرا تیرا اوسط خوراک کس طرح برابر ہو سکتا ہو۔ جتنا کھاتے ہین اسیقدر

کام بھی تو کر لیتے ہین یہ جواب تو بسیار خوری کے متعلق تھا آگے بسیار گوئی کے متعلق جواب ہے کہ۔
این وسط الخ۔ یعنی یہ وسط تو نہایت والے مین چلتا ہے کہ جس کے اول و آخر ہو مطلب یہ کہ جو اشیاء کہ متناہی ہین اون مین تو چونکہ ابتدا اور انتہا معلوم ہے لہذا وسط نکل سکتا ہے مگر جو شئے کہ لا تقف عند حد ہو اوس کی ابتدا تو بے شک ہے مگر انتہا ہے ہی نہین لہذا اوسکا وسط کیسے نکل سکتا ہے۔
اول و آخر الخ۔ یعنی اول و آخر چاہئے تاکہ اوسکی بابت تصور مین وسط یا درمیان سما سکے یعنی جہان کہین کہ اول و آخر ہے وہان وسط بھی تصور کر سکتے ہین لیکن۔
بے نہایت الخ۔ یعنی بے نہایت جبکہ دو طرف رکھتا ہی نہین تو اوس کے وسط منصرف (عن الافراط والتفریط) کب ہو سکتا ہے مطلب یہ کہ جو شئے کہ ایسی ہو کہ لا تقف عند حد تو اوسکی ایک طرف تو ہے۔ مگر دو طرف نہین ہے کہ جنکے ذریعہ سے وسط متصور ہو سکے لہذا اوسمین وسط اور درمیان نکل ہی نہین سکتا۔ تو چونکہ میری گفتگو اوس ذات کے اسرار مین ہے کہ جو بے نہایت ہے اور اوس کے اسرار و حقایق بھی لا تقف عند حد ہین تو پھر میری گفتگو کا وسط کسطرح نکل سکتا ہے مین تو جسقدر بھی بیان کرونگا آگے اوس سے بہت زیادہ ہوگا اور اوس کے سامنے یہ کم ہوگا پھر وسط کہان نکلا
اول و آخر الخ۔ یعنی اون اسرار کے اول و آخر کا نشان کسی نے نہین دیا۔ (اور اسی کے بارہ مین) ارشاد ہے کہ لو کان البحر مدادا لکلمات ربی الخ یعنی قرآن شریف مین ہے۔ کہ اگر سمندر روشنائی بنجاوے۔ تب بھی کلمات حق تعالی ختم نہ ہون تو دیکھو جب وہ اسقدر ہین تو پھر مین جسقدر بھی بیان کرونگا وہ تو کم ہی ہونگے اونکی تو یہ حالت ہے کہ
ہفت دریا الخ۔ یعنی سات دریا اگر سارے روشنائی بنجاوین تو بھی ختم ہونے کی کوئی امید نہین ہے۔
باغ و بیشہ الخ۔ یعنی باغ اور جنگل اگر سارے قلم ہو جاوین تب بھی ان کلمات مین سے ہرگز کچھ بھی کم نہون جیسا کہ ارشاد ہے ولو ان مافی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ سبعۃ ابحر الخ کہ اگر سارے درخت قلم اور ساتون دریا روشنائی بنجاوین تب بھی کلمات حق ختم نہ ہون۔ تو جب یہ حالت ہے پھر مین اومین جسقدر بھی گفتگو کرون وہ تو کم ہی ہوگی
این ہمہ الخ۔ یعنی یہ ساری روشنائی اور قلم فانی ہو جاوین اور وہ حدیث بے عدد باقی ہو۔ پھر میرا کلام اس کے بارہ مین کس طرح زیادہ ہو سکتا ہے۔ اور اوسکا وسط کسطرح نکل سکتا ہے یہ جواب بسیار گوئی کا ہو گیا آگے بسیار خوابی کا جواب دیتے ہین
حالت الخ۔ یعنی میری حالت کبھی خواب کے مشابہ ہوتی ہے تو اوسکو بیخبر آدمی خواب سمجھتا ہے اگر میری یہ حالت ہوتی ہے کہ
چشم من الخ۔ یعنی میری آنکھ کو سوتے ہوئے اور میرے دل کو بیدار جانو اور بیکار کی شکل مین مجھے کام پر سمجھو۔ مطلب یہ کہ اگرچہ میری آنکھ بظاہر سوتی ہے مگر میرا دل بیدار ہوتا ہے اور وہ حالت استغراق ہے کہ اوسمین انصاف بالکل بیکار معلوم ہوتا ہے مگر وہ عالم ارواح کی سیر مین ہوتا ہے آگے اس چشم خوابی اور دل بیداری کی نظیر لاتے ہین۔
گفت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری آنکھین سو جاتی ہین مگر میرا قلب حق تعالے سے نہین سوتا یعنی اوس طرف سے توجہ ہٹتی نہین ہے اور اسی لیے حضور کی نوم مشابہ اونگھ کے تھی کہ اوس سے آپ کی وضو نہ ٹوٹتی تھی جیسے اونگھ مین انسان ہوشیار رہتا ہے مگر باتین وغیرہ سن نہین سکتا اسیطرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت ہوتی تھی۔
گفت الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری آنکھ تو سو جاتی ہے لیکن میرا دل اونگھ میں کب سوتا ہے تو جسطرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت تھی کہ اس عالم سے تو بیخبر مگر اودھر کی ساری خبر اسیطرح اوسکا

اثر ہم میں بھی آگیا ہے اور ہماری بھی یہی حالت ہوگئی ہے۔

چشم تو الخ ۔ یعنی (اے مخاطب) تیری تو چشم ظاہری بیدار رہتی ہے مگر دل سوتا ہے اور میری چشم ظاہری سوجاتی ہے مگر میرا دل فتح باب (غیب) میں مشغول ہوتا ہے۔ اس لیے کہ حالت استغراق میں اس طرف کی تو خبر رہتی نہیں لہذا ادھر سے تو مثل نائم کے اور عالم غیب کی طرف سے بیدار **مسئلہ** اگر حالت وجد میں کھڑے یا بیٹھے سے بیہوش ہوکر گر پڑے تو اوسکی وضو جاتی رہتی ہے اس لیے کہ اوسکا حکم بالکل مثل نوم کے ہے جو حالت نوم کہ ناقض وضو ہے وہی حالت اس کی بھی ناقض ہے آگے کہتے ہیں کہ۔

مر دلم ۔الخ ۔ یعنی میرے دل کے بھی پانچ حواس اور ہیں اور حس اور دل کے دونوں عالم منظر ہیں۔ حس کا تو منظر عالم ناسوت ہے اور دل کا منظر عالم ملکوت ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ان حواس کے علاوہ میرے پانچ ہی حواس اور ہیں جنکا کئی مرتبہ ذکر ہوچکا ہے) اون کے ذریعہ سے میرے ان حواس کے سونے کے باوجود بھی مجھے بیداری رہتی ہے

شرح حبیبی

تو ز ضعف خود مکن در من نگاه — بر تو شب بر من همان شب چاشتگاه
بر تو زندان بر من آن زندان چو باغ — عین مشغولی مرا گشته فراغ
پاے تو در گل مرا گل گشته گل — هر ترا ماتم مرا سور و دهل
در زمینم با تو ساکن در محل — می دوم بر چرخ هفتم چون زحل
همنشینت من نیم سایهٔ منست — برتر از اندیشها پایهٔ منست
زانکه من ز اندیشها بگذشته ام — خارج اندیشه پویان گشته ام
حاکم اندیشه ام محکوم نے — زانکه بنا حاکم آمد بر بنے
جمله خلقان سخرهٔ اندیشه اند — زان سبب خسته دل و غم پیشه اند
قاصدا خود را باندیشه دهم — چون بخواهم از میان شان بر جهم
من چو مرغ اوجم اندیشه مگس — کے بود بر من مگس را دسترس
قاصدا زیر آیم از اوج بلند — تا شکسته پایگان بر من تنند
چون ملالم گیرد از سفلی صفات — بر پرم همچون طیور الصافات
پر من رسته است هم از ذات خویش — بر نچفسانم دو پر من با سریش
جعفر طیار را پر جاریه است — جعفر طرار را پر عاریه است
نزد آنکه لم یذق دعوی ست این — نزد سکان افق معنی است این
لاف و دعوے باشد این پیش غراب — دیگ تی و پر یکے پیش ذباب
چونکه در تو می شود لقمه گهر — تن مزن چندانکه بتوانی مخور
شیخ روزے بهر دفع سوء ظن — در لگن قے کرد و پر در شد لگن

گوہر معقول را محسوس کرد	پیر بینا بہر کم عقلی مرد
چونکہ در معدہ شود پاکت پلید	قفل نہ بر حلق و پنہان کن کلید
ہر کہ در وے لقمہ شد نور جلال	ہر چہ خواہد گو بخور او را حلال

پس اپنے ضعف اور کمزوری کی عینک سے مجھے مت دیکھ اور اپنے اوپر مجھے قیاس مت کر کیونکہ جس حالت مین تجھے کچھ نظر نہین آتا اور اس لیے وہ حالت تیرے لیے بمنزلہ رات کے ہوتی ہے یعنی آنکھ بند کرنے کی حالت۔ اُس حالت مین مین سب کچھ دیکھتا ہون اور میرے لیے وہ حالت بمنزلہ دوپہر کے ہوتی ہے اور جو حالت تیرے لیے بمنزلہ جیلخانہ کے ہوتی ہے وہ میرے لیے بمنزلہ باغ کے ہوتی ہے یعنی جب تو کسی حالت ناگوار مین مبتلا ہوتا ہی تو تو اس سے پریشان ہوتا ہی اور جب مین مبتلا ہوتا ہون تو مین اسمین بھی خوش ہوتا ہون کہ میری نظر مبدا پر ہوتی ہے۔ نیز مین اگر کسی بظاہر دنیاوی کام مین بھی مصروف ہوتا ہون تو اسوقت بھی مین اس سے فارغ ہوتا ہون کیونکہ دل اس مین نہین ہوتا برخلاف تیرے کہ تیرے لیے وہ مشغولیت ہی مشغولیت ہوتی ہے پس جب تو کسی مصیبت وغیرہ کی دلدل مین پھنس جاوے تو وہ تیرے لیے دلدل ہوگی لیکن اگر مین اسمین پھنسون تو میرے لیے پھول ہوگی اور مین اس سے بھی لذت حاصل کرونگا اور جو تیرے لیے سوگ کا سبب ہو وہ میرے لیے خوشی کا سامان ہے کیونکہ وہ بھی محبوب ہی کیطرف سے ہوتا ہے اور ہرچہ از دوست میرسد نیکوست گو مین زمین پر ایک مقام مین تیرے ساتھ رہتا ہون لیکن میری روحانی رفتار فلک ہفتم پر ہے جیسے کہ زحل کی رفتار ظاہری لہذا مین تیرا ہمنشین نہین ہون بلکہ تیرا ہمنشین میرا جسم اور میری صورت ہے مین تیرا ہمنشین کیونکر ہو سکتا ہون۔ تو خاکی ہے اور میرا مرتبہ خاکیون کے خیال سے بھی بالاتر ہے وجہ یہ ہے کہ مین خیالات کے حدود سے نکل چکا ہون اور خیال کے حدود سے باہر دوڑتا ہون اور اب مین خیالات پر حکومت کرتا ہون۔ اور محکوم نہین ہون کیونکہ خیالات بمنزلہ ایک عمارت کے ہین جسکو آدمی تیار کرتا ہی اور معمار عمارت پر حاکم ہوتا ہے نہ کہ محکوم لہذا مین حاکم ہون نہ کہ محکوم اور باقی مخلوق خیالات کی محکوم ہین اسی سبب سے مغموم اور منقبض رہتے ہین۔ مین بھی کبھی کبھی قصداً بمصلحت اپنے کو خیال کے تابع کر دیتا ہون لیکن مین اسکا پابند نہین ہوتا جب چاہتا ہون نکل جاتا ہون۔ خیال کی یہ مجال نہین کہ مجھپر تسلط حاصل کر سکے کیونکہ مین بلند پرواز جانور کی مانند ہون۔ اور خیال بمنزلہ ایک مکھی کے۔ بھلا پھر مکھی کی مجھ تک کب پہونچ ہو سکتی ہے مین کبھی اس بلند پروازی اور عروج روحانی کو خود ہی چھوڑ دیتا ہون اور نزول اختیار کرتا ہون۔ جسمین مصلحت یہ ہوتی ہے کہ پاشکستہ اور وہ لوگ جو محجوب ہین اور جنکو عروج روحانی میسر نہین مجھ سے وابستگی حاصل کرین اور مین انکو لیکر اڑون یعنی میرا نزول تعلیم و تربیت ناقصین کے لیے ہوتا ہے۔ اور جب مین ان سفلی صفات۔ اور مستدنس یا دناس نفسانیہ کی صحبت سے اُکتا جاتا ہون۔ تو پھر فرشتون کی طرح یا پرکھولکر اڑنے والے جانورون کی طرح اڑ جاتا ہون میرا عروج اختیاری اس لیے ہے کہ پر خود میری ذات مین پیدا ہو گئے ہین اور وہ پرسریش سے چپکائے ہوئے نہین یعنی مجھے حق سبحانہ نے قابلیت ذاتی عطا فرمائی ہے مین کسیکے سہارے پر نہین چلتا بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہین کہ خود اپنے پرون سے اڑتے ہین جیسے جعفر طیار انہین سے تو مین ہون اور بعض ایسے ہوتے ہین جو مستعار پرون کے سبب اڑتے ہین جیسے جعفر طرار جو مصنوعی پر لگا کر کسیقدر ہوا مین اُڑ جاتا تھا۔ ان مین سے وہ لوگ

ہین جو میرے یا مجھ سے کسی دوسرے کے متوسل ہین جو اس مزہ سے ناواقف ہین وہ اس کو لن ترانی سمجھے گا اور دعوے محض خیال کرے گا۔ مگر جو اس نواح کے رہنے والے ہین جہان کا مین ہون سا اونکے نزدیک یہ حقیقت ہے کو بے اور ملابس نجاست نفسانیہ کے نزدیک یہ دعوے اور لن ترانی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ بمنزلہ ایک مکھی کے ہے اور مکھی کے نزدیک بھری ہوئی ہانڈی اور خالی دونون برابر ہین۔ کثرت توم کا جواب بھی ہو چکا۔ اب ہین کثرت اکل کے متعلق کچھ اور کہنا چاہتا ہون وہ یہ کہ کثرت اکل ہر وقت مضر نہین بلکہ جب یہ حالت ہو جاوے کہ کھانا بجائے پاخانہ بننے کے موتی بننے لگے اسوقت پہلوتہی نہین کرنی چاہئیے۔ بلکہ جسقدر کھایا جاوے کھانا چاہئیے یعنی جب کھانا بجائے شہوات وغیرہ بڑھانے کے کیفیات محمودہ بڑھانے لگے اس وقت کم کھانے کی ضرورت نہین بلکہ جسقدر کھاوٴگے اتنا ہی فائدہ ہوگا سا اور کیفیات محمودہ بڑھینگے۔ شیخ مذکور نے محض بیان ہی پر اکتفا نہین کیا بلکہ اس سوظن کے دفع کرنے کو قے کی جس سے سارا لگن موتیون سے بھر گیا۔ چونکہ مخاطب کم عقل تھا اور زبانی گفتگو سے اوس کا سمجھ لینا دشوار تھا اس لیے شیخ موصوف نے ان کیفیات کو محسوس کر کے بھی دکھلا دیا اور فرمایا کہ جب معدہ مین پاک کھانا بھی جاکر پلید ہو جاوے اور شہوات وغیرہ بڑھائے اسوقت حلق مین قفل لگا کر کنجی گم کر دینا چاہئیے اور جب کھانا نور بنجاتا ہو اس وقت آدمی جسقدر بھی کھائے جائز ہے یہ اصول ہے ترک اکل و کثرت اکل کا پس ہر زیادہ کھانے والے پر طعن نامناسب اور نازیبا ہے۔

شرح شبیری ۔ تو ز ضعف الخ۔ یعنی تو ضعف کی وجہ سے میرے اندر مت دیکھ اس لیے کہ جو تجھ پر رات ہے وہ میری لئے چاشتگاہ ہے مطلب یہ کہ جو شے تمھارے لیے ظلمت ہے وہی میرے لیے نور ہے اور جو تمھارے لیے باعث عن الحق ہے وہی میرے لیے موصل ہے بر تو زندان الخ۔ یعنی تجھپر تو قیدخانہ ہے اور وہ قیدخانہ میرے لیے باغ ہے اور عین مشغولی میرے لیے فراغ ہے جبکہ تم مجھے دنیا مین مشغول دیکھ رہے ہو تو اس وقت مین بھی بوجہ متوجہ الی الملکوت ہونیکے عالم ناسوت سے بالکل علحدہ ہون پائے تو الخ۔ یعنی تیرا پاؤن تو مٹی مین اور وہ مٹی میرے لیے پھول ہو گئی ہے اور ایک تجھے تیرے لیے ماتم ہے اور میرے لیے خوشی اور طرب ہے۔ مطلب یہ کہ تعلقات دنیویہ تیرے لیے تو باعد عن الحق ہین اور چونکہ میری نظر اون کے ذریعہ سے خالق پر ہوتی ہے لہذا میرے لیے وہی تعلقات دنیویہ موصل الی الحق ہو گئے ہین اور مجھے اونمین قرب اور معیت حاصل ہے۔

در زمینم ۔ الخ۔ یعنی مین زمین مین تمھارے ساتھ ساکن ایک محل مین ہون سا اور ویسے چرخ ہفتم پر زحل کیطرح دوڑ رہا ہون مطلب یہ کہ جب عروج کرتا ہون تو بظاہر تو تمھارے پاس ہوتا ہون مگر اصل مین اوس عالم کی سیر کرتا ہوا ہوتا ہون ہم نشینت الخ۔ یعنی مین تیرا ہمنشین نہین ہون میرا سایہ ہے اور افکار سے میرا مرتبہ بلند ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ میری روح عالم ملکوت کیطرف متوجہ ہے اس لیے یہ صرف میرا جسم ظاہری ہی تمھارا ہمنشین ہے ورنہ روح میری بسبب توجہ کے اوس عالم مین ہے بخلاف اور لوگون کے کہ بوجہ توجہ الی الناسوت کے گویا کہ اونکی روح بھی مثل جسم کے ناسوتی ہی ہو گئی ہے اور چونکہ علیت مصطلح یہ ہے لہذا فکر انسانی سے مرتبہ کا بلند ہونا ظاہر ہے کہ وہانتک فکر کی رسائی ہرگز نہین ہو سکتی۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لیے کہ مین اندیشہ سے آگے بڑھ گیا ہون اور اندیشہ سے خارج ہو کر دوڑ رہا ہون۔ تنہا

مجھ تک اندیشہ کی رسائی کہان ہوسکتی ہی۔
حاکم الخ۔ یعنی حاکم اندیشہ ہون محکوم اندیشہ نہین ہون اس لیے کہ بنانے والا بنا پر حاکم ہوتا ہے تو چونکہ میرے اندر ملکہ راسخہ پیدا ہو گیا ہے لہذا مین جس کیفیت اور حالت کو چاہتا ہون اپنے اوپر طاری کر لیتا ہون۔ اور جس تجلی کو چاہتا ہون اپنے اوپر متجلی کر لیتا ہون کاملین کی یہی حالت ہوتی ہے۔
جملہ الخ۔ یعنی تمام مخلوقات مسخر اندیشہ کی ہین اسی سبب سے خستہ دل اور غم پیشہ ہین مطلب یہ کہ چونکہ انکا رکے سب لوگ تابع ہوتے ہین لہذا ہمیشہ رنج و فکر ہی مین رہتے ہین اور جو اس سے الگ ہین وہ خوش رہتے ہین غرضکہ ہمیشہ مستغرق اور متوجہ الی الحق رہتا ہون۔
قاصدا الخ۔ یعنی مین اپنے کو قصدا اندیشہ کے سپرد کر دیتا ہون اور جب چاہتا ہون اونکے درمیان سے نکل آتا ہون شان کی ضمیر یا تو عالم غیب کی طرف ہے کہ جب مین چاہتا ہون تو اس عالم سے اس طرف رجوع کرتا ہون تو اب تو دونون مصرعون کا ایک مضمون ہو جاوے گا اور مطلب یہ ہوگا کہ جب مین استغراق اور ایک حالت پر رہنے سے اُکتا جاتا ہون۔ تو اُس وقت تھوڑی دیر کو توجہ الی الحق کر لیتا ہون۔ تاکہ نشاط ہو جاوے اور ملال پیدا نہو پھر جب نشاط پیدا ہوا پھر اوسی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور اگر نشان کی ضمیر اندیشہ کی طرف ہو تو دونون مصرعون کا مضمون مقابل ہوگا کہ مین جب چاہتا ہون اوس عالم سے نشاط کے لیے اس طرف توجہ کرتا ہون اور جب چاہتا ہون پھر اوسی طرف متوجہ ہو جاتا ہون اور اس طرف سے توجہ کو ہٹا دیتا ہون اور یہ حالت کاملین کی ہوتی ہے کہ وہ ایسا کرتے ہین اور اگر بعض مرتبہ بسبب غلبۂ حال کے وہ خود ایسا نہین کر سکتے تو حق تعالے اونکے لیے ایسے سامان فرما دیتے ہین کہ جس سے اونکو مجبوراً عالم ناسوت کیطرف توجہ کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً قبض وارد ہو گیا۔ کہ ذکر وغیرہ مین دل ہی نہین لگتا تو لامحالہ اوسطرف توجہ ہوتی ہے غرضکہ اونھون نے کہا کہ مین جس حالت کو چاہتا ہون اپنے اوپر طاری کر سکتا ہون۔
من چو مرغ الخ۔ یعنی مین مرغ اوج کی طرح ہون۔ اور اندیشہ (دنیوی) مثل مگس کے ہین تو مگس کو یہ قدرت کب ہوتی ہے کہ اوس تک پہونچ سکے اور اوسکو تابع بنا سکے اس لیے مجھپر بھی اندیشہ غالب نہین ہو سکتا۔
قاصدا الخ۔ یعنی مین قصدا اوج بلند سے نیچے آتا ہون تاکہ شکستہ پا لوگ مجھپر جمع ہو سکین مطلب یہ ہی کہ چونکہ میرا مرتبہ تو بلند ہے مگر جب مین تعلیم کرتا ہون تو اوس سے نزول کرتا ہون اور اس سالک کے درجہ پر نزول کر کے اوسکو تعلیم کرتا ہون۔ ورنہ اگر اوسکو وہان پہونچانے کی ابھی سے فکر کیجاوے تو ایسا ہے کہ جیسے شیر خوار بچہ کو گوشت کھلا دیا جاوے کہ یقیناً مرے گا۔ تو کامل وہی ہے جو کہ مسترشد کے درجہ پر نزول کر کے اوسکی تعلیم کرے تو مطلب یہ ہوا کہ مین بہت بڑا کامل ہون کہ اونکے درجہ پر نزول کرتا ہون تو وہ بھی مجھ سے مستفیض ہوتے ہین۔
چون الخ۔ یعنی جب مجھے ان سفلی صفات سے ملال ہوتا ہی تو مین طیور الصافات کی طرح اُڑ جاتا ہون۔ مطلب یہ کہ جب اوسکی تعلیم کر چکے بس پھر اپنے درجہ پر پہونچ جاتے ہین۔
پر من الخ۔ یعنی میرے پر خود میری ذات سے جمے ہین وہ پر سریش سے چپکا نہین ہون۔ مطلب یہ ہے کہ یہ عروج میری ذات کا اقتضا ہو گیا ہے اور میری ذاتیات مین داخل ہے مین اس حالت کو کسی سے عاریت نہین لیتا ہون اور اسکی

ایسی مثال ہے کہ ۔
جعفر طیار رضؓ الخ ۔ یعنی حضرت جعفر طیارؓ کے پر تو جاری ہین اور جعفر طرار کے مانگے ہوئے ہین ۔ حضرت جعفر طیارؓ
کے ہاتھ کفار نے غزوۂ موتہ مین کاٹ ڈالے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالے نے اون کے ہاتھ
کے بدلے مین اونکو دو بازو دئے ہین کہ اونسے وہ اوڑتے پھرتے ہین تو دیکھو اون کے بازو تو داخل ذات ہو گئے
اور ایک جعفر طرار تھا اوس نے پر لگائے تھے تو وہ چل نسکے تو اسیطرح یہ عروج بھی عارضی نہین ہے بلکہ ذاتی ہے کہ
جب چاہون عروج کرلون چونکہ ان صوفی صاحب نے جو یہ اپنی حالت بیان کی تو اس مین ایک قسم کا دعوے
معلوم ہوتا تھا اس لیے اسکا جواب دیتے ہین کہ ۔
نزد آنکہ الخ یعنی اوس شخص کے نزدیک جس نے کہ چکھا نہین یہ دعوے ہے اور سکان عالم بالا کے نزدیک یہ
معانی ہین ۔ اس لیے کہ تحدث بالنعمہ ہے ۔
لاف الخ ۔ یعنی عزاب کے نزدیک تو یہ شیخی اور دعوے ہی ہوگا جیسے کہ مکھی کے آگے عنقا [illegible] ابابیل
مراد بیوقوف ہے تو جو کہ اس طرف رہنے بیوقوف ہے اوس کے آگے تو یہ دعوے ہین مگر جو کہ حقیقت شناس
ہے وہ اوس کو جانتا ہے آگے مولانا فرماتے ہین کہ ۔
چونکہ الخ یعنی جبکہ تمھارے اندر کھانا موتی بنجاتا ہے تو چھوڑ مت جسقدر ہوسکے کھائے جا ۔ گہر سے مراد اخلاق حمیدہ ہین
مطلب یہ کہ جب کھانے سے تمھارے اندر اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہین تو پھر کیا ہے جسقدر کھایا جاسکے کھاؤ تاکہ اوسیقدر
زیادہ اخلاق حمیدہ پیدا ہون ۔ تو چونکہ ان صوفی صاحب کو کھانے سے قوت ہوتی تھی اور اس سے عبادت
مین مدد ملتی تھی لہذا وہ خوب کھاتے تھے ۔ مگر وہ معترض تو صرف ظاہر بین تھا ۔ اوسکو اس مصلحت کی کیا خبر ہوتی
اس لئے ان صوفی صاحب نے اپنی ایک حسی کرامت اوس کے سامنے ظاہر کی وہ یہ کہ ۔
شیخ روزے الخ یعنی اون شیخ صاحب نے سوء ظن کے دفع کرنے کو ایک دن رکابی مین قے کردی ۔ تو وہ رکابی
موتیون سے بھر گئی تو اسکو دکھایا کہ دیکھ ہمارے اندر جاکر یہ کھانا موتی بنجاتا ہے لہذا ہم جسقدر کھاوین وہ بہتر ہی ہے
آگے مولانا اس موتی بنجانے کی توضیح فرماتے ہین ۔
گوہر الخ یعنی گوہر معنوی کو اوس پیر بینا نے اس شخص کی کم عقلی کیوجہ سے محسوس کردیا کہ یہ اسکو تو سمجھ نہ سکتا تھا کہ کسطرح
گوہر معنوی بنتے ہین لہذا ان بزرگ نے انکو اپنی کرامت سے محسوس کرکے دکھادیا ۔ آگے مولانا فرماتے ہین کہ ۔
چونکہ الخ ۔ یعنی جبکہ تمھارے معدہ مین پاک بھی پلید ہوجاتا ہے تو تم حلق پر قفل لگا کر کنجی کو چھپا دو ۔ تاکہ پھر
کھل ہی نہ سکے مطلب یہ کہ جب تمھارے کھانے سے اخلاق سئیہ پیدا ہوتے ہین تو تم بہت کم کھاؤ تاکہ
اخلاق سئیہ پیدا نہ ہوسکین ۔
ہر کہ در وے الخ ۔ یعنی جسکے اندر کھانا نور حق بنجاوے تو وہ جو چاہے کھاوے اوس سے کہدو کہ اوس کو
حلال ہے ۔ اس لیے کہ جسقدر بھی کھاوے گا اوسیقدر زیادہ نور پیدا ہوگا ۔ پھر وہ تو خوب کھاوے اور جو
کہا تھا کہ یہ ہمارا غیر محقق کے سامنے دعوے ہوگا ۔ اور جو محقق ہے وہ جانتا ہے کہ اسکی حقیقت کیا ہے آگے
اسی کو مثالون سے واضح فرماتے ہین کہ ۔

شرح حبیبی

گر تو هستی آشنای جان من — نیست دعوی گفت معنی لان من

گر بگویم نیم شب پیش توام — هین مترس از شب که من خویش توام

این دو دعوی پیش تو معنی بود — چون شناسی بانگ خویشاوند خود

پیشی و خویشی دو دعوی بود لیک — هر دو معنی بود پیش فهم نیک

قرب آوازش گواهی می دهد — کاین دم از نزدیک یاری می جهد

لذت آواز خویشاوند نیز — شد گواه صدق آن خویش عزیز

باز بی الهام احمق کو ز جهل — می نداند بانگ بیگانه ز اهل

پیش او دعوی بود گفتار او — جهل او شد مایهٔ انکار او

پیش زیرک کاندرونش نورهاست — عین این آواز معنی بود راست

یا بتازی گفت یک تازی زبان — که همی دانم زبان تازیان

عین تازی گفتنش معنی بود — گرچه تازی گفتنش دعوی بود

یا نویسد کاتبی بر کاغذی — کاتب و خط خوانم و من ابجدی

این نوشته گرچه خود دعوی بود — هم نوشته شاهد معنی بود

یا بگوید صوفیی دیدی تو دوش — در میان خواب سجاده بدوش

من بدم آن وانچه گفتم خواب در — یا تو اندر خواب در شرح نظر

گوش کن چون حلقه اندر گوش کن — این سخن را پیشوای هوش کن

چون ترا یاد آید آن خواب این سخن — معجزه نو باشد و زر کهن

گرچه دعوی می نماید این ولی — جان صاحب واقعه گوید بلی

پس چو حکمت ضالهٔ مؤمن بود — آن ز هر که بشنود موقن شود

چونکه خود را پیش او یابد فقط — کی بود شک چون کند خود را غلط

تشنه‌ای را چون بگویی تو شتاب — در قدح آبست بستان زود آب

هیچ گوید تشنه کاین دعوی است رو — از برم ای مدعی مهجور شو

یا گواه و حجتی بنما که این — جنس آبست و از آن ماء معین

یا بطفل شیر مادر بانگ زد — که بیا من مادرم هان ای ولد

طفل گوید مادرا حجت بیار — تا که با شیرت بگیرم من قرار

در دل هر امتی کز حق مزه است — روی و آواز پیمبر معجزه است

چون پیمبر از برون بانگی زند — جان امت در درون سجده کند

زانکہ جنس بانگ او اندر جہان	از کسے نشنیدہ باشد گوش جان
آن غریب از ذوق آواز غریب	درسجود آید بحق گردد قریب
چون کند سجدہ ز جان و دل غریب	از زبان حق شنید انی قریب

باوجودیکہ مین اپنے بیان کی تائید صورت مثالیہ سے کرچکا ہون اور تمکو اس صورت کا مشاہدہ کرا چکا ہون۔ لیکن اگر تمکو مجھسے فطری مناسبت ہو اور تمھاری طبیعت مین حق سے لگاؤ ہو تو کسی دلیل کی ضرورت نہین بلکہ تم میری پرمعنی تقریر کو سنکر خود سمجھ لوگے کہ یہ محض دعوےٰ نہین ہے بلکہ یہ ایسا دعوےٰ ہے جو اپنی دلیل خود آپ ہی ہو مثلاً فرض کرو کہ تم میرے عزیز ہو اور تمھین رات کو ڈر معلوم ہو۔ ایسی حالت مین اگر مین تجھسے اوس وقت یہ کہون کہ ڈرمت مین تیرے پاس ہون۔ اور تیرا عزیز ہون۔ تو یہ دونون دعوے تمھارے نزدیک معنی اور حقیقت ہون گے کیونکہ تم اپنے عزیز کی آواز کو پہچانتے ہو حالانکہ قریب ہونا اور عزیز ہونا ہر دو دعوے ہین لیکن عمدہ سمجھ کے نزدیک دونون حقیقت ہین اوسکی آواز کا قریب ہونا شہادت ہے اس بات کی کہ یہ شخص قریب سے نکلی ہو اور اس آواز کی لذت شاہد ہے اوس کے عزیز ہونے پر پس یہ دونون دعوے متضمن دلیل اور کہ دعوی الشئ ببینتہ وبرہان ہین جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ بشرط مناسبت فطری میرا یہ بیان تمھارے لیے ایسا ہے جیساکہ میرا عزیز و قریب ہونے کا دعوےٰ اس کے بعد مین کہتا ہون جو لوگ احمق اور غیر ملہم من اللہ ہوتے ہین اور مناسبت فطری حق سے نہین رکھتے۔ وہ لوگ اپنون اور بیگانون اہل اللہ وغیر اہل اللہ کی آواز و تمیز نہین کرسکتے اونکے نزدیک اسکا بیان محض ایک دعوے ہوتا ہے اور اون کی جہالت اونکے انکار کا ذریعہ بنجاتی ہو برخلاف اوس کے جنکا باطن نور سے لبریز ہے اوس کے نزدیک خود یہی دعوےٰ حقیقت ہوتی ہو یا یون سمجھو کہ ایک شخص عربی زبان مین کہتا ہے کہ مین عربی زبان جانتا ہون تو اوسکا عربی زبان مین یہ دعوےٰ کرنا حقیقت ہو اگرچہ الفاظ اسکے دعوے ہین۔ یا یون سمجھو کہ ایک منشی ایک کاغذ پر یہ لکھے کہ مین کاتب ہون اور تحریر اور ابجد پڑھ سکتا ہون یہ تحریر گو ایک دعوےٰ ہے مگر یہ نوشتہ ہی اوس حقیقت کی دلیل ہے یا یون سمجھو کہ ایک صوفی تم سے بیان کرے کہ کل خواب مین تو نے ایک شخص کو دیکھا تھا جسکے کندھے پر جانماز پڑی ہوئی تھی وہ مین تھا اور تجھ مین سے خواب مین تجھسے فلان امر کی شرح مین کہا تھا وہ یہ تھا اسکو سن لے اور حلقہ گوش بنالے اور تو میری اس بات کو اپنی عقل کا رہبر بنا اور غور کرکہ یہ بات میری سچی ہے یا نہین پس جب تجھکو وہ خواب یاد آئیگا تو یہ گفتگو تیری نظر مین ایک کرامت ہوگی۔ اور تجھے معلوم ہوگا کہ وہی پرانا راز ہے جو مین نے خواب مین دیکھا تھا اگرچہ یہ کلام بظاہر ایک دعوےٰ ہے لیکن اسکو سنکے صاحب واقعہ کا دل اُس کی تصدیق کریگا۔ بالکل یہی حالت مومن کی ہوتی ہو چونکہ حکمت اور معرفت حق سبحانہ اوسکی جانی پہچانی شئے ہے جو اوسکی نظر سے بسبب عارض کے محجوب ہوگئی ہو لہذا جب وہ کسی کی زبان سے سنتا ہے تو اوسے وہ یاد آجاتی ہو اور اسکو اوسکا یقین حاصل ہوجاتا ہے کیونکہ جب وہ اپنے کو بالکل اوس کے سامنے دیکھتا ہے اور اوسکو اپنے سامنے اور مشاہد و معاین پاتا ہے تو پھر اوسکو شک کیونکر ہوسکتا ہے اور اپنے مشاہدہ کو کیونکر جھٹلاسکتا ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی پیاسا ہو اور تو اس سے کہے کہ دوڑ آپیالے مین پانی موجود ہے اگر لے لے تو کیا وہ پیاسا یہ کہے گا کہ جا یہ تو تیرا دعوےٰ

ہے لہس اے مدعی مجھ سے دور ہو یا گواہ لا یا اور دلیل سے ثابت کر۔ کہ یہ پانی کی جنس سے اور آب شیرین ہے ہرگز نہین بلکہ اسکو دیکھتے ہی یقین ہو جائیگا۔ کہ یہ پانی ہے یا یون سمجھو کہ ایک دودھ پیتے بچے سے مان کہے اے بچے مین تیری مان ہون تو کیا بچہ مان سے کہیگا کہ امان دلیل بیان کرو۔ کہ تم میری مان ہو تاکہ تمھارا دودھ پیون ہرگز نہین بلکہ وہ ذوقاً و فطرۃً اس دعوے کی تصدیق کریگا پس یون ہی ہر امتی کے اندر حق کا ذوق موجود ہے اور نبی کا چہرہ اور اوسکی آواز ہی اوسکے لیے معجزہ ہے وہ صورت دیکھتے ہی اور دعوے سنتے ہی تصدیق کرلیتا ہے اوسکو کسی معجزہ کی ضرورت نہین ہوتی۔ جب پیمبر باہر سے آواز دیتا ہے تو امت کی جان اندر ہی اندر اوسکے سامنے جھک جاتی ہے اور مطیع و منقاد ہو جاتی ہے اس لیے کہ وہ آواز ہی اس قسم کی ہوتی ہے کہ جان کے کانون مین کسی اور شخص کی طرف سے نہ پڑی تھی پس وہ بیچارہ اس عجیب آواز کے ذوق سے سجدہ کرتا ہے یعنی معتقد ہوتا ہے اور حق سے قریب ہو جاتا ہے اور جب وہ غریب جان دل سے سجدہ کرتا ہے تو حق سبحانہٗ کی جانب سے معنوی ندائے انی قریب اس کے کانون مین آتی ہے امتی کی جان کا آواز پیغمبر کے سامنے سجدہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسا حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ کو اور حضرت عیسیٰ کا یحییٰ علیہ السلام کو اسکا قصہ یہ ہے:

بیان اس دعوے کا کہ خود وہ اپنے صدق پر گواہ ہے

شرح شبیری گر تو ہستی الخ۔ یعنی اگر تو میری جان کا آشنا ہے تو میرا یہ معنی لان کنا دعوے نہین ہے مطلب یہ کہ اگر تم کو میری حالت سے کچھ بھی مناسبت ہے تو میرا یہ سارا کلام تمھارے نزدیک دعوے نہ ہوگا بلکہ اسکے معنی ہون گے آگے اسکی ایک مثال بیان فرماتے ہین کہ۔

گر بگویم الخ۔ یعنی اگر مین آدھی رات کو کہون کہ مین تیرے سامنے ہون تو رات سے ڈر مت کہ مین تیرا عزیز ہون

این الخ۔ یعنی یہ دونون دعوے تیرے نزدیک معنی ہون گے جبکہ تو اپنے عزیز کی آواز پہچانتا ہے۔

پیشی و۔ الخ۔ یعنی آگے ہونا اور خویش ہونا یہ دونون دعوے تھے لیکن دونون کے دونون فہم سلیم کے آگے حقیقت ہین

قرب الخ۔ یعنی آواز کا قریب ہونا تو گواہی دے رہا ہے کہ یہ آواز کسی یار کے نزدیک سے آرہی ہے۔

لذت الخ۔ یعنی اپنے عزیز کی آواز کی لذت اوس عزیز کے صدق پر گواہ ہے کہ یہ عزیز ہونے کا دعوے سچ کر رہا ہے۔

باز بے الہام الخ۔ یعنی پھر بے علم احمق کے کہ وہ جہل کی وجہ سے بیگانہ کی آواز کو اہل سے نہین جانتا ہے یعنی ایک تو وہ جاننے والا تھا کہ اوسنے نسب کو حقیقت اور صدق پر محمول کیا اور ایک وہ ہے جو جانتا نہین ہے اوسکو کیا خبر کہ کون آواز عزیز کی ہے اور کون سی بیگانہ کی ہے۔

پیش او الخ۔ یعنی اوس جاہل کے سامنے اس شخص کی باتین دعوے ہی ہون گے اوسکا جہل انکار کا سبب ہو گیا

پیش زیرک الخ۔ یعنی عقلمند کے سامنے کہ اوسمین انوار حق ہین عین پاس آواز کو ٹھیک اور درست معنی ہونگے

حاصل اس مثال کا یہ ہے کہ دیکھو اگر تم اندھیری رات کو خوف زدہ ہو تو ایک تمھارا عزیز تمسے کہے کہ ڈرو مت اس لیے کہ مین کہ جو تمھارا بھائی ہون مثلاً تمھارے پاس ہون تو اسمین دو دعوے ہین ایک تو پاس ہونا اور دوسرے بھائی ہونا۔ مگر تاریکی مین کچھ خبر نہین کون کہان ہے لیکن جو کہ اس بھائی کو پہچانتا ہے وہ تو فوراً آواز پہچانکر

یقین کرلے گا کہ بے شک یہ بھائی میرے پاس ہی۔ اور اوسکو تسلی اور تسکین ہو جاویگی اور اگر کوئی جاہل ہے اوس کو کیا خبر کہ اس کے بھائی کی آواز کیسی ہو وہ اس کی اس تسلی پر حیرت زدہ ہوگا کہ بے دیکھے بھالے اور بلا دلیل اسنے اسکی ہماری باتوں کو تسلیم کرلیا چاہے یہ شخص چور ہی ہو تو دیکھو جاننے والے نے تو پہچان لیا اور جاہل نہ جان سکا اسی طرح جو لوگ کہ محقق ہین وہ تو اسکو دعوے نہ سمجھینگے بلکہ حقیقت پر محمول کرینگے اور جو جاہل ہین وہ اسکو دعوے سمجھینگے آگے اور مثال ہے کہ۔

یا بتازی الخ۔ یعنی یا ایک عربی زبان والے نے عربی مین کہا کہ مین عرب کی زبان جانتا ہون۔ (مثلاً کہا کہ انا اعرف العربیۃ)
عین تازی الخ۔ یعنی خود یہ عربی بولنا اوسکا حقیقت ہوگا۔ اگرچہ عربی کو جاننا اوسکا دعوے تھا مطلب یہ کہ اوسکا یہ کہنا کہ مین عربی جانتا ہون ایک دعوے محض تھا مگر اس بات کو عربی مین کہنا اوس کے دعوے کی دلیل ہو لہذا معلوم ہوگیا کہ یہ صرف دعوے نہین ہے بلکہ دعوے مع الحقیقۃ والدلیل ہو آگے اور مثال ہے کہ۔

یا نویسد الخ یعنی یا کوئی کاتب کاغذ پر یہ لکھے کہ مین کاتب ہون اور خط خوان ہون اور ابجد خوان ہون۔
این نوشتہ الخ۔ یعنی یہ لکھا ہوا اگرچہ ایک دعوے ہو مگر یہی لکھا ہوا حقیقت کا بھی شاہد ہے اور یہ بتا رہا ہے کہ یہ شخص بے شک کاتب اور پڑھا ہوا ہے اور مثال لیجیے۔

یا بگوید الخ۔ یعنی یا کوئی صوفی یہ کہے کہ تمنے کل شب کو خواب مین ایک سجادہ بدوش کو دیکھا تھا۔
من بدم الخ۔ یعنی وہ مین ہی تھا اور جو کچھ کہ مین نے خواب مین تجھسے اوس بات کی شرح مین کہا تھا۔
گوش کن۔ الخ۔ یعنی سن اور حلقہ کی طرح کان مین ڈال لے۔ اور اس بات کو اپنے ہوش کا پیشوا بنالے مطلب یہ کہ جو بات کہ مین نے کہی تھی (اوس بات کو بھی مثلاً بیان کردیا) اوسکو خوب غور سے سن لے اور اسی کا پابند رہ اور اطاعت کیا ور اوسی پر چلنا۔

چون ترا الخ۔ یعنی تجھے وہ خواب یاد آوے تو یہ بات ایک نیا معجزہ ہوا اور پرانی بات ہو۔ معجزہ سے مراد کرامت ہے مجازاً اطلاق کردیا۔ مطلب یہ کہ جب وہ خواب یاد آیا تو بات وہی پرانی تھی مگر اب نئی اس شخص کی کرامت معلوم ہوئی کہ اللہ اکبر اسکو ساری خبر ہے۔

گرچہ دعوے الخ یعنی گرچہ یہ دعوے دکھائی دیتا ہے لیکن صاحب واقعہ کا دل کہہ رہا ہے کہ ہان بالکل ٹھیک ہی مطلب یہ اوس کا یہ کہنا کہ تونے خواب دیکھا ہے اور اس خواب مین جو شخص آیا تھا وہ مین ہی تھا دعاوی بلا دلیل ہین مگر چونکہ یہ شخص خواب دیکھ چکا ہے اور اوسنے اسی صورت کا دلق پوش دیکھا تھا فوراً ذہن منتقل ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ بالکل صحیح کہہ رہا ہے تو گویا کہ اوسکا دعوے مع الدلیل تھا اسیطرح جو حقیقت شناس ہین اور جو اس عالم کی باتین دیکھے ہوئے ہین وہ تو ان صوفی صاحب کی باتون کو دعوے نہ سمجھینگے ورنہ بظاہر تو دعاوی محض ہین اب جبکہ معلوم ہوگیا کہ اگر پہلے سے کسی شئے کی حقیقت معلوم ہو چاہے وہ مستور ہی ہو مگر جب کوئی اوس کو بیان کرے خواہ بطور دعوے ہی کے ہو مگر اس حقیقت شناس کو فوراً معلوم ہوجاوے گا کہ بالکل واقعہ کے مطابق کہہ رہا ہے۔ اسپر مولانا تفریع فرماتے ہین کہ۔

پس چو حکمت الخ۔ یعنی پس جبکہ حکمت مومن کا ضالہ ہوتی ہو تو وہ جس سے سنیگا یقین کرلے گا۔ مطلب یہ کہ

چونکہ حدیث مین ہے کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن اس لیے جب مومن کے سامنے کلمہ حکمت بیان کیا جاتا ہے وہ فوراً تسلیم کر لیتا ہے۔ اس کی تشریح پہلے گذر چکی ہے۔

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ مقتدا اپنے کو اوسکے سامنے پاتا ہو تو کیا اوسمین شک ہوگا اور اپنے اندر کس طرح غلطی کرے گا۔ مطلب یہ کہ جب مومن اپنے کو اوس کلمہ حکمت کے سامنے پاتا ہے تو پھر اوسمین کسطرح شک کریگا اس مین شک کرنا تو ایسا ہے جیسے کہ خود کوئی اپنے اندر شک کرے کہ مین موجود ہون یا نہین تو جسطرح اسمین شک کرنیوالا بیوقوف کہا جاویگا اسیطرح اسمین شک کرنیوالا بھی احمق بنیگا تو جس شخص کو طلب ہوگی اوسکے سامنے جب حق آویگا اوسکو فوراً معلوم ہو جاویگا کہ یہ حق ہے اور اسکے دل کو لگجاویگا آگے اوسکی مثالین بیان

تشنہ الخ۔ یعنی تم کسی پیاسے سے جلدی سے کہو کہ پیالے مین پانی ہے اوسکو جلدی سے لے لے (اور پی لے)

ہیچ گوید الخ یعنی کیا کوئی پیاسا کہیگا کہ یہ دعوے ہے چل میرے پاس سے اے مدعی الگ ہو۔

یا گواہ الخ یعنی یا یہ کہیگا کہ گواہ اور دیل لاؤ کہ یہ پانی ہے اور اس چشمہ جاریہ مین سے ہے۔ مطلب یہ کہ جب تم نے اوسکو پانی بتایا تو کیا وہ تم سے کہیگا کہ تم غلط کہتے ہو یا تم سے دلیل مانگے گا کہ جناب اسکی کیا دلیل ہے کہ یہ پانی ہے اور پھر حسب چشمہ کا تم کہہ رہے ہو اوسی کا ہے۔ ممکن ہے کہ موت ہو تو جناب اگر یہ حجتین نکالے گا تو معلوم ہوا کہ اوسکو پیاس ہی نہین ہے۔ پیاسا تو ایکمرتبہ موت کو بھی منہ سے لگالے گا۔ پھر جب اوس کا مزہ برا معلوم ہوگا تو چھوڑ دے گا مگر اول وہلہ مین تو پینے ہی لگے گا۔

یا الطفل الخ یعنی یا شیرخوار بچہ کو مان آواز دے کہ ارے مجھ سے مان آ مین تیری مان ہون۔

طفل الخ۔ یعنی کیا لڑکا کہیگا کہ امان دلیل بیان کرو کہ تم مان ہو تاکہ مین تمہارے دودھ سے قرار حاصل کرسکون یعنی دودھ پی سکون مگر اول دلیل بیان کرو کہ تم مان بھی ہو۔ گو وہ بچہ شیرخوار ہے مان کی آواز سنتے ہی آغوش پھیلا دے گا۔ اور اوسکی گود مین چلا جاویگا یہ کیون اس لیے کہ وہ اسکی آواز سے پہلے سے مانوس ہے تو جب یہ بات ہے لہذا آگے اس پر تفریع فرماتے ہین کہ۔

در دل الخ۔ یعنی ہر امت کے لیے جسکے دل مین کہ حق تعالے سے ایک ذوق ہے چہرہ اور آواز پیمبر کی معجزہ ہے مطلب یہ کہ جسکو اوس طرف کا ذوق ہے اور اوس کی استعداد سالم ہے اوسکو تو صرف چہرہ اور آواز پیمبر کا بھی معجزہ ہے اوسکو دیگر معجزات کے طلب کرنے کی ضرورت نہین ہے جسطرح کہ حضرت عبد اللہ ابن سلام فرماتے ہین کہ اذا رایت وجہہ عرفت انہ لیس بوجہ کذاب یعنی جب چہرہ انور پر نظر پڑی فوراً معلوم ہو گیا کہ یہ چہرہ جھوٹے کا نہین ہے تو دیکھو چونکہ اونکی استعداد صحیح تھی اونھون نے صرف چہرہ مبارک ہی سے پہچان لیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے جب آواز سنی کہ آپ دعوۃ الی الاسلام کر رہے ہین فوراً تصدیق کرلی یہ سب اس لیے کہ اون کی استعداد دین پہلے سے درست تھین اب جو یہ چیزین سامنے آ کھڑی ہوئین معلوم ہوا کہ بس حق اور صحیح یہی ہے۔

چون پیمبر الخ یعنی پیمبر باہر سے آواز دیتے ہین تو امت کی جان دل سے سجدہ کرلیتی ہے۔ سجدہ کرنے سے مراد اطاعت کرتا ہے مطلب یہ کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس لسان ظاہر سے دعوۃ الی اللہ فرماتے ہین تو جو کہ سلیم الطبع ہین وہ سب منقاد و مطیع ہو جاتے ہین۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لیے کہ اوس جیسی آواز جہان مین گوش جان نے کسی اور کی سنی نہ تھی مطلب یہ کہ وہ جو پہچان لیتے

ہین تو اوسکی وجہ یہ ہے کہ دنیا مین اور کسی کی ایسی دلربا اور دلکش آواز سنی ہی نہ تھی ۔ لہذا اوسکو سنتے ہی فوراً وہ استعداد فطری ظہور مین آئی اور معلوم ہوگیا کہ یہی آواز حق ہے ۔

آن غریب الخ ۔ یعنی وہ غریب اوس آواز عجیب کے ذوق سے سجدہ کرتا ہو اور حق تعالےٰ سے قریب ہو جاتا ہو مطلب یہ کہ چونکہ اس کو مرتبہ استعداد مین اس آواز سے ایک ذوق تو تھا ہی اس لیے آواز سنتے ہی پس فوراً مطیع ہو گیا اور قرب حق حاصل ہو گیا ۔

چون کند الخ ۔ یعنی جبکہ یہ غریب دل وجان سے سجدہ کرتا ہے تو زبان حق سے سُنتا ہے انی قریب ۔ مطلب یہ کہ جب طالب طاعت کرتا ہے اور دل وجان سے احکام کو قبول کرتا ہے تو پھر حق تعالےٰ خود اس کے قریب ہو جاتے ہین ۔ یہ بچارا کیا قریب ہوتا وہی خود قریب آجاتے ہین چونکہ یہان سجدہ کرنے کو بیان کیا ہے اور اوس سے سجدہ ظاہری اور حقیقی کا شبہ ہوتا تھا اس لیے آگے حضرت یحیی علیہ السلام اور عیسے علیہ السلام کا آپس مین ایام حمل مین ایک دوسری کو سجدہ کرنے کا قصہ بیان فرماتے ہین کہ جسطرح اون دونون نے ایک دوسرے کے سامنے سجدہ معنوی یعنی انقیاد و اطاعت کے کیا تھا اسیطرح یہان بھی سجدہ سے مراد انقیاد و اطاعت ہی ہو اب حکایت سنو فرماتے ہین ۔

شرح حبیبی

مادر یحیی چو حامل بود از و	بود با مریم نشستہ دو بدو
مادر یحیی بہ مریم در نہفت	پیشتر از وضع حمل خویش گفت
کہ یقین دیدم درون تو شہے است	کہ اولوالعزم و رسول آگہے است
چون برابر اوفتادم با تو من	کرد سجدہ حمل من اے ذوالفطن
این جنین مر آن جنین را سجدہ کرد	کز سجودش در تنم افتاد درد
گفت مریم من درون خویش ہم	سجدۂ دیدم ازین طفل شکم

جب یحیی علیہ السلام کی مان حضرت یحیےٰ سے حاملہ تھین تو حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے بیٹھی ہوئی تھین یحیی علیہ السلام کی مان نے حضرت مریم سے چپکے سے اپنی وضع حمل سے پیشتر کہا ۔ کہ مجھ یقیناً تمھارے پیٹ مین کوئی بڑا شخص معلوم ہوتا ہی کہ اولوالعزم اور رسول عارف ہوگا کیونکہ جب مین تمھارے برابر واقع ہوئی تو میرے حمل نے سجدہ کیا اور اس بچے نے اس بچے کو یون سجدہ کیا کہ اوس کے سجدہ سے میرے جسم مین درد ہو گیا ۔ اس پر مریم علیہا السلام نے کہا کہ مین نے اپنے اندر بھی دیکھا کہ میرے بچے نے بھی تمھارے بچے کو پیٹ ہی مین سجدہ کیا ۔

حضرت یحیی اور مسیح علیہما السلام کا شکم مادر مین ایک دوسرے کو سجدہ کرنا

شرح شبیری ۔ مادر یحیی الخ یعنی حضرت یحیی علیہ السلام کی والدہ جب کہ اون سے حاملہ تھین تو ایک دن حضرت مریم کے سامنے بیٹھی تھین

مادر یحیےٰ الخ ۔ یعنی والدہ یحیےٰ علیہ السلام نے مریم علیہا السلام سے چپکے سے اپنے وضع حمل سے پہلے کہا کہ ۔

کہ یقین الخ ۔ یعنی کہ یقیناً مین نے دیکھ لیا ہے کہ تیرے اندر ایک بادشاہ ہے جو کہ اولوالعزم ہے اور رسول

آگاہ ہے۔ مطلب یہ کہ انھون نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو گیا کہ تمھارے حمل مین کوئی اُولو العزم نبی ہین اس لیے کہ۔
چون برابر۔ الخ۔ یعنی جبکہ مین تمھارے برابر مین آئی تو مین میرے حمل نے سجدہ کیا۔
این جنین الخ۔ یعنی اس جنین نے اوس جنین کو سجدہ کیا کہ اوسکے سجود کی وجہ سے میرے تن مین درد ہونے لگا اس لیے کہ آخر کچھ تو مرے تڑپے ہون سے گے کہ اون کے پیٹ مین درد ہونے لگا۔
گفت الخ۔ یعنی مریم علیہا السلام نے فرمایا کہ مین نے اپنے اندر بھی اس پیٹ کے بچہ سے سجدہ دیکھا ہے۔ مطلب یہ کہ میرے حمل نے بھی تمھارے حمل کو سجدہ کیا ہے اس قصہ پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام اور مادر یحیی علیہ السلام کو ایک مرتبہ کب حمل رہا ہے بلکہ اونکے حمل کا زمانہ اور ہے اور انکا زمانہ اور ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ہم اس قصہ کے صحت پر اڑتے نہین مان لیا کہ یہ غلط ہی سہی مگر جو اس سے مقصود ہے اور اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے اس مین تو اسکے غلط ہونے سے کوئی خلل واقع نہین ہوتا مطلب تو یہ ہو کہ جسطرح انھون نے ایک دوسرے کی طاعت کی تمکو بدرجہ اولے اطاعت ضروری ہے اب اگر یہ قصہ غلط بھی ہو تو کیا ہے یہ مدعا ثابت ہے یہ اعتراض تو اصل مین واقع ہوتا ہے مگر بعض بے وقوفون نے ایک اور اعتراض کیا ہے چونکہ اعتراض مہمل تھا اس لیے مولانا کو غصہ آگیا لہذا بہت ہی خفا ہو کر اونکا اعتراض نقل فرماتے ہین اور پھر اوسکا جواب بھی دیتے ہین۔

شرح حبیبی

ابلهان گفتند این افسانه را
خط بکش زیرا دروغست و خطا

زانکه مریم وقت وضع حمل خویش
بود از بیگانه دور و هم ز خویش

مریم اندر حمل جفت کس نشد
از برون شهر او واپس نشد

از برون شهر آن شیرین فسون
تا نشد فارغ نیامد خود درون

چون بزادش آنگهانش در کنار
برگرفته برد تا پیش تبار

مادر یحیی کجا دیدش که تا
گوید او را این سخن در ماجرا

این بداند کانکه اهل خاطرست
غائب آفاق او را حاضرست

پیش مریم حاضر آید در نظر
مادر یحیی که دورست از بصر

دیدها بسته ببیند دوست را
چون مشبک کرده باشد پوست را

ور ندیدش نز برون و نز درون
از حکایت گیر معنی ای زبون

نی چنان کافسانها بشنیده
همچو شین بر نقش او چفسیده

تا همی گفت آن کلیله بی زبان
چون سخن نوشد ز دمنه بی بیان

ور بدانستند لحن همدگر
فهم آن چون کرد بی نطق آن بشر

در میان شیر و گاو آن دمنه چون
شد رسول و خواند بر هر دو فسون

چون وزیر شیر شد گاو نبیل
چون ز عکس ماه ترسان گشت پیل

این کلیله دمنه جمله افتریست ورنه کے با زاغ لکلک را مریست

اے برادر قصه چون پیمانه ایست اندرو معنی مثال دانه ایست

دانهٔ معنی بگیرد مرد عقل ننگرد پیمانه را گر گشت نقل

ماجرای بلبل و گل گوش دار گرچه گفتی نیست آنجا آشکار

ماجرای شمع با پروانه تو بشنو و معنی گزین ز افسانه تو

گرچه گفتی نیست سر گفت هست هین ببالا پر مپر چون جغد پست

گفت در شطرنج کاین خانهٔ رخ است گفت خانه اش از کجا آمد بدست

خانه را بخرید یا میراث یافت فرخ آنکس کو سوئے معنی شتافت

گفت نحوی زید عمرا قد ضرب گفت چونش کرد بیجرمے ادب

عمرو را جرمش چه بد کان زید خام بے گنه او را بزد همچون غلام

گفت این پیمانهٔ معنی بود گیر معنی را که پیمانه است رد

زید و عمرو از بهر اعراب است و ساز گر دروغست آن تو با اعراب ساز

گفت نے من آن ندانم عمرو را زید چون زد بیگناه و بے خطا

گشت اولاچار و لاغی بر گشود عمرو یک واوے فزون دزدیده بود

زید واقف گشت و دزدش را بزد چونکه از حد برد او را حد سزد

گفت اینک راست پذرفتم بجان کژ نماید راست در پیش کژان

گر بگوئی احولے را مه یکے است گویدت کے دوست در وحدت شکیست

ور برو خندد کسے گوید دو است راست دارد این سزاے بدخو است

بر دروغان جمع می آید دروغ للخبیثات الخبیثون زد فروغ

دل فراخان را بود دست فراخ چشم کوران را عثار سنگلاخ

هرکه او جنس دروغست ای پسر راست پیش او نباشد معتبر

هرکرا دندان صدقے رسته شد از دروغ و از خباثت رسته شد

بیوقوف کہتے ہین کہ اس قصہ کو کاٹ دیجیے یہ غلط ہے اس لیے کہ مریم علیہا السلام وضع حمل کے وقت اپنون اور بیگانون سب سے دور تھین مریم علیہا السلام کو حمل کے زمانہ مین کسی سے اتصال ہی نہین ہوا اور بیرون شہر سے تا وضع حمل وہ واپس ہی نہین ہوئین اور جب تک وہ شیرین افسون یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام شغل بطن مادر سے فارغ نہ ہوگئے اور پیدا نہ ہوئے اس وقت تک وہ باہر سے شہر مین نہین آئین ہان جب وہ پیدا ہو گئے اس وقت اونکو گود مین لیکر اپنے عزیزون مین آئین پس ایسی حالت مین یحییٰ علیہ السلام کی مان نے اونکو کہان دیکھا کہ ان سے یہ واقعہ کہا ہو سو بات یہ ہے کہ اس واقعہ کی حقیقت وہی سمجھ سکتا ہے جو اہل دل ہو اور مغیبات عالم کا مشاہدہ کرتا ہو کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مادر یحییٰ گو بصر سے دور تھین مگر چشم قلب کے سامنے ہو سکتی ہین۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ

جب کوئی مجاہدات وریاضت سے اپنے جسم کو سوراخ دار بنا لیتا ہے یعنی حاجبیت کی صفت دل سے دور کرتا ہے تو وہ
اپنے دوست کو ظاہری آنکھیں بند کرکے بھی دیکھ سکتا ہے۔ اچھا ہم نے مانا کہ نہ اونھون نے آپکو چشم ظاہری
سے دیکھا تھا نہ چشم باطنی سے لیکن تمکو حکایت سے مقصود حاصل کرنا چاہیے۔ واقعہ کی تصدیق و تکذیب سے
کیا غرض۔ آخر تو ایسے اور فرضی قصے بھی تو سنتا ہی ہے اور انکو یون لیتا ہوا ہے جس طرح نشین لفظ نقش کو مثلاً
یہ کہ دمنہ سے کلیلہ نے یون کہا وغیرہ وغیرہ اچھا تبلا کہ کلیلہ دمنہ کی بات بدون گفتگو کے کیونکر سمجھ سکتا ہے اور اگر
وہ آپس مین ایک دوسرے کی گفتگو کو سمجھ سکتے تھے تو آدمی نے بدون گویائی انسانی کے کیسے سمجھا کہ کتاب
بنا دی۔ اور بیل اور شیر کے درمیان دمنہ قاصد کیسے بنا۔ اور کیسے دونون کو شیشے مین اتارا اور شیر کا وزیر
بیل کیونکر ہو گیا۔ اور ہاتھی چاند کے عکس سے کیونکر ڈر گیا۔ یہ کلیلہ سب اول سے آخر تک افترا ہے ورنہ
کجا گیدڑ کہان بیل کجا شیر۔ انکا آپس مین کیا جوڑ اور لکلک اور کوے کا کیا مقابلہ اور بات اصل وہی ہے جو ہمنے
کہی ہے یعنی یہ کہ قصہ پیمانہ کی مثل غیر مقصود ہے اور حقیقت اوس کے اندر مثل دانہ کے مقصود ہے پس عاقل
دانہ معنی کھولے لیتا ہے اور اگرچہ پیمانہ الفاظ بھی اسکے ساتھ منقول ہوتا ہے مگر اسپر نظر نہین کرتا۔ اور اوس کی
تحقیق و تفتیش کے درپے نہین ہوتا۔ خیر یہ قصہ تو ایک درجہ مین احتمال صدق رکھتا بھی ہے۔ لیکن جو قصے ایسے ہین
جنمین صدق کا احتمال ہی نہین تمکو ایسے قصے بھی سننا چاہئین اور ان سے حقیقت اخذ کرنی چاہیے پس تو
بلبل و گل کا قصہ سن اگرچہ وہان گفتار نہین اور شمع و پروانہ کا ماجرا سن۔ اور اس سے حقیقت اخذ کرلے گو یہان
گفتار نہین۔ مگر حقیقت گفتار تو ہے پس تجھے بلند پروازی اختیار کرنی چاہیے اور طالب معنی ہونا چاہیے اور الو
کیطرح پستی مین نہ اڑنا چاہیے۔ اور صورت مین نہ الجھنا چاہیے جیسے کسی نے شطرنج مین کہا تھا کہ یہ رخ کا گھر ہے تو
دوسرے نے کہا کہ رخ کے پاس گھر کہان سے آیا۔ کیا اوسنے خریدا تھا۔ یا اوسکو میراث مین ملا تھا۔ لاحول ولا قوۃ
ارے بہت مبارک ہے وہ شخص جو حقیقت کی طرف متوجہ ہو اور صورت کو نظر انداز کر دے۔ ایک حکایت اور یاد آگئی
ایک نحوی نے کہا زید ضرب عمرا۔ سامع نے کہا کہ زید نے عمرو کو بلاوجہ کیون مارا اور عمرو کا زید نے کیا قصور دیکھا تھا
کہ بلا قصور اوسکو غلام کیطرح مارا۔ اوسنے کہا کہ یہ مثال ہے۔ اور معنی سے اسکو وہی نسبت ہے جو پیمانہ کو دانہ سے
پس تم پیمانہ کو چھوڑ دو اور دانہ کو لے لو یعنی معنی اور مقصود مثال سمجھ لو۔ اور غیر مقصود کو چھوڑ دو یہ عمرو زید محض
اعراب سمجھانے کے لیے ہین۔ اگر یہ جھوٹ بھی ہو تو تمہارا کیا نقصان ہے۔ تم اعراب سے کام رکھو کہا مین
یہ نہین جانتا۔ مجھے تو یہ بتلاؤ کہ زید نے عمرو کو کیون بے قصور اور بلا خطا مارا۔ اسنے مجبور ہو کر ایک بیہودہ بات
کردی اور کہا کہ عمرو نے ایک واو زائد چرا لیا تھا۔ زید کو اطلاع ہو گئی اور اپنے چور کو مارا چونکہ اوسنے تعدی
کی تھی اس لیے اوسکی تادیب مناسب ہے۔ تب اوسنے کہا کہ اب تم نے ٹھیک کہا ہے اس کو مین دل سے
قبول کرتا ہون۔ بات یہ ہے کہ کج طبع اور کج فہم لوگونکو ٹیڑھی ہی بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔ اگر تم کسی احول
سے کہو کہ چاند ایک ہے تو کہیگا کہ یار ایک تو نہین معلوم ہوتا۔ اور اگر کوئی دل لگی مین اس سے کہے کہ چاند
دو ہین تو اوسکو صحیح سمجھیگا واقعی بدخصلت آدمی کی یہی سزا ہے کہ غلطی ہی مین پڑا رہے جھوٹون ہی کے ساتھ
جھوٹ جمع ہوتا ہے چنانچہ الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات قرآن مین روشن ہے۔ پس جو جھوٹ سے مناسبت

رکھتا ہے سچی بات کو صحیح نہ سمجھے گا - کیونکہ ہر چیز اپنا مناسب ڈھونڈھتی ہے - چنانچہ فراخ دل لوگون کا ہاتھ بھی فراخ ہوتا ہی اور اندھون کے لیے سنگلاخ کی ٹھوکر ہوتی ہے اور جسکے اندر سچائی کے دانت نکلے ہین یعنی جسکے اندر سچائی ظاہر ہوئی ہے وہ جھوٹ اور خباثت سے بچ گیا -

نادانون کا اس قصہ پر اشکال کرنا اور انکا جواب

شرح شبیری - ابلهان الخ - یعنی بیوقوف لوگ اس فسانہ کے متعلق کہتے ہین کہ اسکو کاٹ دو اس لیے کہ جھوٹ ہے اور غلط ہے -

زانکہ الخ یعنی اس سبب سے کہ مریم علیہا السلام اپنے وضع حمل کے وقت تو اپنے پرائے سب سے الگ اور دور تھین -

مریم الخ - یعنی مریم علیہا السلام حمل کے زمانہ مین کسی سے ملی ہی نہین اور وہ تو شہر کے باہر سے واپس ہی نہین ہوئین مطلب یہ ہے کہ مورخین لکھتے ہین کہ حضرت مریم علیہا السلام کو فوراً حمل رہا - اور وہ فوراً ہی جنگل گئین اور فوراً انکو وضع حمل ہوگیا - تو وہ تو حمل مین کسیکے پاس بیٹھی ہی نہین بلکہ وہ سیدھی جنگل کو گئین اور وہان سے بچہ لیے ہوئے آئین تو بھلا یحیی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ انکے پاس ایام حمل مین بیٹھین کب جو آپسمین حملین نے سجدہ کیا - اور اس اعتراض کا لچر ہونا ظاہر ہے ہان اعتراض وہی بھلا ہے کہ جب مریم علیہا السلام حاملہ ہوئی ہین تو یحیی علیہ السلام پیدا ہوچکے تھے - چونکہ یہ لچر اعتراض ہے اس لیے مولانا معترضین کو ابلہ بنا رہے ہین - ورنہ اگر یہ اعتراض سنتے تو شاید ہرگز خفا نہ ہوتے اور معترض کہتا ہے کہ -

ازبرون الخ - یعنی بیرون شہر سے وہ شیرین دم جب تک کہ فارغ نہ ہوچکین شہر کے اندر آئین ہی نہین -

چون بزادش الخ - یعنی جب اونکو جن لیا تو اسوقت گود مین اونکو لیکر کنبہ کے پاس تشریف لائین -

مادر یحیی الخ - یعنی یحیی علیہ السلام کی والدہ نے اون کو دیکھا ہی کب تاکہ وہ ماجرے کے طور پر اس بات کو بیان کرتین - یہانتک اعتراض ختم ہوا آگے جواب فرماتے ہین کہ -

این بداند الخ - یعنی اسکو تو وہ جانے کہ جو اہل دل ہو اور آفاق کا غائب اسکے لیے حاضر ہو مطلب یہ کہ جن حضرات کے سامنے حقائق اشیا منکشف ہین وہ اسکو سمجھ سکتے ہین اونکو ہرگز شبہ نہین ہوسکتا - اس لئے یہ بھی تو ممکن ہی کہ -

پیش مریم الخ - یعنی حضرت یحیی علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی نظر کے سامنے آگئی ہون اور بصر ظاہری سے دور ہون مطلب یہ کہ یہ ممکن ہی کہ اونھون نے آپس مین بذریعہ اشراق کے گفتگو کرلی ہو - اور سامنے آگئی ہون اور کشف ہوگیا ہو - یہ کیا ضرور ہی کہ حساً ہی سامنے ہوتین - جب ہی سامنے کہا جاتا اور یہ کچھ بعید نہین ہے اس لیے کہ -

دیدہ بستہ الخ - یعنی آنکھون کو بند کیے ہوئے ہی دوست کو دیکھ لیتا ہے جبکہ کوئی کھال کو چلنی بنالے مطلب یہ ہی کہ دیکھو اگر کسی کی آنکھون کے آگے چلنی لگی ہو تو اوسکو ساری چیزین نظر آتی ہن با وجودیکہ ایک حائل ظاہرا موجود ہے اسی طرح جو حضرات کہ اہل اللہ ہوتے ہین اون کی چشم قلب چونکہ روشن ہوتی ہے تو یہ حجب ظاہری مکانی اونکو ادراک سے مانع اور حائل نہین ہوتے - بلکہ اگر وہ ان چشمان ظاہر کو بند بھی کرلین تب بھی اونکو

اور اگر دیکھتا ہو تو اسیطرح حضرت مریم علیہا السلام نے اون سے اور اونھوں نے ان سے باتین کی ہون تو کیا عجب ہے یہ جواب تو اس معترض کے اعتراض کا ہو گیا اور سچ یہ ہے کہ اس اعتراض کا جواب بالکل کافی یہی ہے۔ آگے اس قصہ کو غلط تسلیم کر کے جواب دیتے ہین اور وہی ایک ایسا جواب ہے کہ جو سارے اعتراضونکو بند کر دیتا ہو فرماتے ہین کہ ور ندیدش۔ الخ۔ یعنی اور اگر اونھون نے اونکو نہ باہر سے دیکھا اور نہ اندر سے تو تو حکایت سے نتیجہ لے لے۔ مطلب یہ ہی کہ ہم نے مانا کہ یہ قصہ غلط ہی ہو اور کسی نے کسی کو نہ دیکھا اور نہ کسی سے بات کی مگر تم کو اس سے کیا۔ تم کو چاہیئے کہ اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے اوسکو نکالو۔ اور اس سے معنی اخذ کر کے اوسپر عمل کرو۔ یعنی اہل اللہ کا اتباع و توجہ کمال کرو تو اگر ہمارا یہ قصہ غلط ہی ہوا تو کیا ہوا اصل مقصود تو یہ نتیجہ ہے اور یہ دوسرے دلائل سے ثابت ہی تو اس کے غلط ہو جانے سے ہمارا مدعا تو ثابت رہا۔ اوسمین کیا خرابی آ گئی۔ ایک قصہ نہین ہے تو نہ سہی اور فرماتے ہین کہ۔
نے چنان الخ۔ یعنی کیا یہ بات نہین ہے کہ تم نے بہت سے افسانے سنے ہین اور نسین کی طرح اون کے نقش پر چپک گئے ہو مطلب یہ کہ جسطرح لفظ نقش کے ساتھ شین لگا ہوا ہے کہ جبتک یہ لفظ باقی ہے اوسکے ساتھ شین لگا ہوا ہے۔ اسی طرح تمنے بہت سے افسانے سنے ہین اور اونپر جم گئے ہو اور اونکو بالکل یقین کر لیا ہے تو اگر اسکو بھی مان لو گے تو کیا حرج ہو۔ اور قصے تو ایسے ایسے مشہور ہین کہ جن پر بہت ہی اعتراض سخت وارد ہوتا ہے جیسے کہ کلیلا اور دمنہ کا قصہ کہ بالکل خلاف عقل ہے کہ دو جانور اس طرح باتین کرین اور اگر کرین بھی تو اونکو ہر انسان سمجھ کر ضبط کرے۔ تو مگر ایسے قصون سے مقصود اصل وہ نتیجہ ہوتا ہے جس کو کہ افسانہ گو بعد مین نکالتا ہے۔ لہذا ہمارے اس قصہ سے بھی نتیجہ نکال لو اور اس پر عامل رہو۔ آگے یہی بیان فرماتے ہین کہ کلیلہ و دمنہ کا قصہ قابل اعتراض ہے مگر اصل مقصود اوس سے نتیجہ ہے۔
تا ہمیگفت الخ۔ یعنی یہانتک لوگ کہتے ہین کہ اوس کلیلہ نے بے زبان دمنہ کی بات بے بیان کئے ہوئے کس طرح سن لی ور بدانستند الخ یعنی اور اگر اونھون نے ایک دوسرے کی آواز سمجھ بھی لی مگر اس افسانہ گو نے بے نطق کے اونکی بات کو کسطرح سمجھ لیا در میان الخ۔ یعنی پھر شیر اور گائے کے درمیان وہ دمنہ رسول کس طرح بنا اور دونون پر کس طرح افسون پڑھ دیا اسلیئے کہ انکی تو سب کی زبانین اور آوازین مختلف تھین اگر آپس مین دمنہ اور کلیلہ نے کبھی باتین کی ہین مگر ان سب مین آپس مین گفتگو کس طرح ہوئی۔
چون وزیر الخ۔ یعنی شیر کا وزیر بیل کس طرح ہو گیا اور چاند کے عکس سے ہاتھی کس طرح ڈر گیا۔
این کلیلہ۔ الخ۔ یعنی یہ کلیلا اور دمنہ سب غلط ہے ورنہ کوے کے ساتھ لکلک کا کیا مقابلہ ہے مطلب یہ کہ کوئی معترض اس قصہ کلیلہ و دمنہ کو غلط کہے اور یہ کہے کہ بھلا آپس مین کوئی مناسبت بھی تو ہو کہان گیدڑ اور کہان شیر اور کہان بیل اور ہاتھی تو یہی کہا جاتا ہے کہ میان اس سے مقصود وہ نتیجہ ہے تو اسیطرح ہمارا قصہ اگر غلط ہی ہو تو کیا ہے مقصود اس سے نتیجہ ہے اوسکو نکالو اور اوسپر عامل ہو فرماتے ہین کہ۔
اے برادر الخ۔ یعنی ارے بھائی قصہ تو پیمانہ کی طرح ہے اور اوسکے اندر معنی دانہ کی طرح ہین۔
دانہ معنی الخ یعنی عاقل تو دانہ اور معنی کو لیتا ہے اور اگر پیمانہ منتقل بھی ہو جاوے تو وہ اوسکو نہین دیکھتا۔ مطلب یہ کہ اگر کسی پیمانہ مین دانہ بھرے رکھے ہین اور وہ پیمانہ کہین ایک طرف ہٹ گیا مگر دانے اوسی طرح رکھے

رہے تو جو عاقل ہی وہ اس پیمانہ کو ہرگز نہ پکڑے گا اور اوس کے درپے نہو گا بلکہ جب اوسکو دانہ حاصل ہے تو اوسکو کسی سے لینے کی ضرورت نہین تو اسی طرح قصہ مین جو بات قابل قبول ہے مرد عاقل تو اوسکو لے گا تو اگر وہ قصہ غلط بھی ہو جاوے مگر وہ امر ثابت رہے تو وہ قصہ کے درپے نہ ہو گا بلکہ وہ اوس نتیجہ پر قائم رہے گا اسلیے کہ وہی اصل ہے۔

گل اور بلبل اور پروانہ وغیرہ کی حالت کے بیان مین

ماجرائے الخ۔ یعنی بلبل اور گل کے ماجرے کو سنو اگرچہ کوئی بات اس جگہ ظاہر نہین ہے مطلب یہ کہ دیکھو بلبل کو گل کا عاشق بناتے ہین اور کہتے ہین کہ بلبل گل کی بیوفائیون کی شکایت کرتی ہے اور اپنی حالت کو رو رو کر سناتی ہے مگر کوئی کہدے کہ کس نے سنا ہو کہ وہ رو رہی ہو اور بیان کر رہی ہو بس معلوم ہوا کہ ایسی باتون کے غلط ہونے سے اصل مقصود غلط نہین ہوا کرتا۔ یعنی اوس کے رونے نہ دیکھنے سے یہ کب لازم آیا کہ اوسکو محبت گل بھی نہین ہے آگے اور اسی کی مثال دیتے ہین۔

ماجرائے الخ۔ یعنی شمع کا پروانہ کے ساتھ ماجرا سنو اور افسانہ سے معنی کو حاصل کرو۔

گرچہ گفتی الخ۔ یعنی اگرچہ کوئی آواز نہین ہے مگر بات کے اسرار ہین ارے عروج کر چند کیطرح پستی مین نزول مت کر مطلب یہ کہ دیکھو شمع و پروانہ کو آپس مین عاشق کہتے ہین مگر بظاہر کوئی عشق کی علامت نہین ہے تو اس سے تم نتیجہ حاصل کرو اور علوم و معارف حاصل کر و پستی مین مت رہو اسی کی اور مثال ہے کہ

گفت الخ۔ یعنی کسی شطرنجی نے شطرنج مین کہا کہ یہ رخ کا خانہ ہے تو دوسرے نے کہا کہ بھلا اوسکو یہ گھر کہان سے حاصل ہوا

خانہ را الخ۔ یعنی اوس نے گھر کو خریدا ہے یا میراث مین پایا ہے تو خوش نصیب وہ ہے جو کہ معنی کیطرف دوڑا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی شخص کے خانہ کو کہنے لگے کہ بھلا جناب اوسکو کہان سے حاصل ہوا اوسنے یہ گھر کیا میراث مین پایا تھا۔ یا کیا تو اس معترض کو بیوقوف ہی کہا جاوے گا اور اس کے اس اعتراض سے اوس رخ کے خانہ ہونے مین کوئی خرابی بھی واقع نہ ہو گی۔ اسی طرح اگر یہ قصہ غلط ہی ہو گیا تو کیا ہوا اصل مقصود مین کیا کھنڈت واقع ہو گی۔ پھر اسکو اور کھرل کرتے ہین کہ۔

گفت الخ۔ یعنی کسی نحوی نے کہا کہ قد ضرب زید عمرا تو دوسرا بولا کہ بھلا بخطا اوسکو کیون مارا۔

عمرو را الخ۔ یعنی عمرو کی کیا خطا تھی جو اوس زید خام خیال نے اوسکو غلام کی طرح بیگناہ مارا۔

گفت الخ۔ یعنی اوس نحوی نے کہا کہ الفاظ تو معنی کے پیمانے ہوتے ہین تم اوس کے گندم کو لے لو کہ پیمانہ تو ردی ہے

عمرو زید الخ۔ یعنی عمرو اور زید تو اعراب کے اور بنا کے واسطے ہین تو اگر یہ غلط بھی ہے تم اوس سے اعراب کے ساتھ موافقت کرو۔ یعنی اوس نحوی نے کہا کہ میان یہ تو اسلیے ہے کہ اس سے فاعل و مفعول کا اعراب معلوم ہو جاوے۔ تو اگر یہ غلط بھی ہو تو کیا ہے تم تو اس سے اعراب کو پہچان لو کہ وہی مقصود اصلی ہے۔

گفت الخ۔ یعنی وہ شخص بولا کہ مین بغیر اسکے سمجھون گا نہین کہ عمرو کو زید نے بیگناہ اور بخطا کس طرح مارا۔ یعنی جب نحوی نے وہ جواب دیا کہ مقصود کو حاصل کر تو تو یہ صاحب بولے کہ نہ صاحب میری تو سمجھ مین نہین آتا کہ بھلا

عمرو کو زید نے سیخا کیون مارا۔ اگر یہ سمجھ مین نہ آیا تو مین پڑھا بھی نہیں جب وسنادنے دیکھا تو اوسنے ایک بات نکالی۔
گفت الخ۔ یعنی نحوی نے آخر ایک مسخرگی کھوئی اور کہا کہ عمرو نے ایک داؤ زیادہ چرائی تھی۔
زید واقف الخ۔ یعنی زید واقف ہوگیا اور اوس کے چور کو اوسنے مارا اس لیے کہ جب حد سے کوئی گذر گیا تو اوسکو حد لگانا ہی لائق ہو مطلب یہ کہ اصل مین عمرو کے ایک داؤ جو اوسکے ساتھ لکھی جاتی ہے زیادہ چرائی تھی۔ زید کو خبر ہوئی تو اوس نے اوس سے مانگی مگر اوس نے نہین دیا لہٰذا زید نے اوسکو پیٹا یہ جواب جیسا تو بیہودہ ہے سب کو معلوم۔ کیا ضرب زید عمرو سے یہی مقصود ہو۔ مگر چونکہ کج فہم تھا اس لیے اسکو قبول کیا اور بہت خوش ہوا کہ ہان آخر یہ بات نکلی نہ۔ تو مولانا آگے فرماتے ہین کہ جو کج ہوتے ہین وہ کج ہی بات کو قبول کرتے ہین۔ فرماتے ہین کہ۔

باطلون کا باطل ہی بات کو قبول کرنا

گفت الخ۔ یعنی اوس معترض نے کہا کہ ہان اب ٹھیک ہو مین نے دل و جان سے قبول کیا۔ (مولانا فرماتے ہین کہ ٹیڑھے کو سیدھی بات ٹیڑھی نظر آیا کرتی ہو (اور ٹیڑھی درست) آگے اسکی ایک مثال ہو کہ۔
گر بگوئی الخ۔ اگر کسی بھینگے سے کہو کہ چاند ایک ہے تو وہ تم سے کہیگا کہ بھائی ایک ہونے مین تو شبہ ہے۔
ور بدو خندد الخ۔ یعنی اور اگر کوئی اوس سے مذاق کرے اور کہدے کہ ہان دو ہی ہین تو اب ٹھیک سمجھے گا۔
اور بدخوئی یہی سزا ہے کہ اوسکو دھوکہ مین رکھا جاوے جیسا کہ حضرت حافظ رح فرماتے ہین ؎ با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی + بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی + آگے مولانا رح فرماتے ہین کہ۔
بر دروغان الخ۔ یعنی جھوٹون پر تو جھوٹ ہی جمع ہوتا ہے (اور اس مضمون کو) الخبیثات للخبیثون نے فروغ دیدیا ہو
ہر کہ ادالخ۔ یعنی اے صاحبزادے جو شخص کہ جھوٹ کی جنس سے ہوتا ہے اوس کے سامنے سچ معتبر نہین ہوا کرتا۔ اس لیے کہ وہ اوس کے مناسب ہوتا ہی نہین اور جو شے کہ آپس مین مناسب ہوتی ہین وہی ملا کرتی ہین اور ایک دوسرے کے پاس آتی ہین ورنہ ایک دوسرے سے الگ رہتی ہین آگے متناسبین کے جمع ہونے کی نظائر بیان فرماتے ہین کہ۔
دل فراخان الخ۔ یعنی دل فراخ لوگون کا ہاتھ تو فراخ ہوتا ہے اور اندھونکو سنگلاخ زمین کی ٹھوکرین۔ اسیطرح جھوٹون کو جھوٹ سے اور سچے کو سچون سے مناسبت ہوتی ہے آگے فرماتے ہین کہ۔
ہر کرا الخ۔ جسکے دانت کہ سچائی سے بجے ہین۔ وہ جھوٹ سے اور خباثت سے چھوٹ گیا۔ اور جو کہ ایسا نہین ہے اوسکو کذب ہی سے رغبت ہوتی ہے۔ تو اسیطرح جو لوگ کہ ظاہرین ہوتے ہین اونکو صرف الفاظ ہی سے رغبت ہوتی ہے وہ معانی کیطرف التفات ہی نہین کرتے جیسا کہ اوپر گذرا کہ حکایت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام سے جو مقصود تھا اوسکو تو سمجھا نہین صرف الفاظ کو دیکھکر بول اوٹھے کہ ارے یہ تو غلط ہے پس جو الفاظ مین رہتا ہو وہ ہمیشہ سرگردان رہتا ہے اور مقصود کبھی حاصل نہین ہوتا۔ جیسا کہ ایک اور حکایت سے معلوم ہوتا ہو آگے اوس حکایت کو بیان فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

گفت دانائے برائے داستان	کہ درختے ہست در ہندوستان

هر کسی کز میوهٔ او خورد و برد
نی شود او پیر نی هرگز بمرد

پادشاهی این شنید از صادقی
بر درخت و میوه‌اش شد عاشقی

قاصدی دانا ز دیوان ادب
سوئے هندوستان روان کرد از طلب

سالها میگشت آن قاصد ازو
گرد هندوستان برای جستجو

شهر شهر از بهر این مطلوب گشت
نی جزیره ماند نی کوه و نه دشت

هر کرا پرسید کردش ریشخند
کاین بجوید جز مگر مجنون بند

بس کسان صفعش زدند اندر مزاح
بس کسان گفتند کای صاحب فلاح

جستجوئی چون تو زیرک سینه صاف
کی تهی ماند کجا باشد گزاف

وین مراعاتش یکی صفع دگر
وین ز صفع آشکارا سخت‌تر

می ستودندش بتسخر کای بزرگ
در فلان اقلیم بس هول و سترگ

در فلان بیشه درختی هست سبز
بس بلند و پهن و هر شاخیش گبز

قاصد شه بسته در جستن کمر
می شنید از هر کسی نوع دگر

بس سیاحت کرد آنجا سالها
می فرستادش شهنشه مالها

چون بسی دید اندران غربت تعب
عاجز آمد آخر الامر از طلب

هیچ از مقصود اثر پیدا نشد
زان غرض غیر خبر پیدا نشد

رشتهٔ امید او بگسسته شد
جستهٔ او عاقبت ناجسته شد

کرد عزم بازگشتن سوی شاه
اشک می‌بارید و می‌برید راه

بود شیخی عالمی قطبی کریم
اندران منزل که آیس شد ندیم

گفت من نومید پیش او روم
زآستان او بره اندر شوم

تا دعای او بود همراه من
چونکه نومیدم من از دلخواه من

رفت پیش شیخ با چشم پر آب
اشک می بارید مانند سحاب

گفت شیخا وقت رحم و رأفت است
ناامیدم وقت لطف این ساعت است

گفت واگو کز چه نومیدیستت
چیست مطلوب تو رو با چیستت

گفت شاهنشاه کردم اختیار
از برای جستن یک شاخسار

که درختی هست نادر در جهات
میوهٔ او مایهٔ آب حیات

سالها جستم ندیدم زو نشان
جز که طنز و تسخر این سرخوشان

شیخ خندید و بگفتش ای سلیم
این درخت علم باشد در علیم

بس بلند و بس شگرف و بس بسیط
آب حیوانی ز دریای محیط

تو بصورت رفته‌ای ای بیخبر
زان ز شاخ معنی بی بار و بر

که درختش نام شد گه آفتاب — گاه بحرش نام گشت و گه سحاب

آن یکی کش صد هزار آثار خاست — کمترین آثار او عمر و بقاست

گرچه فرد است او اثر دارد هزار — آن یکی را نام شاید بی شمار

آن یکی شخصے ترا باشد پدر — در حق شخص دگر باشد پسر

در حق دیگر بود قهر و عدو — در حق دیگر بود لطف و نکو

در حق دیگر بود او عم و خال — در حق دیگر بود هیچ و خیال

صد هزاران نام و او یک آدمی — صاحب هر وصفش از وصفے عمی

هر که جوید نام گر صاحب ثقه است — همچو تو نومید و اندر تفرقه است

تو چه بر چفسی برین نام درخت — تا بمانی تلخکام و شوربخت کم

صورت ظاهر چه جوئی ای جوان — رو معانی را طلب اے پهلوان

صورت ظاهر بود چون قشر و پوست — معنی اندر وے چو مغز ای یار دوست

درگذر از نام بنگر در صفات کم — تا صفاتت ره نماید سوئے ذات

گم شوی در ذات و آسائی ز خود — چشم تو یکرنگ بیند نیک و بد

اختلاف خلق از نام اوفتاد — چون بمعنے رفت آرام اوفتاد

اندرین معنی مثالے خوش شنو — تا نمائی تو اسامی را گرو

کسی دانا نے قصہ کے طور پر کہا کہ ہندوستان مین ایک درخت ہے جو شخص اوسکا میوہ کھا لیتا ہے نہ تو وہ مرتا ہے اور نہ بڈھا ہوتا ہے ایک بادشاہ نے ایک سچے شخص کی زبانی یہ بات سنی تو اوس درخت اور پھل پر عاشق ہوگیا۔ اپنے دیوان ادب سے ایک قاصد اوسکی تلاش کے لیے روانہ کیا وہ قاصد اوس کی جستجو مین برسون گھومتا رہا۔ ہر ہر شہر مین اسکی تلاش مین گیا نہ کوئی جزیرہ بچا نہ کوئی پہاڑ نہ کوئی جنگل جس سے پوچھتا تھا وہی اوس پہ ہنستا تھا۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اس درخت کو وہی تلاش کر سکتا ہے جو مجنون اور لائق قید ہو بہت سے لوگ مذاق مین اوس کے چپت لگاتے تھے بہت سے لوگ استہزاءً کہتے تھے کہ اے کامیاب یہ لوگ تو بیہودہ ہین جو تجھپر ہنستے ہین بھلا تجھسے دانا اور روشن ضمیر کی جستجو کہین خالی جا سکتی ہے۔ اور لغو ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہین بس تجھسے شخص کی طلب ہی دلیل ہے اوس کے وجود کی اور علامت ہے اوسکے ملنے کی۔ یہ خاطرداری اسکے لیے ایک اور چپت ہوتی تھی۔ جو اس محسوس چپت سے سخت ہوتی تھی لان جراحات السنان لها التیام ولا یلتام ما جرح اللسان۔ کبھی لوگ مسخرہ پن سے بیان کرتے تھے کہ جناب وہ عظیم الشان درخت فلان جگہ ہے اور فلان جنگل مین ایک سرسبز درخت ہے جو بہت اونچا اور بڑا ہیبتناک ہے اور جسکے ڈالے بہت موٹے موٹے ہین۔ (وہ تمھارا مطلوب ہے) یہ سن کر قاصد اوسکو تلاش کرنے پر آمادہ ہوتا تھا اور جب وہان اوسکو نہ پاتا تھا اورون سے دریافت کرتا تھا تو وہ اور کچھ پتے بتاتا تھا۔ غرض ہر ایک اوسکی علیحدہ علیحدہ نشانیان بیان کرتا تھا۔ القصہ اسنے وہان بہت برسون تک سیاحی کی اور بادشاہ بہت کچھ مال اوسکے پاس بھیجتا رہا گو

پھلا اس سفر مین اسنے بہت کچھ تکلیفین اٹھائین تو بالآخر طلب سے عاجز ہوگیا کیونکہ مقصود کا کچھ بھی پتہ نہ لگا۔ اور سوا
خبر کے اور کچھ بھی معلوم نہوا اسکی امید کا رشتہ ٹوٹ گیا اور اسکا کیا دھرا سب برباد ہوگیا۔ تب اوسنے بادشاہ کی
حضور مین واپسی کا ارادہ کیا۔ وہ اپنی ناکامی پر روتا جاتا تھا اور رستہ قطع کرتا جاتا تھا۔ جس منزل کا وہ ناامید
شخص ندیم ہوا تھا یعنی جس منزل کو وہ طے کر رہا تھا اتفاقاً وہان ایک شیخ اور عالم اور قطب کریم رہتے تھے اسنے
کہا کہ مین ناامید ہوکر ابان بزرگ کے پاس جاتا ہون اور انکے آستانہ سے ہوکر پھر کہین جاؤنگا تاکہ انکی دعا
بھی میرے شامل حال ہو۔ کیونکہ مطلوب سے تو مین ناامید ہی ہوچکا ہون یہ سوچکر وہ روتا ہوا شیخ کے پاس گیا اسکے
رونے کی یہ حالت تھی جیسے مینہ برس رہا ہو اور وہان جا کر عرض کیا کہ حضور یہ رحم اور مہربانی کا وقت ہے چونکہ
مین ناامید ہون اس لیے مہربانی کا یہی وقت ہے ارشاد ہوا کہ بیان کرو تمہین کس بات سے ناامیدی ہے تمہارا
مطلوب کیا ہے اور کسکی طرف تمہاری توجہ ہے اوسنے کہا حضور بادشاہ نے مجھے ایک درخت کے تلاش کرنے کیلیے
منتخب کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اطراف ہند مین ایک عجیب درخت ہے جس کا پھل مادۂ آب حیات ہے۔ مین نے برسون
ڈھونڈھا مگر مجھے اوسکا پتہ نہین چلا۔ اور کچھ بھی مجھے نہ ملا بجز ان اوباشون کے طنز اور تمسخر کے۔ شیخ ہنسے اور فرمایا
کہ ارے بھولے آدمی وہ درخت کوئی حقیقی درخت نہین ہے بلکہ وہ درخت علم ہے۔ یہ درخت نہایت بلند اور بہت
پھیلا ہوا اور بہت عجیب ہے یہ دریاے محیط حق سبحانہ سے نکلا ہوا آب حیات ہے چونکہ تم صورت کیطرف
چلدیے اور اس سے تمنے درخت صوری سمجھا اس لیے تم شاخ معنی سے بے بار و بر رہے اور معنی سے تم منتفع
نہ ہوسکے تم چونکہ صورت کی طرف چلدیے راہ راست سے بھٹک گئے اس لیے تم کو مطلوب نہ ملا۔ کیونکہ معنی
کو تو چھوڑ ہی دیا۔ جس سے مطلوب کا سراغ لگتا پھر مطلوب کیونکر ملے بات یہ ہے کہ علم ایک شے ہے اوسکے
مختلف جہات سے مختلف نام ہین کبھی اوسکو درخت کہتے ہین کیونکہ لوگ اوسکے ثمرات سے منتفع ہوتے ہین کبھی اوسکو
آفتاب کہتے ہین اس لیے کہ نور معنوی عطا کرتا ہے اور کبھی سمندر کیونکہ اوسکی کوئی حد و نہایت نہین۔ کبھی سحاب
کہ اس سے آدمی کو حیات حاصل ہوتی ہے غرض وہ ایک شئے ہے جس سے لاکھون آثار پیدا ہوتے ہین اور
سب سے کم درجہ کا اثر اوسکا یہ ہے کہ اس سے عمر ابد حاصل ہوتی ہے ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق الخ وہ گو
ایک شئے ہے مگر آثار اوسکے ہزارون ہین۔ اس لیے اس ایک شئے کے نام بھی ہزارون ہین اور اس کثرت
اسما اور کم علمی کے سبب اختلاف واقع ہوتا ہے اور طالب کے لیے ناکامی اور محرومی رونما ہوتی
ہے۔ اختلاف تو اس لیے ہوتا ہے کہ کوئی ایک اسم کو ایک شئے کے لیے ثابت کرتا ہے دوسرا اوس سے
اوسکی نفی کرتا ہے اور محرومی اس لیے کہ جب وہ اس اختلاف کو دیکھے گا تو مبہوت ہو جائے گا نیز اگر تم
مسمّٰی لیکن اس اسم سے ناواقف ہین تو کوئی بھی پتہ نہ بتا سکے گا مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص ہے کہ وہ تمہارا باپ
ہے اور دوسرے کا بیٹا۔ ایک کے لیے غضب اور دشمن ہے دوسرے کے لیے لطف۔ ایک شخص کا چچا ہے
دوسرے کا ماموں اور ایک شخص کے لیے کچھ بھی نہین بلکہ اوس کے لیے محض وہم و خیال ہے غرض وہ ایک شخص ہے
اوسکے ہزارون نام ہین۔ اب فرض کرو کہ اوسکے تمام ناموں کو کوئی نہین جانتا بلکہ ہر شخص صرف اوس وصف
کو جانتا ہے جسکا اوس سے تعلق ہے باپ صرف یہ جانتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ بیٹا صرف یہ جانتا ہے کہ میرا

باپ ہے۔ علی ہذا القیاس۔ پس اگر کوئی شخص اوسکو ایک نام سے تلاش کرے تو وہ لا محالہ تفرقہ مین پڑے گا۔ اور محروم ہوگا کیونکہ اگر وہ یہ دریافت کرے کہ فلان کا بیٹا کہان ہے تو دو صورتین ہونگی۔ یا تو مسئولین مین سے کوئی اوسکو اس پتہ سے جانتا ہے۔ یا نہین۔ بصورت ثانیہ محرومی ظاہر ہے اور بصورت اولے اختلاف ہوگا۔ ایک کہے گا میرا بیٹا فلان ہے دوسرا کہے گا وہ سکا بیٹا نہین میرا باپ ہے۔ تیسرا کہے گا اسکا باپ نہین میرا چچا ہے علی ہذا القیاس اس صورت مین سائل مبہوت ہو جاوے گا اور محروم رہے گا پس تو اسم درخت مین کیا اولجھتا ہے اسکا انجام تیری تلخ کامی اور شور بختی ہوگا۔ اور تو صورت ظاہر کو کیا تلاش کرتا ہے جا حقائق طلب کر صورت اور ہیئت نہایت حقیر شئے ہے اور چھلکے کی طرح غیر مقصود مغز اور مقصود تو معنی ہین لہذا معنی کو طلب کرنا چاہئے۔ اب مولانا فرماتے ہین کہ تجھے معلوم ہو گیا کہ اسمار معنی کے مقابلہ مین کوئی وقعت نہین رکھتے ہین اور وہ مطلوب نہین ہین پس تو اسمار ہی مین مت اولجھا رہ بلکہ اسمار سے صفات کی طرف ترقی کر کہ وہ اسمار کے مقابلہ مین معانی ہین تاکہ صفات تجھے ذات کی طرف رہنمائی کرین جو صفات کے مقابلہ مین معنی ہے۔ جب تو مشاہدہ ذات مین محو ہو جائیگا اس وقت خودی سے چھوٹ جاوے گا۔ اور تیری نظر مین نیک و بد سب ایک رنگ دکھائی دینگے یعنی بعض حیثیات سے اور وہ حیثیت مظہریت الٰہیہ ہے دیکھو یہ جو مخلوق مین اختلاف واقع ہے یہ سب نام ہی کے باعث ہے اور جب کوئی شخص حقیقت تک پہونچ جاتا ہے بس سکون ہو جاتا ہے اس کے متعلق ہم ایک نہایت عمدہ مثال بیان کرتے ہین تاکہ تو اوس سے عبرت حاصل کرکے محض نامون ہی کا پابند نہو۔

ایک شخص کا اوس درخت کو تلاش کرنا کہ جو کوئی اُسکو کھالے وہ کبھی مرے نہین

شرح شبیری۔ گفت دانائے الخ۔ یعنی ایک شخص نے حکایت کے طور پر یہ کہا کہ ایک درخت ہندوستان مین ایسا ہے ہر کسے الخ۔ یعنی جس کسی نے اوس مین سے کھا لیا وہ نہ تو بڈھا ہوا اور نہ کبھی مرا۔

پادشاہے الخ۔ یعنی ایک بادشاہ نے ایک سچے آدمی سے اسکو سن لیا تو اوس درخت اور اس میوہ پر عاشق ہوگیا

قاصد دانا الخ۔ یعنی مجلس ادب مین سے ایک قاصد دانا کو ہندوستان کی طرف تلاش کرنے کو روانہ کیا۔

سالہا میگشت الخ۔ یعنی اوس بادشاہ کا قاصد برسون تک جستجو کے لیے ہندوستان کے گرد پھرتا رہا۔

شہر شہر الخ۔ یعنی اس مطلوب کے لیے شہر شہر مین پھرا نہ کوئی جزیرہ باقی رہا نہ پہاڑ نہ جنگل (سب جگہ تلاش کیا)

ہر کرا پرسید الخ۔ یعنی جس سے یہ پوچھتا وہ اس کا مذاق اُڑاتا کہ اسکو تو سوائے مجنون لائق بندھنے کے اور کوئی تلاش نہ کرے گا مطلب یہ کہ لوگ کہتے تھے کہ بھلا اسکا تلاش کرنا تو بالکل بیوقوفی ہے۔

بس کسان الخ۔ یعنی بہت سے لوگ تو مذاق مین اوس کے چپت مارتے اور بہت سے لوگ (مذاق سے) کہتے کہ اجی حضرت جستجوئے چو تو الخ۔ یعنی آپ جیسے دانا اور سینہ صفا کی تلاش کب خالی جاسکتی ہے اور کب بیہودہ ہو سکتی ہے حضرت جناب کو ضرور گوہر مقصود ہاتھ آوے گا۔ مولانا فرماتے ہین کہ۔

وین مراعاتش الخ۔ یعنی اور یہ اونکی مراعات کرنا ایک دوسرا چپت تھا اور یہ اوس ظاہری چپت سے بھی

زیادہ سخت تھا۔ اس لیے کہ ۵ جراحات السنان لہا التیام + ولایلتام ماجرح اللسان۔
می ستودند الخ۔ یعنی مسخرہ پن سے اوسکی تعریف کرتے تھے کہ حضرت فلان جگہ ایک بہت بڑا درخت تھا۔
در فلان الخ۔ یعنی فلان جنگل مین ایک درخت سرسبز ہے بہت ہی بلند ہے اور خوفناک ہے اور اوسکی ہر شاخ بڑی موٹی ہے۔ لہذا ضرور ہو کہ جناب جسکو تلاش کر رہے ہین وہی ہو گا غرضیکہ اوسکو خوب مسخرہ بنا رکھا تھا اور اوسکی یہ حالت تھی کہ۔
قاصد شہ الخ۔ یعنی قاصد شاہ تلاش کرنے مین کمربستہ تھا اور ہر شخص سے ایک نئی بات سن رہا تھا۔
بس سیاحت الخ۔ یعنی اوس جگہ اوس نے سالہا سال تک سیاحت کی اور بادشاہ سفرخرچ کیلیے مال روانہ کرتا تھا۔
چون بسے دید الخ۔ یعنی جب اوس سفر مین بہت تعب دیکھا تو آخرکار تلاش سے عاجز رہگیا۔
ہیچ الخ۔ یعنی مقصود کا کوئی اثر ظاہر نہوا اور اس مقصود سے سوائے خبر کے اور کچھ حاصل نہ ہوا بس اتنی خبر تو تھی کہ ہو مگر یہ کہ کہان ہے اس ہی کا پتہ نہ چلا۔
رشتۂ امید الخ۔ یعنی اوسکی امید کا تاگا ٹوٹ گیا اور اسکا تلاش کیا ہوا آخرکار بے تلاش کیا ہوا ہو گیا مطلب یہ کہ جب بہت تلاش کیا اور نہ ملا تو ناامید ہو گیا اور باوجود اسقدر تلاش کے ایسا ہو گیا کہ گویا کہ تلاش ہی نہین کیا۔
کرد عزم الخ۔ یعنی اوسنے بادشاہ کی حضور مین واپسی کا قصد کر لیا اور روتا جاتا تھا اور چلتا جاتا تھا یعنی اپنی ناکامی پر افسوس کر رہا تھا۔ اور بادشاہ کے پاس واپس جا رہا تھا۔

ایک بزرگ کا اس شخص کو اس درخت کا پتہ بتلانا

بود شیخے الخ۔ یعنی ایک بزرگ عالم قطب کریم بھی اوس منزل مین تھے جہان کہ وہ ندیم شاہ ناامید ہو کر جا رہا تھا۔
گفت الخ۔ یعنی اوسنے سوچا کہ مین ناامید ہو کر اونکی خدمت مین حاضر ہوں اور اونکے آستانہ سے راستہ پر ہونگا مطلب یہ کہ وہ ناامید ہو کر جا رہا تھا راستہ مین سنا کہ کوئی بزرگ ہین تو دل مین سوچا کہ لاؤ اونکے پاس ہوتے چلین شاید اگر کچھ پتہ چل گیا تو اونکے بتانے کے موافق راہ پر لگ لونگا۔
تا دعائے الخ۔ یعنی تاکہ اوسکی دعا میرے ہمراہ ہو جاوے جبکہ مین اپنے مطلوب سے ناامید ہون مطلب یہ کہ ناامید دیکھکر شاید رحم کر کے دعا کر دین اور مقصود حاصل ہو جاوے۔
رفت پیش شیخ الخ۔ یعنی روتے ہوئے شیخ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور آنسو بارش کی طرح برس رہے تھے۔
گفت الخ۔ یعنی عرض کیا کہ حضرت یہ وقت رحم اور مہربانی کا ہے مین ناامید ہون یہی لطف کی گھڑی ہے
گفت الخ۔ یعنی شیخ نے فرمایا کہ بیان تو کرو کہ ناامیدی کس وجہ سے ہے اور تمھارا مطلوب کیا ہے اور کسکی تلاش ہے۔
گفت الخ۔ یعنی اوس نے عرض کیا کہ بادشاہ نے مجھے ایک درخت کی تلاش کے واسطے منتخب کیا ہے اور فرمایا تھا کہ درختے الخ یعنی ایک درخت اطراف ہندوستان مین عجیب ہے کہ اوسکا میوہ آب حیات ہے۔
سالہا جستم الخ۔ یعنی مینے سالہا سال تک تلاش کیا مگر اوسکا کوئی نشان نہ ملا بجز ان شریر لوگون کے تمسخر کرنیکے یعنی لوگ مجھ سے تمسخر کرتے ہین مگر اوسکا کچھ پتہ نہین چلتا۔
شیخ خندید الخ۔ یعنی شیخ ہنسے اور اوس سے کہا کہ ارے سیدھے میان یہ علم کا درخت ہے اے علیم مطلب

آنکہ اون شیخ نے کہا کہ ارے میان وہ درخت جسکی تمہین تلاش ہے اور جسکو کہ حیات ابدی حاصل ہوتی ہو وہ درخت علم ہے اور جسنے بتایا ہے اوسکی یہی مراد ہے اوس درخت کی یہ حالت ہے کہ

پس بلند و الخ۔ یعنی بہت بلند ہے اور بہت قوی ہے اور بہت پھیلا ہوا ہے وہ ایک آب حیوان ہے ایک دریائے محیط سے۔ دریائے محیط سے مراد عالم غیب ہے مراد یہ کہ وہ علم بہت بلند اور قوی درخت ہے اور وہ ایک آب حیوان ہے جو کہ عالم غیب سے آتا ہے اور فرمایا۔

تو بصورت الخ۔ یعنی ارے بےخبر تو صرف صورت کو لیے ہوئے ہے اسی لیے شاخ معنی سے بے بار بر ہے یعنی تو توجہ صرف الفاظ کو دیکھ رہا ہے اور درخت حسی کی تلاش مین ہے اسی لیے اوس درخت معنی سے بے بہرہ ہے

تو بصورت الخ۔ یعنی تو صورت پر گیا ہوا ہے اور گم ہو رہا ہے اسی لیے تجھے ملتا نہین کہ تو نے معنی کو چھوڑ رکھا ہے۔ اگر تو اصل اور معنی کو تلاش کرتا تو ابتک حاصل کر لیتا اور نام کا کیا ہے نام کی تو یہ حالت ہے کہ۔

گہ درختش الخ۔ یعنی کبھی اوس کا درخت نام ہوا ہے اور کبھی آفتاب کبھی اوسکا نام بحر ہے اور کبھی سحاب ہے۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ ایک ہی ہے کہ اوس کے لاکھون آثار پیدا ہوئے اور سب سے کم اثر اوسکا عمر باقی ہے کہ علم سے حاصل ہوتی ہے

گرچہ فرد ست الخ۔ یعنی اگرچہ وہ اکیلا ہے مگر اوس کے آثار ہزارون ہین اور ایک ہی شئے کے بیشمار نام ہوتے ہین آگے اس بیشمار اثر اور نام ہونے کی ایک نظیر لاتے ہین کہ۔

آن یکے الخ۔ یعنی ایک ہی شخص تمہارا تو باپ ہے اور دوسرے کے حق مین بیٹا ہے۔

در حق دیگر الخ۔ یعنی وہی شخص اور دوسرے کے حق مین قہر ابر دشمن ہے اور پھر دوسرے کے حق مین سراسر لطف ہو اور نیک ہو۔

در حق دیگر الخ۔ یعنی اوس دوسرے کے حق مین وہی چچا اور ماموں ہے اور اورون کے حق مین وہم و خیال ہے یعنی وہ کچھ سمجھے ہی نہین بالکل ایک لاشئے محض خیال کرتے ہین۔

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھون نام ہین اور وہ ایک آدمی ہے اور ہر وصف والا دوسرے وصف سے اندھا ہے مطلب یہ کہ جس کے لیے وہ دشمن ہے اوسکے حق مین اوسکی نیکی کی صفت بالکل معدوم ہے تو ہر وصف والے کو دوسرے کی خبر نہین اسی طرح علم ایک شئے ہے مگر اوس کی تعبیرات مختلف ہین۔ مگر جو ایک مین لگ گیا وہ دوسری سے بےخبر ہے اسی طرح یہ شخص جو نام مین لگ گیا تھا تو اوسکے معنی سے اندھا تھا آگے فرماتے ہین کہ۔

ہر کہ الخ۔ یعنی جو شخص کہ نام کو تلاش کرے اگرچہ کیسا ہی بزرگ ہو وہ تیری طرح نا امید اور پراگندگی مین ہے۔

تو چہ الخ۔ یعنی تو اس درخت کے نام پر کیا چپکا ہوا ہے یہان تک کہ ناکام اور شور بخت ہے (تجھے چاہیے کہ حقیقت اور معنی کی تلاش کرے)

صورت ظاہر الخ۔ یعنی اے جوان تو صورت کو کیا تلاش کر رہا ہے جا معانی کو ڈھونڈھ اے پہلوان۔

صورت الخ۔ یعنی صورت ظاہری تو مثل قشر کے اور پوست کے ہوتی ہے اور اوسکے اندر معنی مغز کیطرح ہوتے ہین ای یار باصفائے دوست۔

درگذر الخ۔ یعنی نام سے درگذر اور صفات کو دیکھ تاکہ صفات تیری رہنمائی ذات تک کرین۔ یعنی صفات پر

نظر کرنے سے ذات ملتجا دیکھی ورنہ نام ہی مین لگے رہو گے اور جب ذات تک رسائی ہوجاویگی تو یہ حالت ہوگی کہ۔
گم شوی الخ یعنی تم ذات مین گم ہو جاوگے اور اپنے سے آرام سے ہو جاوگے اور تمہاری آنکھ سب نیک و بد کو ایک رنگ دیکھے گی۔ مطلب یہ کہ معانی اور حقیقت کیطرف التفات کرو کہ اوس سے ذات حق تک رسائی ہوگی اور درجہ فنا حاصل ہوگا۔ پھر اپنی بھی خبر نہ رہے گی اور تمام افعال وغیرہ سب اوسی طرف سے نظر آوینگے۔ مقصود یہ ہے کہ تم کو چاہئے کہ تجلی افعالی سے تجلی صفاتی اور تجلی صفاتی سے تجلی ذاتی کو حاصل کرو کہ پھر اپنی بھی خبر نہ رہے۔
اختلاف الخ۔ یعنی مخلوق کا اختلاف نام ہی کی وجہ سے پڑا ہے اور جب معنی کیطرف گئے تو آرام ہو گیا۔ اس لیے کہ اصل اور حقیقت ایک ہی ہے اوسکی تعبیرات مختلف ہین۔
اندرین الخ۔ یعنی اس معنی مین ایک عمدہ مثال سُنو تاکہ تم نامون ہی مین گرو نہ رہو مطلب یہ کہ ہم نے جو کہا ہی کہ اختلاف اسما ہی کی وجہ سے ہے ورنہ حقیقت ایک ہے اور جسنے حقیقت پر نظر کی اوسنے سب کچھ پالیا اس معنی مین ایک مثال سنو جس سے یہ واضح ہو جاویگا۔ آگے اوس مثال کو بیان فرماتے ہین کہ۔

متن مثنوی

چار کس را داد مردے یک درم	ہر یکے از شہر افتادہ بہم
فارسی و ترک و رومی و عرب	جملہ باہم در نزاع و در غضب
فارسی گفتہ کہ این را چون کنیم	این بیا تا این با نگور بے دہم
آن یکے دیگر عرب بُد گفت لا	من عنب خواہم نہ انگور اے دغا
آن یکے ترکی بُد او گفت ای کوزم	من نمیخواہم عنب خواہم اوزم
آن یکے رومی بگفت این قیل را	ترک کن خواہم من استافیل را
در تنازع آن نفر جنگے شدند	کہ ز سر نامہا غافل بدند
مشت بر ہم می زدند از ابلہی	پر بدند از جہل و از دانش تہی
صاحب سرے عزیزے صد زبان	گر بدے آنجا بدادے صلح شان
پس بگفتے او کہ من زین یکدرم	آرزوے جملہ تان را می خرم
چونکہ بسپارید دل را بے دغل	این درم تان می کند چندین عمل
یکدرم تان می شود چار المراد	چار دشمن می شود یک ز اتحاد
گفت ہر یک تان دہد جنگ و فراق	گفت من آرد شمارا اتفاق
پس شما خاموش باشید انصتوا	تا زبان تان من شوم در گفتگو
گر سخن تان می نماید یک نمط	در اثر مایہ نزاع است و سخط
گر سخن تان در توافق موثقہ است	در اثر مایہ نزاع و تفرقہ است
گرمی عاریتی ندہد اثر	گرمی خاصیتی دارد ہنر

سرکه را گر گرم کردی ز آتش آن — چون خوری سردی فزاید بیگمان
زانکه آن گرمی آن دهلیزی است — طبع اصلش سردی است و تیزی است
ور بود دوشاب یخ بسته ای پسر — چون خوری گرمی فزاید در جگر
پس ریای شیخ به ز اخلاص ما — کز بصیرت باشد آن وین از عمی
از حدیث شیخ جمعیت رسد — تفرقه آرد دم اهل حسد
چون سلیمان کز پی حضرت بتاخت — کو زبان جمله مرغان را شناخت
در زمان عدلش آهو با پلنگ — انس بگرفت و برون آمد ز جنگ
شد کبوتر ایمن از چنگال باز — گوسفند از گرگ ناورد احتراز
او میانجی شد میان دشمنان — اتحادی شد میان پرزنان
تو چو موری بهر دانه میدوی — هین سلیمان جو چه می باشی غوی
دانه جو را دانه اش دامی شود — وان سلیمان جوی را هر دو بود
مرغ جانها را درین آخر زمان — نیستشان از همدگر یکدم امان
هم سلیمان هست اندر دور ما — کو دهد صلح و نماند جور ما
قول ان من امة را یاد گیر — تا به الا و خلا فیها نذیر
گفت خود خالی نبودست امتی — از خلیفهٔ حق و صاحب همتی
مرغ جانها را چنان یکدل کند — کز صفاشان بیغش و بیغل کند
مشفقان گردند همچون والده — مسلمون را گفت نفس واحده
نفس واحد از رسول حق شدند — ورنه هر یک دشمن مطلق بدند
اتحاد خالی از شرک و دوئی — باشد از توحید بی ما و توئی
دو قبیله کاوس و خزرج نام داشت — یک ز دیگر جان خون آشام داشت
کینهای کهنه شان از مصطفی — محو شد در نور اسلام و صفا
اولا اخوان شدند آن دشمنان — همچو اعداد عنب در بوستان
وز دم المؤمنون اخوه به پند — در شکستند و تن واحد شدند
صورت انگورها اخوان بود — چون فشردی شیرهٔ واحد شود
غوره و انگور ضدانند لیک — چونکه غوره پخته شد شد یار نیک
غوره کو سنگ بست و خام ماند — در ازل حق کافر اصلیش خواند
نی اخی نی نفس واحد باشد او — در شقاوت نحس ملحد باشد او
گر بگویم آنچه او دارد نهان — فتنهٔ افهام خیزد در جهان
سر گبر کور نامذکور به — دود دوزخ از ارم مهجور به

عوعو ہا ے سگ کایشان قائل اند — از دم اہل دلی آخر یکدل اند
سو ے انگوری ہمی را نند تیز — تا دوئی برخیز دو کین و ستیز
پس در انگوری ہمی درندہ پوست — تا یکے گردند و وحدت وصف اوست
دوست دشمن گردد ایرا ہم دو است — ہیچ یک با خویش جنگے در نبست
آفرین بر عشق کل اوستاد — صد ہزاران ذرہ را داد اتحاد
ہمچو خاک مفترق در رہ گذر — یک سبوشان کرد دست کوزہ گر
کاتحاد و جسمہا ے ماء و طین — ہست ناقص جان نمی ماند بدین
گر نظائر گویم اینجا در مثال — فہم را ترسم کہ آرد اختلال

چار آدمیون کو کسی شخص نے ایک درم دیا۔ یہ چار شخص مختلف ملکون کے رہنے والے تھے جو اتفاقاً ایک جگہ جمع ہو گئے تھے ایک فارسی تھا دوسرا ترکی تیسرا رومی چوتھا عرب۔ یہ چارون آپسمین لڑنے جھگڑنے لگے۔ ایک کہتا تھا مین لونگا دوسرا کہتا تھا مین لون۔ کیونکہ آدمی چار تھے اور درم ایک اور کسی وجہ سے توڑنا ممکن نہوگا لہذا نزاع کی نوبت آئی تو فارسی نے یہ نزاع دیکھکر کہا کہ اس نزاع سے رہائی یون تو ہوگی نہین آؤ اسکے انگور لے لین اونکو آپسمین تقسیم کرینگے جھگڑا ختم ہو جائیگا۔ عرب نے کہا تو بہ تو بہ یہ نہین ہو سکتا تو دغاباز ہے اپنی ہی مطلب کی کہتا ہے مین تو عنب لونگا۔ ترکی نے کہا مجھے عنب درکار نہین ہین تو اوزم لونگا۔ رومی نے کہا کہ بس جناب ایسی بات نہ فرمائیے مین تو استافیل لونگا غرض یون ہی جھگڑا ہوتا رہا۔ اور آپسمین گھونسے چلنے لگے وجہ یہ تھی کہ ان ناموں کی حقیقت سے غافل تھے چونکہ عقل سے تو خالی تھے اور جہل کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ لہذا حماقت سے گھونسے بازی کر رہے تھے۔ اگر کوئی واقف راز بزرگ اور بہت سی زبانین جاننے والے وہان موجود ہوتے تو ان سب مین صلح کرا سکتے تھے۔ وہ یہ کہتے کہ تم لڑو مت مین ایک ہی درہم مین سب کے مطلوبات خرید دونگا۔ اور جب اپنے دلون کی صفائی کے ساتھ میری بات کے تابع کر دوگے تو یہ تمہارا ایک ہی درہم اتنے کام کر دیگا۔ خلاصہ یہ کہ ایک ہی درہم چار درہم بن جاوے گا۔ اور تم چارون دشمن متحد ہو کر ایک ہو جاؤ گے تمہاری گفتگو کا نتیجہ تو مخالفت اور افتراق ہے اور میری گفتگو کا نتیجہ میل اور اتفاق پس تم خاموش رہو اور چپ رہو گفتگو مین تمہاری زبان مین بنجاؤنگا۔ اگرچہ تمہاری گفتگو مقصد کے لحاظ سے ایک معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک کو دفع نزاع سابق مقصود ہے لیکن نتیجہ کے لحاظ سے یہ مادہ ہے غصہ اور جھگڑے کا اس سے نزاع سابق مرتفع تو کیا ہوتا ایک اور نزاع پیدا ہو گیا۔ اگرچہ تمہاری بات مقصد کے لحاظ سے توافق مین بخشتہ ہے۔ کیونکہ سب کا مقصد رفع نزاع سابق ہے۔ لیکن اثر مین نزاع اور تفرقہ کا مادہ ہے کیونکہ توافق عارضی ہے نہ کہ اصلی۔ اور جو چیز عارضی ہوتی ہے وہ معتدبہ اثر نہین رکھتی۔ معتدبہ اثر اصلی ہی شے کا ہوتا ہے دیکھو عارضی گرمی معتدبہ اثر پیدا نہین کرتی ہان طبعی گرمی مین یہ اعلے درجہ کا کمال ہے کہ اوسکا اثر معتدبہ ہوتا ہے دیکھو سرکہ اگر گرم کر لیا جاوے اور کھا یا جاوے تو وہ سردی ہی بڑھاوے گا کیونکہ گرمی تو عارضی ہے جو منہ کو تو جلا سکتی ہو مگر مزاج مین کوئی تغیر پیدا نہین کر سکتی۔ لیکن طبیعت تو اوسکی سرد ہی ہے لہذا سردی ہی بڑھیگی اس کے برخلاف اگر شیرہ انگور کو رخت مین لگا کر کھا یا جاوے تو اس سے گرمی پیدا ہوگی گو کھاتے وقت

ٹھنڈ مین ٹھنڈک معلوم ہو یہی راز ہے اس قول کا ریا الشیخ خیر من اخلاص المرید یعنی شیخ کی ریا مرید کے اخلاص سے
بہتر ہے کیونکہ شیخ کی ریا بصیرت و واقفیت سے ناشی ہوتی ہے اور قواعد شرعیہ کے تحت مین داخل ہوتی ہے
جیسے ترغیب دیگران۔ یا تعلیم و ارشاد وغیرہ لہٰذا وہان صورت ریا ہوتی ہے مگر حقیقت ریا یعنی ارضاء الخلق
و جلب منفعت جاہ یا مال نہین ہوتی۔ اور مرید کے اخلاص مین صورت اخلاص ہوتی ہے نہ کہ حقیقت اخلاص
کیونکہ وہان ضرور کچھ نہ کچھ نفس کی شرارت شامل ہوتی ہے جو اوسکو عدم بصیرت کے سبب محسوس نہین ہوتی پس
ریا شیخ مین خلوص طبعی ہے اور ریا خارجی ہے اور اخلاص مرید مین عدم اخلاص اصلی ہے اور خلوص عارضی۔ اور
خارجی شے قابل اعتبار نہین بلکہ اصلی قابل اعتبار ہے پس ثابت ہوا کہ ریا الشیخ خیر من اخلاص المرید شیخ کی
بات سے توافق و اتحاد پیدا ہوتا ہے اور اہل حسد کی بات سے تفرقہ اور پھوٹ رونما ہوتی ہے جسطرح سلیمان علیہ السلام
جنھون نے حضرت حق جل مجدہ کی طرف رجوع کیا تھا۔ تمام جانورونکی زبانون سے واقف ہو گئے تھے۔ یون ہی
حضرت شیخ بھی اپنے جانورون اور مریدون کی زبانون سے واقف ہین۔ یعنی اپنے وابستگان دولت کے
جذبات اور خیالات سے واقف ہوتے ہین۔ اور جسطرح انکے زمانہ مین ایسا اتحاد ہو گیا تھا کہ ہرن کو تیندوے
سے انس ہو گیا تھا اور مخالفت باقی نہ رہی تھی۔ اور کبوتر کو باز کے پنجہ کا کھٹکا نہ رہا تھا۔ اور بھیڑ بکری بھیڑیے سے
گریز نہ کرتی تھین۔ اور وہ ایلچی ہو گئے تھے دشمنون کے درمیان مین اور پرندون مین انکے سبب اتفاق ہو گیا تھا۔ یون ہی
شیخ کامل کے زمانہ مین بھی ہوتا ہے اور اوسکے جانورون اور تربیت یافتہ لوگونکی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ پس تو
چیونٹی کی طرح طلب معاش مین سرگردان ہے ارے گمراہ کس بات کا انتظار ہے سلیمان وقت کو ڈھونڈھ اور اوس سے
مستفیض ہو طالب معیشت تو طلب معیشت مین ہی گرفتار رہتا ہے۔ اور سلیمان کے طالب کو دونون دولتین ملتی ہین
چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین جو حق سبحانہ کے کام مین لگا ہوتا ہے حق سبحانہ اوس کے کامون کے کفیل
ہوتے ہین۔ ہمارے زمانہ مین مرغان ارواح کو ایک دوسرے سے امان نہین وہ اوسکو کھائے جاتا ہے یہ اسکو کھائے جاتا
ہے غرض تحاسد و تباغض کا بازار گرم ہے مگر اسکی وجہ یہ نہین کہ اس زمانہ مین سلیمان وقت اور شیخ کامل نہین۔ ہے اور
ضرور ہے۔ جو ان مین صلح کرا سکتا ہے اور ظلم کو دفع کر سکتا ہے ہمارے اس قول کی دلیل ان من امة الا خلا فیہا
نذیر ہے جس سے بعبارت النص معلوم ہوتا ہے کہ پیشتر کوئی جماعت ایسی نہین گذری اور بدلالۃ النص معلوم ہوتا ہے کہ
آیندہ بھی کوئی قوم ایسی نہوگی جسمین کوئی نبی اصالۃً یا نیابۃً اور کوئی ایسا خلیفہ حق و صاحب ہمت نہ گذرا ہو یا آیندہ
نہ موجود ہو۔ جو مرغان ارواح کو اسطرح یکدل کر سکے کہ کمال صفا کے سبب انمین گڑبڑ اور خرخشہ کی آمیزش باقی نہ رہے
اور سب لوگ ماں کی طرح ایک دوسرے پر مہربان ہو جائین۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہوگا بالخصوص مسلمانونکو
توجہات باکمل وجوہ حاصل ہوئی حتی کہ انکو نفس واحدہ فرمایا گیا جیسا کہ المؤمنون کبنیان واحد یشد بعضہ بعضا۔ او کما قال
صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہے اور لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ایک ذات ہو گئے۔ حالانکہ اس سے پیشتر
وہ آپسمین ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے اور منشاء اس اتحاد کا غلبۂ توحید اور فنا فی اللہ ہے جو انکو بہ برکت صحبت نبوی
حاصل ہوا کیونکہ وہ اتحاد جو اشتراک اور تعدد سے خالی ہو غلبۂ توحید اور فنا فی اللہ ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ منکہ مین
اور تو کے ہوتے ہوئے یاد رکھو کہ مین اور تو کنایہ ہے۔ بقاء اغراض متضادہ سے یعنی جب تک اغراض متخالفہ

باقی ہین اور وہ اغراض متضادہ فنا نہین ہوئین اسوقت تک اتحاد کامل نہین ہو سکتا۔ اتحاد کامل اسیوقت ہو سکتا ہی جبکہ سب کا مقصود ایک ہو جاوے یعنی رضای حق سبحانہ پس جب فنافی اللہ اونکو حاصل ہو گئی اور توحید کا غلبہ ہو گیا۔ اور سب کا مقصود ایک رضای حق ہو گیا تو انمین اتحاد کامل ہو گیا چنانچہ اوس قبیلے اوس و خزرج ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے انکو نور اسلام اور صفائی قلب حاصل ہوتی جس سے انپر توحید کا غلبہ ہوا۔ اور فنافی اللہ اونکو حاصل ہوئی اور اغراض سب کے متحد ہو گئین اس سے انکے ساری برائے کینے جاتے رہے مگر یہ بات انکو بتدریج حاصل ہوئی اولاً وہ بھائی بھائی ہوئے جیسے کہ بلغ مین انگور ہوتے ہین اور حکم المومنون اخوۃ کے سبب قید اخوت مین مقید رہے پھر اس قید کو توڑا اور نفس واحد بنگئے اسکی مثال ایسی ہی جیسے ہم انگور بھائی بھائی ہوتے ہین لیکن جب انکو نچوڑ لیا جاتا ہے تو شیرۂ واحد ہو جاتے ہین اور تعدد و تمایز اوٹھ جاتا ہی یہ تو مسلمانون کی حالت تھی اب کافرون کی جو مثل انگور خام کے ہین۔ اور مسلمانون کی جو مثل انگور کے ہین پختہ مین نسبت سنو۔ گو انگور خام وانگور پختہ یعنی کافر و مسلمان آپسمین ایک دوسرے کی ضد ہین۔ مگر بعض انگور خام اور کافر تو ایسے ہین۔ جو پختہ ہو کر اور اسلام لاکر بھائی بنجاتے ہین۔ اور بعض وہ ہین جو ٹھٹھر گئے اور کچے رہگئے اور اس لئے سواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لا یومنون کا مصداق ہین۔ انکو حق سبحانہ نے ازل مین کافر اصلی فرمایا ہے۔ نہ یہ بھائی ہوتے ہین نہ نفس واحد بلکہ شقی منحوس اور ملحد رہتے ہین اگر مین انکے حالات بیان کرون جو اسمین مخفی ہین تو لوگون کی افہام فتنہ مین پڑجاوین اس لیے اندھے کافر کی حقیقت کا بیان غیر مذکور ہی اچھا ہے اور اوس دوزخ کا دھوان ہمارے بہشت کی مانند دل سے دور ہی اچھا ہے۔ اور جو انگور خام پختگی کی صلاحیت رکھتے ہین یعنی جو کافر قابل ایمان ہین وہ اہل دل کے فیض سے آخر کو یک دل ہو جاتے ہین اولاً انگوریت کی طرف ترقی کرتے ہین۔ اور اسلام سے قریب ہوتے ہین پھر انگور ہو جاتے ہین اور اسلام لے آتے ہین اسوقت تغائر اسلام و کفر اٹھ جاتا ہے اور یہ مخالفت و معاندت مخصوصہ فنا ہو جاتی ہے بعد ازان انگوریت سے خارج ہوتے ہین حتی کہ بالکل متحد ہو جاتے ہین اور بکمال توافق اسی وقت ہو جاتا ہے کیونکہ جب تک تغائر باقی ہے اور صرف دوستی ہی کے ذریعہ سے توافق ہے اوسوقت تک تخالف کا کھٹکا باقی ہے اور اتحاد کے بعد یہ اندیشہ نہین رہتا کیونکہ دوست تو دشمن ہو جاتا ہے مگر کوئی شخص خود اپنا مخالف نہین ہوتا۔ اب سنو کہ وہ کونسی چیز ہے کہ اتحاد پیدا کرتی ہے وہ عشق ہے جو اس کام مین اوستاد کامل ہے یہ سیکڑون ذرونکو ایک کر دیتا ہی جسطرح کہ کوزہ گر کا ہاتھ۔ رستہ کی پراگندہ خاک کو ایک گھڑا بنا دیتا ہے یہ تشبیہ تقریبی ہے ورنہ جانون کے اتحاد سے اس اتحاد کو کچھ بھی مناسبت نہین کیونکہ پانی و مٹی کا اتحاد تو اتحاد ناقص ہے اوسکو اس اتحاد کامل سے کیا نسبت۔ پس مین نے تقریب فہم کے لیے ایک مثال دیدی ہے لیکن اگر مین اس کے حقیقی نظائر بیان کرون تو مجھے اندیشہ ہی کہ لوگون کو غلط فہمی نہ ہو جائے۔ اس لیے بیان نہین کرتا۔ یہ گفتگو بہت طویل ہو گئی اور اصل مقصود بہت دور رہ گیا اب ہم اصل مقصود کیطرف رجوع کرتے ہین۔

چار آدمیون کا آپسمین انگور کے واسطے اس لیے جھگڑنا کہ ایک دوسرے کی آپسمین زبان نہ جانتے تھے

شرح شبیری۔ چارکس را الخ۔ یعنی ایک شخص نے چار آدمیون کو ایکدرم دیا اور وہ ہر ایک الگ الگ

شہروں سے جمع ہوئے تھے -
فارسی و ترک الخ یعنی وہ فارسی اور ترک اور رومی اور عرب تھے۔ اور سارے کے سارے آپس میں جھگڑے میں اور غصہ میں -
فارسی گفتا الخ یعنی فارسی تو بولا کاس سے جو چھوٹے تو آؤ اس درم کو کسی انگور والے کو دیں یعنی انگور لیں -
آن عرب گفتا الخ۔ یعنی عرب نے کہا کہ معاذ اللہ ہرگز نہیں میں تو عنب لونگا نہ انگور اے دغاباز عنب بھی انگور کو کہتے ہیں
آن یکے۔ الخ یعنی وہ جو ترکی تھا بولا کاے بیوقوف میں تو عنب نہیں لیتا میں تو اُزم لونگا۔ اُزم بھی انگور ہی کو کہتے ہیں -
آنکہ رومی بود الخ۔ یعنی وہ جو رومی تھا اوسنے کہا کہ اس قیل وقال کو چھوڑو میں تو استافیل لونگا۔ استافیل بھی انگور کو
کہتے ہیں غرضکہ سب نے اپنی اپنی زبان میں الفاظ الگ تھے مگر معنی سب کے ایک تھے -
در تنازع الخ۔ یعنی وہ جماعت جھگڑے میں لڑنے لگی اسلیے کہ اون ناموں کی حقیقت سے غافل تھے -
مشت بر ہم الخ۔ یعنی ایک دوسرے کے گھونسے بیوقوفی کی وجہ سے مار رہے تھے وہ جہل سے پر تھے اور عقل
سے خالی تھے۔ اس لیے بس الفاظ ہی میں رہے مولانا فرماتے ہیں کہ -
صاحب سرے الخ۔ یعنی اگر کوئی صاحب سر عزیز سو زبان جاننے والا اوسجگہ ہوتا تو اونمیں صلح کرادیتا اسطرح کہ
پس بگفتی او الخ۔ یعنی وہ کہدیتا کہ میں اس ایک ہی درم سے تمھاری سب کی مطلوبہ شے کو خریدے دیتا ہوں۔ بس ثابت ہو گیا
کہ الفاظ کا جھگڑا بہت برا ہے اس سے ہمیشہ بچنا چاہیے۔ اور حقیقت اور معنی کو لینا چاہیے دیکھو ان لوگوں میں کسقدر
اختلاف تھا اگر کوئی حقیقت شناس ہوتا تو انکا یہ نزاع لفظی کیوں ہوتا۔ آگے فرماتے ہیں کہ -
چونکہ بسپارید الخ۔ یعنی جبکہ تم اپنا دل کسی دغل کے سپرد کرو تو تمھارا یہ درم اتنے کام کرے۔ درم سے یہاں مراد
قلب ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی صاحبدل کا اتباع کرو اور پیروی اختیار کرو تو تمھارے اس ایک دل سے تمھاری
ساری مرادیں پوری ہو جاویں اس لیے کہ غلبہ فنا ہو اور اوسمیں مرضی حق تمھاری مرضی ہو جاوے تو پھر تمھارے کام تمھاری مرضی کے
موافق ہی ہوں -
یکدرم الخ۔ یعنی تمھارا ایک درم آخر کار چار ہو جاوے اور چار دشمن اتحاد کی وجہ سے ایک ہو جاویں مطلب
یہ ہے اوس ایک کے اتباع کی اور حقیقت شناسی کی یہ برکت ہوگی کہ مطلوب ایک ہونے کی وجہ سے سب میں آپس میں
اتحاد پیدا ہو جاویگا اور وہ حقیقت شناس یہ کہے کہ -
گفت ہر یک الخ یعنی تمھاری ہر ایک کی گفتگو تو لڑائی اور فراق پیدا کرتی ہے اور میری بات تمھارے میں اتفاق پیدا کر دیگی
پس شما الخ۔ یعنی پس تم خاموش رہو اور چپ رہو۔ تاکہ بات کرنے میں میں تمھاری زبان ہو جاؤں -
گر سخن الخ۔ یعنی اگر تمھاری بات متحد دکھائی بھی دیتی ہے تو اثر کے اعتبار سے مایہ نزاع و سخط ہی ہے۔ مطلب یہ کہ
اہل دنیا ظاہر میں اگرچہ متحد معلوم ہوں اور اونکے اندر اتفاق معلوم ہو مگر اصل میں اور انجام کے اعتبار سے ہمیشہ
اونکے اندر اختلاف ہی ہوگا۔ اس لیے کہ سب کے مطلوب الگ مقاصد علیحدہ پھر اتفاق کیسے رہ سکتا ہے -
در سخن تان الخ یعنی اور اگرچہ تمھاری بات موافق ہونے میں پختہ ہے مگر اثر کے اعتبار سے مایہ نزاع و تفرق ہے۔
اس لیے کہ یہ تو مشاہدہ ہے کہ اہل دنیا میں صرف ظاہری اتفاق ہوتا ہے باقی حقیقی اتفاق کا کہیں نام و نشان
بھی نہیں۔ یہ اگر ہے تو دینداروں ہی میں ہے کہ سب کا مطلوب ایک ہی ہے لہذا سب میں آپس میں اتفاق ہے

اور اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرات اہل اللہ میں یا دیندار وںمیں جو اتفاق ہوتا ہے وہ تو دل سے ہوتا ہے اور مثل مشہور ہے کہ گھٹی میں پڑا ہوا ہوتا ہے اور اتفاق دنیاوی صرف ظاہری ہوتا ہے بس اور کچھ نہیں ہوتا۔ لہذا اول پائدار اور دوسرا ناپائدار ہوتا ہے آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہین کہ۔

گرمی الخ۔ یعنی عاریتی گرمی کچھ اثر نہیں دیتی اور گرمی خاصیتی اثر رکھتی ہے۔ آگے اس مثال کی توضیح ہے کہ۔

سرکہ را الخ۔ یعنی سرکہ کو اگر تم نے آگ پر گرم کر لیا تو اوسکو جب تم کھاؤ گے وہ بے شک سردی ہی بڑھاوے گا۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لیے کہ اوسکی گرمی تو خارجی ہے۔ اور اوسکی طبیعت اصلیہ سردی اور تیزی ہی ہے لہذا وہ چیز کہ اصل ہے اوسکا اثر ہوگا اور جو شے کہ خارجی ہے اوسکا خاک بھی اثر نہ ہوگا۔

ور بود الخ۔ یعنی اے صاحبزادے شراب اگرچہ برف مین جمی ہوئی ہو جب تم کھاؤ تو وہ جگر مین گرمی ہی بڑھاوے گی۔ پس معلوم ہوا کہ اعتبار اصل کا ہے آگے اسی پر تفریع فرماتے ہین کہ۔

پس ریائے الخ۔ یعنی پس شیخ کی ریا ہمارے اخلاص سے بہتر ہے کیونکہ وہ تو بصیرت سے ہے اور یہ اندھی پن سے ہے۔ مطلب یہ کہ جب اعتبار اصل کا ہے تو اگر شیخ بظاہر کوئی کام ریا کا کرے مثلاً لوگون کے سامنے بہت سی نفلین پڑھے یا اور کوئی کام کرے جس سے بظاہر ریا معلوم ہوتی ہو تو وہ ریا ہمارے ظاہری اخلاص سے بہتر ہے اسلیے کہ ریا کہتے ہین اطاعت خلق کے سامنے لارضاء الخالق کرنا تو یہ لارضا الخلق نہیں ہوتی بلکہ یہ ہوتی تو ہے لارضا الخالق ہی مگر بعض مرتبہ شیخ کی یہ نیت ہوتی ہے کہ لوگون کو اس سے رغبت ہوگی اور دوسرے لوگ بھی عبادت مین مشغول ہون گے تو دیکھو صورت ریا کی ہے مگر چونکہ اصل مین یہ نیت ہے لہذا مضر نہیں ہے اور یہ مسئلہ ہے کہ ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید اسلیے کہ وہ صرف ظاہری ریا ہے اور یہ ظاہری اخلاص ہے ورنہ اصل مین وہ ریا نہیں ہے اور یہ اخلاص نہیں ہے خوب سمجھ لو اور فرماتے ہین کہ۔

از حدیث شیخ الخ۔ یعنی شیخ کی بات سے جمعیت حاصل ہوتی ہے اور اہل حسد کی آواز تفرقہ پیدا کرتی ہے۔ شیخ کی آواز سے جمعیت اور اتحاد پیدا ہونے کی مثال فرماتے ہین کہ۔

چون سلیمان الخ۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح کہ وہ حضرت حق کی طرف دوڑے تو اونہون نے تمام جانورون کی آوازین پہچان لین تو اونکے شناخت کے درجہ مین سب ایک ہوگئین کہ وہ سب کو پہچان لیا کرتے تھے اور اس معیت کی برکت ہی

در زمان الخ۔ یعنی اون کے زمانہ عدل مین بکری نے چیتے کے ساتھ موافقت اختیار کی اور لڑائی سے باہر ہوگئے۔ یعنی سب ایک ہوگئے جیسے کہ کہتے ہین کہ بیڑا اور شیر ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔

شد کبوتر الخ۔ یعنی کبوتر باز کے چنگال سے بےخوف ہوگیا اور بکری بھیڑیے سے احتراز نہ کرتی تھی۔

او میانجی الخ۔ یعنی وہ حضرت سلیمان علیہ السلام دشمنون کے درمیان قاصد ہوگئے اور لڑنے والون مین اتحاد کرنے والے ہوگئے یعنی اونکی برکت سے یہ سب اتحاد پیدا ہوگیا۔

تو چو موری الخ۔ یعنی تو چیونٹی کی طرح ہے کہ دانہ کے واسطے دوڑ رہا ہے ارے سلیمان کو تلاش کر گمراہ کیون ہوا جاتا ہے

دانہ جو را الخ۔ یعنی دانہ جو کے لیے تو اوس کا وہ دانہ ہی جال ہوجاتا ہے اور اس سلیمان جو کو دونون ملتے ہین۔ دانہ بھی ملتا ہے اور دانائے عقلمند بھی ملتا ہے اس لیے کہ اہل اللہ کو بقدر ضرورت دنیا بھی ملتی ہے اور دین تو اونکا ہی ہی

لہذا مرشد کامل کی تلاش کرو جو مقصود و اصل تک پہونچانے والا ہے۔
مرغ جانہا را الخ۔ یعنی اس آخری زمانہ مین جو مرغ ارواح ہین اونکو ایک دوسرے ایکدم امن نہین ہے۔ چونکہ ہر شخص کے اعتبار سے وہ جس زمانہ مین ہے اوسکا وہ آخری زمانہ ہے اس لیے کہ وہ زمانہ تو اوسپر دوبارہ نہ گذریگا لہذا مولانا نے بھی اپنے زمانہ کو آخر زمان فرمادیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے زمانہ مین لوگون کی یہ حالت ہے کہ ایک کو دوسرے سے امن نہین ہے اور کٹے مرے جاتے ہین لہذا چاہیے کہ بزرگان دین کی جستجو کرین تاکہ اتحاد پیدا ہو اور چونکہ ہر زمانہ والون کو یہ خبط رہا ہے کہ اپنے زمانہ کے بزرگون کی تو قدر نہین کرتے اور پہلے بزرگون کو یاد کرتے ہین۔ اس لیے یہان یہ اشکال ہوتا تھا کہ بھلا اس زمانہ مین (یعنی مولانا کے زمانہ مین) بھلا بزرگ کہان ہین (یہ خبط آجکل بھی ہے اور اسی لیے لوگ فیوض سے محروم ہین نعوذ باللہ) لہذا مولانا اسکو دفع فرماتے ہین کہ
ہم سلیمان ہست الخ۔ یعنی ہمارے زمانہ مین بھی سلیمان ہین جو کہ صلح کرا سکتے ہین کہ ہمارا جور باقی نہ رہے مطلب یہ کہ کاملین اب بھی ایسے موجود ہین جنکی صحبت کی برکت سے یہ باہمی نفاق اور حسد وغیرہ سب دفع ہوجاوین گے مگر اونکی خدمت مین حاضری بھی تو شرط ہے چونکہ یہان یہ بھی شبہ ہوتا تھا کہ یہ تو آپ کا دعویٰ ہی ہے کہ آجکل بھی بزرگ ہین اسکی دلیل کیا ہے لہذا آگے قرآن شریف سے استدلال فرماتے ہین کہ۔
قول الخ۔ یعنی قول ان من امۃ کو الا خلا فیہا نذیر تک یاد کرو۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو قرآن شریف مین ہے کہ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر یعنی کوئی امت نہین ہے مگر اسمین ایک نذیر گذرا ہے نذیر عام ہے خواہ نبی ہو یا ولی ہو تو دیکھو قرآن شریف سے ہر زمانہ مین بزرگون کا ہونا ثابت ہوگیا۔
گفت الخ۔ یعنی خود ارشاد ہے کہ کوئی امت خلیفہ حق اور کسی صاحب ہمت سے خالی نہین ہے یعنی ضرور ہر جماعت مین ایک اہل اللہ مین سے ہوتا ہے جیسا کہ بزرگون نے لکھا ہے کہ ہر بستی مین خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی ہو ایک قطب ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ ہر زمانہ مین تو کیا ہر بستی اور جماعت مین ایک بزرگ اور برگزیدہ حق ہوتے ہین اونکی یہ شان ہوتی ہے کہ۔
مرغ جانہا را الخ۔ یعنی اونکی مرغ ارواح ایسا ایک دل کردیتا ہے کہ صفا کی وجہ سے اونکے غش وغل کو دور کردیتا ہے بالکل سراپا صفا بنادیتے ہین اور تمام اخلاق ذمیمہ کو نکال ڈالتے ہین۔
مشفقان الخ۔ یعنی یہ حضرات والدہ کی طرح مشفق ہوتے ہین اور حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون کو نفس واحدہ فرمایا ہے اشارہ ہے اوس حدیث کیطرف جسمین کہ ہے المومنون کبنیان واحد تو جو معنی بنیان واحد کے ہین وہی نفس واحد کے ہین روایت بالمعنی کہا جاوے گا۔
نفس واحد الخ۔ یعنی رسول حق صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے نفس واحد ہوگئے۔ ورنہ ہر ایک دشمن مطلق تھے۔
اتحاد الخ۔ یعنی وہ اتحاد جو کہ شرک ودوئی سے خالی ہو وہ توحید ہی سے ہوتا ہے نہ کہ مادی سے۔ مطلب یہ کہ اتحاد اور اتفاق حقیقی تو دین ہی سے پیدا ہوتا ہے اور جہان دین نہین بلکہ مادی ہے وہان تو ہمیشہ اختلاف ہی رہتا ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے اور دین آیا ہے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت لہذا اصل مین اتفاق اور اتحاد حضور ہی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے فللہ الحمد۔ آگے قبیلہ اوس وخزرج کے درمیان سے مخالفت کا حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اٹھ جانے کو بیان فرماتے ہین ۔

انصار مین سے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے مخالفت کا اُٹھ جانا

دو قبیلہ الخ ۔ یعنی دو قبیلے جو کہ اوس اور خزرج نام رکھتے تھے ایک دوسرے کے خون کا پیاسا تھا ۔
کینہ ہائے الخ ۔ یعنی اونکے کینے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت محو ہو گئے اور نور اسلام اور اوس کی صفائی کی وجہ سے وہ سابق کینے جاتے رہے ۔
اولاً الخ ۔ یعنی اول تو وہ دشمن بھائی ہو گئے جیسے کہ انگور کے اعداد باغ مین مطلب یہ کہ اول تو نوع مین شریک ہو گئے اور سب کا مطلوب ایک ہو گیا اور ایک ہی باغ کے سب میوے ہو گئے اور جب اس حالت سے ترقی ہوئی تو یہ ہوا کہ ۔
در دم الخ ۔ یعنی آواز المومنون اخوۃ کیوجہ سے نصیحت سے سب ٹوٹ کرتن واحد ہو گئے مطلب یہ کہ اول تو اتفاق پیدا ہوا اوسکے بعد جب اس اتفاق مین ترقی ہوئی تو اتفاق سے اتحاد پیدا ہوکر سب یک جان دو قالب ہو گئے آگے اس اول اتفاق پیدا ہونے اور پھر اتحاد پیدا ہونے کی مثال دیتے ہین کہ ۔
صورت الخ ۔ یعنی انگوروں کی طرح اول تو بھائی تھے اور جب تم نے نچوڑ دیا تو سب شیرۂ واحد ہو جاتے ہین مطلب یہ کہ دیکھو انگور جو ہوتا ہے وہ اول تو سب الگ ہوتے ہین مگر ہوتے یکسان ہین اور جب انکو نچوڑ لو تو پھر کوئی امتیاز باقی نہین رہتا اور یہ خبر نہین رہتی کہ یہ فلان کا شیرہ ہے اور یہ فلان کا بلکہ سب جسم واحد ہوتے جاتے ہین اسطرح اول تو ان حضرات مین اتفاق محض پیدا ہوا اور سب یکسان ہو گئے اور سب کا مقصود اور مطلوب ایک ہو گیا اسکے بعد بڑھتے بڑھتے ایسے گھلے ملے کہ سب ایک ہو گئے اور اب وہ امتیاز بھی باقی نہ رہا ۔
غورہ الخ ۔ یعنی انگور خام اور انگور پختہ آپس مین ضد ہین مگر جبکہ خام پختہ ہو گیا تو اب یار نیک ہو گیا ۔ غورہ سے مراد وہ عوام ہین جنکی استعداد ابھی خراب نہوئی ہو مطلب یہ کہ جو ابھی محجوب ہین مگر استعداد خراب نہین ہے وہ اسوقت تو الگ اور دشمن اور ضد معلوم ہوتے ہین مگر انجام کار وہ بھی پختہ ہوکر مثل اوس دوسرے شخص کے ہو جاوینگے ۔
غورہ الخ ۔ یعنی وہ غورہ جو ٹھٹھر گیا اور خام رہگیا ساز ازل مین حق تعالےٰ نے اوسکو کافر اصلی کیا ہے ۔ یہان غورہ سے مراد وہ ہین جنکی استعداد کہ خراب ہو چکی ہے تو مطلب یہ ہو گیا کہ جسکی استعداد خراب ہو چکی ہے اور جسکی اصلاح کی امید نہین رہی ہے وہ وہ ہے جسکو کہ حق تعالےٰ نے روز ازل مین کافر لکھدیا ہو کہ وہ ان پختہ لوگون سے کوئی مناسبت نہین رکھتا
نے اخی الخ ۔ یعنی وہ نہ بھائی ہے اور نہ نفس واحد ہے وہ تو بدبختی مین منحوس اور ملحد ہو گیا مطلب یہ کہ اوس کو مسلمانون سے نہ اتفاق پیدا ہو سکتا ہو اور نہ اتحاد ہو سکتا ہے ۔ بلکہ ہمیشہ مباینت ہی رہیگی آگے فرماتے ہین کہ ۔
گر بگویم الخ ۔ یعنی جو کچھ کہ وہ پوشیدگی مین رکھتا ہے اگر اوسکو مین کہدون تو جہان مین فتنۂ افہام اٹھ کھڑا ہو ۔ یعنی لوگ کچھ سے کچھ سمجھ جاوین یا یہ کہا جاوے کہ جب اون کے عیوب کھولے جاوینگے تو وہ دشمن ہو جاوینگے اور یا یہ کہا جاوے کہ بالکل ناامید ہو جاوینگے غرضکہ جو بھی ہو ۔ چونکہ اس سے خوف غلط فہمی کا ہے لہذا اتنا ہی بیان کر کے ترک کر دیا گیا ۔ آگے فرماتے ہین کہ ۔
چشم کو الخ ۔ یعنی جس آنکھ نے کہ وہ چہرہ نہ دیکھا وہ اندھی ہو تو بہتر ہے ۔ اور دوزخ کا دھوان جنت سے الگ ہی

بہتر ہے مطلب یہ کہ مجوبین و کفار تو اگر الگ ہی رہین تو اچھا ہے ان سے موافقت و موانست ٹھیک ہی نہین اسلیے کہ انسے موانست پیدا ہوتی ہی نہین۔

غورہ ہائے الخ۔ یعنی غورہائے نیک جو کہ قابل ہین اہل دل کی آوازکیوجہ سے ایکدل ہین مطلب یہ کہ جنکی استعداد قابل ہے وہ جب اہل دل کی آواز سنتے ہین تو ایکدل ہوجاتے ہین اور متحد ہوجاتے ہین۔

سوئے الخ۔ یعنی انگوروالے کیطرف تیز چلاتے ہین یہانتک کہ دوئی اور کینہ اور لڑائی اوٹھ جاتی ہے انگوری سے مراد حق تعالے ہین۔ مطلب یہ کہ پس اونکا مقصود اور مطلوب ایک ہی ہوتا ہے اور وہ سب اوسی طرف متوجہ ہوجاتے ہین اور سب کینے اور لڑائیان رفع ہوجاتی ہین۔

پس در الخ۔ پھر انگوری مین کھال کو پھاڑ ڈالتے ہین یہانتک کہ ایک ہوجاتے ہین اور وحدت تو اوسی کی صفت ہے۔ مطلب یہ کہ درجہ فنا اور لقا کا حاصل ہوجاتا ہے اور سب ایک ہی ہوجاتے ہین اس لیے کہ وہ تو ایک ہی ذات ہے وہان جو گیا پھر اوسمین دوئی کا نام نہین اور وہی عینیت مصطلحہ ہوجاتی ہے پھر جو کچھ ہوجاتا ہے اوسکو حضرت حق کی طرف سے سمجھتا ہے۔

دوست الخ۔ یعنی دوست دشمن ہوجاتے ہین اس لیے کہ دو تو دو ہی ہین اور کسی ایک نے اپنے ساتھ لڑائی نہین کی تو چونکہ یہ حضرات نفس واحدہ کی طرح ہوجاتے ہین لہذا انمین کبھی کبھی لڑائی وغیرہ نہین ہوتی۔ جیسا کہ کوئی شخص اپنے نفس سے نہین لڑتا۔ سبحان اللہ خوب ہی مثال دی ہے۔

آفرین الخ۔ یعنی عشق پر جو کہ پورا اوستاد ہے ہزارہا آفرین ہون۔ اس نے لاکھون ذرونکو اتحاد دیدیا۔ اس لیے کہ یہ جو اتحاد پیدا ہوتا ہے یہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ حضرت حق کی محبت دل مین جگہ کرلیتی ہے۔ اور سب کا مطلوب ایک ہی ہوجاتا ہے لہذا سب متحد ہوجاتے ہین تو چونکہ اصل سبب یہ عشق ہے لہذا فرمایا کہ آفرین بر عشق الخ آگے اس متحد کردینے کی ایک مثال بیان فرماتے ہین کہ۔

ہمچو خاک الخ۔ یعنی پراگندہ خاک کی طرح جو راستہ مین ہو کہ اوسکو کوزہ گرنے ایک گھڑا بنا دیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو مختلف ذرات اور مختلف مٹی کو کوزہ گرنے ایک گھڑا بنا دیا کہ اب وسپر نام کا بھی ایک ہی کا اطلاق ہے اور اگر ایک جز یہان ہے تو سارے یہین ہین اور اگر کہین جاوین تو سارے جاوین تو اسی طرح سب مسلمانون کو آپسمین ایک کردیا۔ کہ اگر ایک کو تکلیف ہے تو دوسرے کو بھی ہے اور اگر ایک آرام سے ہے تو دوسرا بھی آرام سے ہے۔ یہ ساری باتین اوسی ایک ذات کی وجہ سے ہین آگے فرماتے ہین کہ۔

اتحاد جسمہائے الخ یعنی پانی اور مٹی کا اتحاد ناقص ہے اتحاد جان اوسکے مشابہ نہین ہے۔ مطلب یہ کہ ہم نے جو مثال کوزہ گر کی دی ہے تو یہ اتحاد ماء و طین ہے مگر کہین یہ اتحاد اس اتحاد جان سے ملتا ہے۔ بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

گر نظائر گویم الخ۔ یعنی اگر اس جگہ مثال مین نظائر کو بیان کرین تو خوف یہ ہے کہ فہم مین خلل نہ پڑجاوے۔ مطلب یہ کہ ان مثالون سے کہین کوئی غلط فہمی سے اتحاد ذاتی نہ سمجھ جاوے کہ کفر ہے اس لیے بس کرتے ہین غرضکہ یہ اتحاد حق تعالے کی محبت سے ہوتا ہے اور اوسکا طریقہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا اور اون کے جو نائب ہین یعنی اہل اللہ اون سے بھی معلوم ہوتا ہے اور اس اتحاد کی ہر زمانہ مین ضرورت ہے لہذا اہل اللہ

کا بھی ہر زمانہ میں ہونا ضروری ہے لہذا مولانا آگے اس سے پہلے مضمون (یعنی وجود اولیاء اللہ ہر زمانہ میں ہے) کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ ۔

شرح حبیبی

هم سلیمان هست اکنون لیک ما   از نشاط دوربینی در عمیٰ
دوربینی کور دارد مرد را   همچو خفته در سرا کور از سرا
می کند از مشرق و مغرب گذر   وز رفیق و همنشین بیخبر
مولعیم اندر سخنهای دقیق   در گرهها باز کردن ما عشیق
تا گره بندیم و بگشائیم ما   در شکال و در جواب آئین فزا
همچو مرغی کو گشاید بند دام   گاه بندد تا شود در فن تمام
او بود محروم از صحرا و مرج   عمر او اندر گره کاریست خرج
خود زبون او نگردد هیچ دام   لیک پرش در شکست افتد مدام
با گره کم کوش تا بال و پرت   نگسلد یک یک ازین کر و فرت
صد هزاران مرغ پرهاشان شکست   وان کمینگاه عوارض را نبست
حال ایشان از نبی خوان ای حریص   نقبوا فیها ببین هل من محیص
از نزاع ترک و رومی و عرب   حل نشد اشکال انگور و عنب
تا سلیمان لسین معنوی   در نیاید بر نخیزد این دوی
جمله مرغان منازع بازوار   بشنوید این طبل باز شهریار
ز اختلاف خویش سوی اتحاد   هین ز هر جانب روان گردید شاد
حیث ما کنتم فولوا وجهکم   نحوه هذا الذی لم ینهکم
کور مرغانیم و بس ناساختیم   کان سلیمان را دمی نشناختیم
همچو جغدان دشمن بازان شدیم   لاجرم وا مانده ویران شدیم
می کنیم از غایت جهل و عمیٰ   قصد آزار عزیزان خدا
جمله مرغان کز سلیمان روشن اند   پر و بال بیگنه کی بر کنند
بلکه سوی عاجزان چینه کشند   بی خلاف و کینه آن مرغان خوشند
هدهد ایشان پی تقدیس را   می گشاید راه صد بلقیس را
زاغ ایشان گر بصورت زاغ بود   باز همت آمد و مازاغ بود
لکلک ایشان که لک لک می زند   آتش توحید در شک می زند
وان کبوترشان ز بازان نشکهد   باز سر پیش کبوترشان نهد

بلبل ایشان که حالت آرد او
در درون خویش گلشن دارد او

طوطی ایشان ز قند آزاد بود
کز درون قند ابد روشش نمود

پای طاؤسان ایشان در نظر
بهتر از طاؤس پران دگر

کبک ایشان خنده بر شاهین زند
در تعلی براه علیین زنند

منطق الطیران خاقانی صداست
منطق الطیر سلیمانی کجاست

تو چه دانی بانگ مرغان را همی
چون ندیدستی سلیمان را دمی

پر آن مرغی که بانگش مطرب است
از برون مشرق ست و مغرب است

هر یکی آهنگش ز کرسی تا ثری است
وز ثری تا عرش در کر و فری است

مرغ کو بی این سلیمان می رود
عاشق ظلمت چو خفاشی بود

با سلیمان خو کن ای خفاش رد
تا که در ظلمت نمانی تا ابد

یک گزی ره که بدان سو می روی
همچو گز قطب مساحت می شوی

وانکه لنگ و لوک آنسو می جهی
از همه لنگی و لوکی می رهی

ہم نے بیان کیا تھا کہ آجکل ارواح مین تحاسد و تباغض بہت ہے مگر اسکی وجہ یہ نہین کہ سلیمان وقت نہین بلکہ سلیمان وقت اب بھی موجود ہین جیسا کان من امۃ الا خلا فیہا نذیر سے معلوم ہوتا ہی اور وجہ دلالت یہ ہے کہ جو وجہ نذیر کے آنے کی اس وقت تھی ۔ اور جو داعی اسوقت تھا یعنی اتمام حجت و اصلاح امت وہ اب بھی موجود ہے پھر کوئی وجہ نہین کہ اب نذیرونکا سلسلہ منقطع ہوجاوے پس ضرور ہوا کہ اسوقت بھی موجود ہون اور ہین بھی مگر ہم دنیاوی مآل اندیشی کے نشہ مین اندھے ہورہے ہین لہذا وہ ہمکو دکھلائی نہین دیتے اس لیے ہم اُنسے مستفیض بھی نہین ہوسکتے اور وہ تحاسد و تباغض بھی دور نہین ہوسکتا سو واقعی بات یہ ہے کہ دوربینی دنیاوی آدمی کو اندھا رکھتی ہے اور امور دینیہ کو دیکھنے سے مانع ہوتی ہے اوسکی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے گھر مین کوئی سو رہا ہو اور سونے کے سبب گھر کو نہ دیکھ سکتا ہو۔ وہ سوتے ہوئے مشرق و مغرب مین گھوم آتا ہے مگر اوسکو اپنے رفیق کی خبر نہین ہوتی ۔ یون ہی اہل رشد اسکے پاس ہین مگر یہ دیکھ نہین سکتا ۔ ہم لوگ باریک باتون پہ مٹے ہوئے ہین اور مشکل عقدونکو حل کرنے پر فریفتہ ہین کہ ایک گرہ لگاتے ہین اور ایک کھولتے ہین اور شبہات و جوابات کی زینت بڑھاتے ہین اس لیے ہماری مثال ایسی ہے جیسے ایک پرندہ وہ کبھی جال کی گرہ کھولتا ہے اور کبھی لگاتا ہے تاکہ وہ اس فن مین کامل ہوجاوے اور بوقت ضرورت جال سے نکل سکے اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جنگل اور چراگاہ سے محروم رہجاتا ہے ۔ اور گرہون ہی کے باندھنے کھولنے مین اوسکی عمر صرف ہوجاتی ہے اور اس سے جال کمزور نہین ہوجاتا جو اسکا مقصد ہے ہان اس کاوش مین خود اوسکے پر شکستہ ہوجاتے ہین یہی ہماری حالت ہے کہ ہم مکروہات دنیا سے نجات پانے کے لیے ادھیڑبن مین مصروف ہین مگر اس سے ہم کو ان مکروہات پر غلبہ نہین ہوتا ۔ بلکہ ہماری وہ استعداد کمزور ہوتی جاتی ہے جس سے ہم عروج روحانی کرسکتے ہین پس مشکلات دنیاوی کو حل کرنے کی کوشش مین مصروف نہ رہنا چاہیے تاکہ اس جد وجہد مین وہ استعداد فطری باطل نہ ہوجاوے جو ہمارے

عروج روحانی کا آلہ ہے ہم سے پہلے لوگون نے کیا کچھ نہین کیا ان عقدون کے حل کرنے مین لاکھون آدمیون نے اپنی
امکانی جدوجہد کی لیکن کمینگاہ حوادث کو بند نہ کرسکے انکی حالت تم کو قرآن کریم سے معلوم ہوگی۔ ارشاد ہوتا ہے
فنقبوا فی البلاد کہ انھون نے جدوجہد مین ملکون کو چھان مارا۔ مگر آگے ارشاد ہوتا ہے ہل من محیص یعنی کیا ایسا کرنے سے وہ
حوادث سے بچ گئے ہرگز نہین پس ثابت ہوا کہ دنیا مین اسقدر انہماک بالکل لایعنی ہے ہان بقدر اجازت شرعیہ کچھ
مضائقہ نہین اور دیکھو ترکی عربی رومی فارسی کے نزاع سے انگور وعنب اوزم استافیل کا اشکال حل نہ ہوا
ہرچند کوشش کی اور سر ٹپک کر بیٹھ رہے۔ اور جب تک کوئی سلیمان زباندان اور معنی شناس نہ آجاوے اسوقت
تک یہ نزاع ختم بھی نہین ہوسکتا۔ ان واقعات پر نظر کرکے مین اعلان کرتا ہون کہ اے گرفتار منازعت جانورو
باز کیطرح تم اس شاہ سلیمان وقت کے طبل باز باجہ کی آواز سنو۔ وہ تمکو اپنی طرف بلا رہا ہے اختلاف کو چھوڑو
اتحاد کی طرف دوڑو اور ہر جانب سے اسکی طرف چلو تم جہان کہین بھی ہو اسی کی طرف رخ کرو ایسا کرنا کچھ گناہ تو
نہین کہ تم یون اعراض کرتے ہو۔ جب تم اوسکی طرف رخ کردوگے تو تم کو وہی فوائد حاصل ہونگے جو اوپر مذکور
ہوئے۔ اخوۃ و اتحاد غلبۂ توحید وغیرہ۔ لیکن ہم عجیب اندھے جانور اور عجیب کندۂ ناتراش ہین کہ سلیمان کو
ہم نے ابتک نہ پہچانا بلکہ الوؤن کی طرح ان شہبازون اہل اللہ کے دشمن رہے۔ اسیکا نتیجہ ہے کہ ہم تباہ اور برباد
ہین۔ ہم اپنی انتہائی جہالت اور اندھے پن سے مقبولان الٰہی کی ایذارسانی کے درپے ہین ہماری تو یہ حالت
ہے اور جو لوگ اہل اللہ سے مستفید ہین وہ بیگناہ کو ہرگز ایذا نہین پہونچاتے۔ بلکہ وہ تو کمزورون کی اعانت کرتے
ہین نہ تو انمین مخالفت کا نام ہے اور نہ کینہ کا اور وہ اس حالت مین خوش اور مگن ہین ان مین کے وہ لوگ جو ہدہد
سلیمان سے مشابہت رکھتے ہین وہ تسبیح وتقدیس کے لیے بلقیس کے مانند سیکڑون گمراہون کے لیے راستہ کھولتے
ہین اور جو انمین کوے کیطرح کالے کلوٹے ہین وہ گو صورت مین کوے ہون لیکن ہمت کے لحاظ سے باز ہین۔ اور حق سبحانہ
کی طرف سے اونکی نظر نہین ہٹتی۔ اور انمین جو لکلک کے مشابہ ہین وہ الملک لک لاشریک لک مین مصروف ہین
اور توحید کی آگ سے شبہات و وساوس کو جلا رہے ہین اور جو ان مین کبوتر کے مشابہ اور کمزور ہین وہ دنیادی
بازون اور بڑے لوگون سے مرعوب نہین ہوتے بلکہ بڑے بڑے سرکش انکے سامنے سر جھکاتے ہین اور انمین جو بلبل
سے مشابہ ہین اور وجد کرتے ہین وہ اپنے اندر معارف کا ایک چمن رکھتے ہین اور انمین جو طوطی کی طرح خوش گفتار ہین
اونکو ظاہری قند کی ضرورت نہین کیونکہ وہ تو ہمیشہ معدن قند حقیقی سے جلوہ گر ہوتے ہین اور انمین جو بہت ہی خوشکل ہین
جنکو پائے طاوس کہنا چاہئے وہ اور حسینون سے بڑھکر ہین جنکو بظاہر پر طاوس کہنا مناسب ہے اور ان مین
جو چکور سے مشابہ ہین وہ شاہین اور اولوالعزم دنیادارون پر ہنستے ہین اور بلند پرواز ہین راہ علیین پر چلتے
ہین شاہین جانور یعنی علمائے ظاہر و طلبا کی گفتگو یا خاقانی کا قصیدہ مسمی بہ منطق الطیر تو صورت محض ہے اوس کو
منطق الطیر سلیمانی سے کیا نسبت سگر تو انکی گفتگو کی قدر نہین جان سکتا اس لیے کہ تو نے کبھی سلیمان ہی کو نہین
دیکھا۔ پس تو ان جانورون کی آوازون سے کیا واقف ہوسکتا ہے۔ وہ جانور جسکی آواز وجد مین لاتی ہے یعنی
عارف ایسکی پرواز مشرق و مغرب سے باہر ہے اوسکی ہر پرواز کبھی عرش سے فرش تک ہے اور کبھی فرش
سے عرش تک یعنی کبھی عروج ہے اور کبھی نزول۔ یہ تو مرغان سلیمانی اور وابستگان شیخ کامل کی حالت تھی اب

دوسرے جانورونکی حالت سنو۔ جو شیخ سے تعلق نہین رکھتے جو شیخ سے رہنمائی حاصل نہین کرتا اور خود چلتا ہے خواہ راہ خدا مین خواہ طلب دنیا مین وہ عاشق ظلمت ہے جسطرح خفاش عاشق ظلمت ہوتا ہے وہ محبت جہل اور تاریکی عالم ناسوت مین پھنسا ہوا ہے مبتلائے جہل و شہوات و لذات ہے پس اے مردود خفاش تو اس سلیمان سے تعلق پیدا کر۔ اور اے محجوب تو اس شیخ کامل کا دامن پکڑ۔ تاکہ تو ہمیشہ ظلمت مین گرفتار نہ رہے بلکہ ایکدن تجھکو نور معرفت حق سبحانہ حاصل ہو۔ اگر تو ایک گز اس راستہ پر چلیگا تو گز کیطرح قطب مساحت ہو جائیگا یعنی جسطرح مساحت کا مدار گز پر ہوتا ہے اس لیے وہ مساحت کے لیے ایک گرانمایہ شئے ہوتا ہے یونہی تو بھی ایک گرانمایہ شئے ہوگا۔ یا یون کہو کہ اگر تو اس غیر متناہی رستہ پر اسکے لحاظ سے ایک گز بھی چل لیگا تو تو کامل ہو جائیگا۔ اور گز کی طرح جادہ پیمائی راہ سلوک کا قطب ہو جائیگا۔ یعنی دوسرے لوگ تیرے سہارے پر راہ پیمائی کرینگے۔ اور جبکہ تو لنگڑون لولونکی طرح بھی اس راستہ پر چلیگا تو یہ سارا تیرا لنگڑا لولاپن جاتا رہیگا۔ بہانتک اس کو اس راستہ پر چلنے کی ترغیب دلائی۔ آگے اسکی ہمت بندہاتے ہین اور اسکی جھجھک کو کھوتے ہین اور فرماتے ہین۔

تشریح شبیری۔ ہم سلیمان الخ۔ یعنی سلیمان اب بھی ہین لیکن ہم دوربینی کی نشاط کی وجہ سے اندھے ہو رہے ہین یعنی دنیا کی جو دوربینیان کرتے ہین اسوجہسے اس دوسری طرف سے بالکل کورے ہو رہے ہین۔ ورنہ اہل اللہ ہر زمانہ مین ہین اور پہلے اس زمانہ مین بھی ہین۔ اور خود ہمارے زمانہ مین بھی بحمد اللہ بہت بزرگ ہین اور ہمارے لیے تو قطب الاقطاب حضرت استادی قبلہ و کعبہ مولانا اشرف علی صاحب ہین حق تعالے اونکو ہمارے سر پر سلامت رکھے اور اونکے سامنے با ایمان ہمکو حق تعالے اپنے پاس بلالے۔ آمین یا رب العالمین۔

دوربینی الخ۔ یعنی دوربینی انسان کو اندھا کر دیتی ہے جیسے کہ کوئی گھر مین سو رہا ہو اور گھر سے اندھا ہو اسیطرح ہم لوگ بزرگان دین کے پاس رہتے ہین اور ان کے کمالات سے بیخبر ہین اور اندھے ہین اور اس اندھے کی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

میکند الخ۔ یعنی مشرق سے مغرب تک گذر جاتا ہے اور اپنے رفیق اور ہمنشین سے بیخبر ہوتا ہے اسیطرح ہم ساری دنیا مین مارے مارے پھرتے ہین۔ مگر اہل اللہ کی خاک بھی خبر نہین سو اے اللہ ہمارے اندھے پن کو دور فرما اور اہل اللہ کی خدمت نصیب فرما اور اون سے مستفیض فرما۔ ہماری تو یہ حالت ہے کہ۔

مو لعیم الخ۔ یعنی ہم باریک باتون کے بہت حریص ہین اور گرہون کے کھولنے کے عاشق ہین مطلب یہ کہ بس اس کا شوق ہے کہ نکتے پیدا ہون۔ اشکالات کو حل کرین اسمین لگ کر اصل مقصود سے کوسون دور ہو گئے ہین اور اس فکر مین رہتے ہین کہ۔

ما گرہ الخ۔ یعنی تاکہ ایک گرہ لگا دین اور اوسکو کھولین اشکال اور جواب مین قواعد بڑھانے والے مطلب یہ کہ بس اس مین رہتے ہین کہ ایک اشکال کیا اوسکو حل کیا دوسرا اشکال کیا اوسکو حل کیا اسیطرح کرتے رہتے ہین مقصود اور مطلوب سے بیخبر ہین آگے ہماری مثال فرماتے ہین کہ۔

ہمچو مرغے الخ۔ یعنی اوس جانور کی طرح جو گرہ اور جال کھولے کبھی باندھے۔ تاکہ فن کا کامل ہو جاوے مطلب

یہ کہ ہم اوس جانور کی طرح ہین جیسے کہ کسی نے جانور کو گرہ لگانا سکھایا اور اوسکو کھولنا بھی سکھایا۔ تو اب وہ جانور اسی مین لگا ہوا ہے کہ کبھی گرہ لگاتا ہے اور کبھی کھولتا ہے۔ اور سکھانے سے مقصد یہ ہے کہ اگر کبھی جال مین پھنس جاوے تو اوسکو کھول سکے مگر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ۔

اوشود الخ۔ یعنی وہ چراگاہ اور جنگل سے محروم رہتا ہے اوسکی عمر گرہ لگانے مین ہی خرچ ہو جاتی ہے۔

خود زبون الخ۔ یعنی کوئی جال اوس سے عاجز تو ہوتا نہین لیکن اوسکے پر ضعیف ہو جاتے ہین اور جال مین پھنس جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب وہ ایک مدت تک اس کام مین لگا رہتا ہے اور اڑتا نہین ہے تو اوسکے پر کمزور ہو جاتے ہین اور پھر اگر کہین جال مین پھنستا ہے تو نکلنا موت ہو جاتا ہے تو اسیطرح وہ جو اس گرہ کے کھولنے مین لگا رہا تو کیا وہ تو اس لیے تھا کہ جال کو کھول سکے مگر آخرکار اس قابل بھی نہ رہا کہ جال سے نکل ہی سکے۔

با گرہ الخ۔ یعنی گرہ لگانے مین کوشش کم کرو تاکہ کہین تمھارے بال و پر ایک ایک کرکے ٹوٹ نہ جاوین اس کر و فر سے مطلب یہ کہ اس دنیا کے اشکالات اور اونکے حل مین مت لگے رہو ورنہ وہ بازو اور پر کہ عالم غیب تک پہونچانے والے تھے بیکار ہو جاوین گے اور تم عروج نہ کر سکوگے پستی ہی مین پڑے پڑے اس جال مین تڑپا کروگے۔

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھون جانور ایسے جنکے پر ٹوٹ گئے۔ اور وہ کمینگاہ عوارض کو بند نہ کرسکے مطلب یہ کہ بہت سے ایسے لوگ ہین کہ جو دنیا کے جال مین پھنس گئے اور پھر مدت العمر اس سے نہ نکل سکے۔

حال ایشان الخ۔ یعنی اے حریص اون لوگون کا حال قرآن شریف سے پڑھو کہ اونھون نے زمین مین کھوج لگائے تو کیا کوئی چھٹکارا ہے مطلب یہ کہ دیکھو قرآن شریف مین ہے کہ وکم اہلکنا من قبلہم من قرن ہم اشد منہم بطشا فنقبوا فی البلاد ہل من محیص یعنی ہم نے ان سے پہلے بہت سی قوی قومون کو ہلاک کر دیا ہے اور انھون نے سفر کرے مگر اونکو کیا کوئی چھٹکارا اتفاق ہے ہے تو دیکھو وہ لوگ بہت دنیا مین منہمک رہے مگر سب بے سود ہوا تو اسیطرح اگر ہم بھی دنیا مین لگے رہے اور اسی مین انہماک رہا تو ہماری یہ عقل وغیرہ کچھ کام نہ آویگی۔ بلکہ پھر نکلنا مشکل ہو جاویگا آگے مولانا اون چار آدمیون کے قصہ کو فرماتے ہین۔

از نزاع الخ۔ یعنی ترک اور رومی اور عرب وغیرہ کے جھگڑے سے انگور و عنب وغیرہ کا اشکال حل نہ ہوا۔ بلکہ نزاع قائم رہا اور فیصلہ نہ ہو سکا۔

تا سلیمان الخ۔ یعنی جب تک کہ کوئی سلیمان زباندان معنوی نہ آوے گا۔ یہ دوئی نہ اوٹھے گی۔ مطلب یہ کہ جب تک کوئی کامل معنوی سب کو ایک نہ کریگا اس وقت تک یہ دوئی اور نزاعات رفع نہین ہو سکتے۔ ہان اگر کوئی سب زبانون کا عالم ہو تو وہ ان سب کے نزاعات کو رفع کر سکتا ہے۔

جملہ مرغان الخ۔ یعنی اے سارے جھگڑنے والے جانور دیانکی طرح اوس شہریار کے طبل بازگشت کو سن لو۔

ز اختلاف الخ۔ یعنی اپنے اختلافات سے اتحاد کیطرف ارے ہر جانب سے خوش خوش روان ہو جاؤ۔

حیث الخ۔ یعنی جہان کہین ہو اوسکی طرف منہ پھیر لو اور اس بات سے کون منع کرتا ہے مطلب یہ کہ بس اوس ایک مقصود و مطلوب اصل کو لے لو کہ اسی سے کام چلیگا اور سارے اختلافات رفع ہو جاوینگے بس اوسی کے ہو رہو۔

کور مرغانیم الخ۔ یعنی ہم اندھے ہو رہے ہین اور بہت ہی ناموافق ہو رہے ہین کہ اوس سلیمان کو ایکدم کے لیے

نہین پہچانتے مطلب یہ کہ اون کاملین اور مقبولان حق کو جو ہم پہچانتے نہین یہ ساری ہماری کوری کی وجہ سے ہے کہ ہم اس طرف سے اندھے ہوکر دنیا مین کھپ گئے ہین۔

ہمچو چندان الخ۔ یعنی چندون کی طرح بازون کے ہم دشمن ہوگئے تو انجام کار پس ماندہ اور ویران ہوئے یعنی جب بزرگون کو تکلیف پہونچائی تو آخرکار تباہ و برباد ہوئے۔

میکنیم الخ۔ یعنی ہم غایت جہل و عمی کیوجہ سے مقبولان خدا کی آزاردہی کا قصد کرتے ہین

جمع مرغان الخ۔ یعنی جو جماعت جانورونکی کہ سلیمان سے روشن ہین وہ بیگناہون کے پرو بال کب اکھاڑتے ہین مطلب یہ کہ جو حضرات کہ اہل اللہ کی صحبت سے مستفیض ہوچکے ہین وہ بیگناہ لوگون کو کب ستاتے ہین اور اہل اللہ بھی بیگناہ ہی ہین لہذا وہ لوگ ان حضرات کو بھی نہین ستاتے۔

بلکہ سوی الخ یعنی بلکہ عاجزون کی طرف چینہ لیجاتے ہین اور وہ جانور بخلاف وکینہ ہی کے خوش ہین مطلب یہ کہ وہ ستاتے تو کیا بلکہ اور ونکی خدمت کرتے ہین اور نہ کبھی سے لڑائی ہے اور نہ جھگڑا بلکہ خوش و خرم ہین۔

ہدہد ایشان الخ۔ یعنی اونکا ہدہد تقدیس کے واسطے سیکڑون بلقیس کے لیے راہ کھولتا ہی۔ مطلب یہ کہ اونمین جو ضعیف بھی ہین وہ بھی بہتونکو ہدایت کرتے ہین۔

زاغ ایشان الخ یعنی اونمین کا کوا اگرچہ صورت مین کوا ہے مگر ہمت کے اعتبار سے باز ہے اور مازاغ کی شان ہے جو کہ قرآن شریف مین ہے۔ مازاغ البصر و ماطغیٰ اسکا بھی یہی مطلب ہی کہ اونکا چھوٹا بھی کامل ہی ہی۔

لکلک ایشان الخ یعنی اونمین کا لکلک جو لک لک کر رہا ہی توحید کی آگ شک مین لگا رہا ہے۔

وان کبوتر الخ۔ یعنی اونمین کا کبوتر دوسرے بازون سے ہارتا نہین اور باز اونکے کبوتر کے آگے سر رکھتا ہے مطلب یہ کہ اون مین سے جو چھوٹے ہین وہ دنیادارون سے خواہ وہ کسیقدر بڑے ہون نہین گھبراتے اور آپسمین بڑے بڑے لوگ چھوٹون کے سامنے تواضع سے پیش آتے ہین۔

بلبل ایشان الخ۔ یعنی اونمین کا بلبل جو کہ حالت لاتا ہے اپنے اندر ایک گلشن رکھتا ہی۔

طوطی ایشان الخ۔ یعنی اون کی طوطی قند سے آزاد ہی اس لیے کہ اونکے قند مین سے اوسنے منہ نکالا ہے۔

پای طاؤسان الخ یعنی اونکے مورون کے پاؤن دیکھنے مین دوسرے مورونکے پرون سے بہتر ہین۔

کبک ایشان الخ یعنی اونمین کا کبک شاہین (دنیا) پر ہنستا ہے اور تعلق حق مین راہ عالم بالا کی اختیار کرتا ہی

منطق الطیران الخ یعنی خاقانی نکی منطق الطیر تو ایک آواز ہی ہے منطق الطیر سلیمان علیہ السلام والی کہان ہے خاقانی شاعر نے ایک کتاب لکھی ہے اوسکا نام منطق الطیر تھا اور اس مین کچھ جانورونکی بولیان جمع کی ہین تع فرماتے ہین کہ وہ تو صرف الفاظ ہی الفاظ ہین مگر جو منطق الطیر کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حاصل تھی وہ حقیقی تھی وہ کہان ہے ان سب اشعار بالا کا حاصل یہ ہی کہ اہل اللہ کو جانورون سے تشبیہ دی کہ جس طرح جانور عروج کرتے ہین اور اڑتے ہین اسی طرح یہ حضرات بھی عروج کرتے ہین مگر انکی حالت دنیادارون سے کب ملتی ہے انکا ایک ادنے اون کے بڑے بڑون سے کب دبتا ہے بلکہ یہی حضرات بادشاہ ہین ان کے آگے کس کی حقیقت ہے سبکی گردنین نیچی ہوتی ہین۔

تو چہ دانی الخ۔ یعنی تم جانور ونکی آواز کو کیا جانو جبکہ تم نے ایکدم کو بھی سلیمان کو نہین دیکھا۔ مطلب یہ کہ جب اہل اللہ کی صحبت ایک گھڑی بھی نہین پھر تم کو ان حضرات کی حالت کی کیا خبر ہو۔
پر آن الخ۔ یعنی اوس مرغ کا پر جسکی آواز کہ طرب آور ہے مشرق و مغرق سے باہر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان حضرات اہل اللہ کا عروج اور اونکی طیر سب اس مشرق و مغرب سے خارج ہے۔ بلکہ اونکا تعلق عالم غیب سے ہے اور اس دنیا سے اونکو تعلق ہی نہین ہے یعنی اونکا دل اسمین پھنسا ہوا نہین ہے۔
ہر یک آہنگش الخ۔ یعنی اون کی ہر آواز سے کرسی سے ثری تک اور ثری سے کرسی تک کروفر ہے۔ مطلب یہ کہ زمین سے آسمان تک اون ہی کی سلطنت ہے۔
مرغ الخ۔ یعنی جو مرغ کہ بے اس سلیمان کے جاتا ہے وہ عاشق ظلمت مثل خفاش کے ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ جو ان کاملین سے الگ ہین وہ اندھیرے مین بے نور ہین۔
با سلیمان الخ۔ یعنی سلیمان کے ساتھ موافقت پیدا کر اے خفاش مردود تا کہ تو ہمیشہ ظلمت ہی مین نہ رہے۔ خفاش سے مراد عوام ہین یعنی اے عوام محجوبین کاملین کی خدمت کرو تاکہ نور حاصل ہو اور اس ظلمت سے نجات حاصل ہو۔
یک گزے الخ۔ یعنی ایک گز راستہ جو کہ اسطرف چلو گز کی طرح تم قطب مساحت بنجاؤ گے یعنی تم اگر تھوڑی سی توجہ بھی کرو اوس سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔
وانکہ الخ۔ یعنی جو کہ تو لنگڑا لنجا اس طرف چل رہا ہے تو سارے لنگڑے لولے پن سے چھوٹ جاؤ گے۔ مطلب یہ کہ اگر بے دست و پا ہو کر بھی اودھر کوشش کرو تب بھی مقصود انشاء اللہ حاصل ہو جاوے گا۔ اس لیے کہ تمھارے اندر استعداد قبول تو موجود ہے ہی ذرا سی توجہ کروگے وہ ظاہر ہوگی اور کام بنجاوے گا۔ آگے اس پر ایک قصہ لاتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

تخم بطے گرچہ مرغ خانہ ات
کرد زیر پر چو دایہ تربیت

مادر تو بط آن دریا بدست
دایہ ات خاکی بد و خشکی پرست

میل دریا کہ دل تو اندر است
آن طبیعت جانت را از مادر است

میل خشکی مر ترا زین دایہ است
دایہ را بگذار کو بد دایہ است

دایہ را بگذار در خشک و بران
اندر آ در بحر معنی چون بطان

گر ترا دایہ بترساند ز آب
تو مترس و سوئے دریا ران شتاب

تو بطی بر خشک و بر تر زندہ
نے چو مرغ خانہ خانہ کندہ

تو ز کرمنا بنی آدم شہے
ہم بخشکی ہم بدریا پا نہے

کہ حملنا ہم علی البحر بجان
از حملنا ہم علی البر پیش ران

مر ملائک را سوے بر راہ نیست
جنس حیوان ہم ز بحر آگاہ نیست

تو بہ تن حیوان بجانی از ملک — تا روی ہم بر زمین ہم بر فلک
تا بظاہر مثلکم باشد بشر — با دل یوحی الی دیدہ ور
قالب خاکی فتادہ بر زمین — روح او گردان بر آن چرخ برین
ما ہمہ مرغابیانیم اے غلام — بحر میداند زبان ما تمام
پس سلیمان بحر آمد ما چو طیر — در سلیمان تا ابد داریم سیر
با سلیمان پائے در دریا بنہ — تا چو داؤد آب سازد صد زرہ
آن سلیمان پیش جملہ حاضر است — لیک غفلت چشم بند و ساحر است
تا ز جہل و خوابناکی و فضول — او بہ پیش ما و ما از وے ملول
تشنہ را درد سر آرد بانگ رعد — چون نداند کو کشاید ابر سعد
چشم او ماندست در جوئے روان — بیخبر از ذوق آب آسمان
مرکب ہمت سوئے اسباب راند — از مسبب لاجرم محروم ماند
آنکہ بیند او مسبب را عیان — کے نہد دل بر سببہائے جہان
از مسبب یابد اندر یک صباح — از نجات و از فلاح و از نجاح
انچہ در صد سال مشت حیلہ بند — دہ یکے زان نیز حاصل ناورند

تو بط کا انڈا ہے مرغی نے اپنے پروں کے نیچے دایہ کی طرح تیری تربیت کی ہے تیری ماں اس دریا کی بط تھی اور دایہ تیری خاکی اور خشکی پرست ہے (بط سے مراد روح ہے جو عالم امر سے اور دریاے معرفت کی شناور ہے اور دایہ سے مراد جسم ہے جو عالم خلق سے اور محجوب ہے۔) تیرے اندر جو اس دریا کی رغبت ہے یہ خصلت تیری جان کو ماں سے حاصل ہوئی ہے اور عالم ناسوت کی طرف جو تجھکو رغبت ہے یہ بات تجھے دایہ سے حاصل ہوئی ہے جب تجھے یہ معلوم ہو گیا اور تجھپر اپنی حقیقت منکشف ہو گئی تو اب تجھکو دایہ کی اطاعت چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ یہ بدرا ہے تو اس دایہ کو خشکی ہی پر چھوڑ دے۔ اور بطوں کی طرح سمندر میں گھس جا ہرگز مت جھجھک اگر تجھے دایہ ڈرادے کہ ارے پانی میں جا ہلاک ہو جائیگا تو ڈر مت اور دریا میں گھس جا۔ تو تو بط ہی تو خشکی پر بھی زندہ رہتا ہے اور تری میں بھی اور مرغی کیطرح صرف گھر ہی کو نہیں کریدتا تو تو تمغہ کرمنا بنی آدم سے مشرف ہے خشکی پر بھی چل سکتا ہے اور دریا میں بھی جو نکو اونکی نسبت حملنا ہم علی البر والبحر مذکور ہے پس اب تک تو حملنا ہم علے البر کا مصداق تھا اب اس سے بڑھکر دریا میں گھس کر تو جان کے لحاظ سے حملنا ہم علی البحر کا مصداق ہے۔ تیری کرامت علی المخلوقات کی وجہ ہی یہ ہے کہ تو بری بھی ہے اور بحری بھی۔ فرشتے ہیں سو انکو تو بر یعنی عالم ناسوت سے تعلق نہیں باین معنی کہ وہ اس سے مستفید نہیں ہوسکتے رہی جنس حیوان انکو بحر معارف سے معتد بہ تعلق نہیں تو ذو جہتین ہے اور ملکیت اور حیوانیت دونوں کا جامع کیونکہ جسم کے لحاظ سے تو حیوان ہے اور روح کے لحاظ سے فرشتہ لہذا تو زمین پر بھی چلتا ہے اور آسمان پر بھی آدمی گو صورۃً دیگر اجسام کے مماثل ہے۔ مگر دل مصداق یوحی الی اور معدن حقائق و معارف کے لحاظ سے عارف اور صاحب بصیرت ہے اوسکا جسم خاکی تو زمین پر

رہتا ہے لیکن اسکی روح بلحاظ معرفت آسمان کی سیر کرسکتی ہے جب یہ حالت ہے تو تیرے لیے بحر حقیقی سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہین پس تجکو ضرور اس بحر مین گھسنا چاہیئے اور اس سے منتفع ہونا چاہیئے اب ہم تجکو اسمین گھسنے کا طریقہ بتاتے ہین یاد رکھو کہ بحر دو ہین ایک بحر حقیقی جسکا اوپر ذکر ہوا اور جو جملہ بنی آدم کے لحاظ سے بحر ہے۔ اور ایک بحر اضافی جو بنی آدم ہی مین سے ہے پس ہم سب ناقصین اس بحر اضافی کے لحاظ سے مرغابی ہین اور وہ ہمارے لحاظ سے بحر۔ وہ ہماری زبان جانتا ہے یعنی ہمارے جذبات خیالات استعدادات سے واقف ہے اور ہمکو پورا فائدہ پہونچا سکتا ہے اور حیات روحانی بخش سکتا ہے اب سمجھو کہ وہ بحر کون ہے وہ بحر وہی ہے جسکو ہم سلیمان کہتے آئے ہین یعنی شیخ کامل اور ہم ناقصین اسکی مرغابیان ہین ہمکو ہمیشہ اوس سے منتفع ہونے اوسکے اسرار پر مطلع ہونے اوس سے حیات روحانی حاصل کرنے کی ضرورت ہے پس تم کو اس بحر اضافی یعنی سلیمان اور شیخ کامل کے ساتھ اس دریاے حقیقی مین قدم رکھنا چاہیئے تاکہ وہ داؤد علیہ السلام کی طرح پانی کو تمھارے لیے زرہ بنادے اور تم کو اوسکے خطرات سے محفوظ رکھے۔ وہ سلیمان معدوم نہین بلکہ سب کے سامنے موجود ہے۔ لیکن غفلت نے نظر بندی اور جادو کر رکھا ہے جو وہ دکھلائی نہین دیتا۔ اور نوبت باینجا رسید کہ وہ ہمارے سامنے ہے مگر ہم اپنی جہالت اور خفتگی اور بیہودگی سے اوس سے گھبراتے ہین اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم اپنی حماقت سے اوسکو نافع نہین سمجھتے۔ جیسے بعض پیاسا چونکہ یہ نہین جانتا کہ رعد ابر کو کھولیگا اور وہ برسے گا تو رعد کی آواز سے اس کے سر مین درد ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنی حماقت سے اوس کو موصل الی المطلوب نہین سمجھتا اس لیے کہ اس کی نظر تو آب جو تک محدود ہے وہ سمجھتا ہے کہ پانی صرف نہر سے ملتا ہے اور آب آسمان کے ذائقہ سے واقف ہی نہین لہذا وہ رعد سے پانی کا متوقع نہین ہے۔ چونکہ اوسکی ساری دوڑ اسباب تک ہے اس لیے وہ مسبب سے محروم ہے اور مسبب پر نظر نہین رکھتا۔ مگر جو مسبب کا مشاہدہ کرتا ہے وہ اسباب ظاہرہ سے ہرگز دل نہین لگاتا لیکن چونکہ وہ اختیار اسباب ظاہرہ کا مامور ہے اس لیے انکو چھوڑتا بھی نہین لہذا مسبب کی جانب سے اسکو ایک ہی دن مین وہ نجات اور رستگاری ا[illegible] بی حاصل ہوتی ہے جسکا دسوان حصہ مقید بتدابیر کو سو سال مین بھی نہین ملتا اس کے متعلق ایک حکایت سنو جس سے اس کی تصدیق ہو کہ اصل مسبب ہے اور وہی مطمح نظر بنانے کے قابل ہے نہ کہ اسباب۔

قصہ بط کے بچون کا کہ خانگی مرغی اونکو پالتی تھی

شرح شبیری - تخم بطے الخ - یعنی تم تو تخم بط ہو اگرچہ تمکو مرغ خانگی نے پر کے نیچے دایہ کیطرح پالا ہے۔
مادر تو الخ - یعنی تمھاری مان اس دریا کی بط تھی اور تمھاری دایہ خاکی ہے اور خشکی پرست ہے۔
میل دریا الخ - یعنی دریا کا میلان جو تمھارے دل مین ہے وہ تمھاری طبیعت جان کو مان کی طرف سے ہے میلان سے مراد رغبت و استعداد اور دریا عالم غیب مادر سے مراد عقل انسانی اور دایہ سے مراد عقل حیوانی مطلب یہ کہ تمھارے اندر جو عالم غیب کی رغبت ہے یہ اوس روح انسانی کا اثر ہے جسکی استعداد صحیح ہے اگرچہ

تم اس دنیا مین آگئے ہو مگر ابھی وہ تقاضا باقی ہے اگر توجہ کرو تو ابھی شناوری کرنے لگو گے۔
تمیل خشکی الخ۔ یعنی تمکو خشکی کی رغبت اس روح حیوانی کی وجہ سے ہے تم اسکو ترک کرو کہ یہ تو بد عقل ہے تم اس روح انسانی کے مقتضا پر عمل کرو۔
دایہ الخ۔ یعنی دایہ کو چھوڑ دو خشکی پر۔ اور دریا مین بطونکی طرح چل دو۔ مطلب یہ کہ اس نفس کو ساحل پر اس دنیا ہی مین چھوڑو تم روحانی عروج اور عالم مین پیدا کرو۔
گر ترا الخ۔ یعنی اگر تجھے دایہ پانی سے ڈراوے تو تو ڈر مت دریا مین جلدی سے گھس جا۔ یعنی اگر نفس و شیطان اس راہ مین آنے سے ڈراوین کہ وہان ہلاک ہو جاؤ گے تو گھبراؤ مت بلکہ قدم بہت جلد رکھو کہ پھر شناوری کرنے لگو گے۔ ہان اگر ساحل پر رہو گے تو ڈوب جاؤ گے۔
تو بطے الخ۔ یعنی تم تو بط ہو خشکی اور تری سب پر زندہ بھی رہو گے۔ مرغ خانگی کی طرح گھر نہین کھودا ہے۔ مطلب یہ کہ تم ان اسباب ظاہری کے مقید نہین ہو بلکہ جہان رہو گے خوش رہو گے۔
تو ز کرمنا الخ۔ یعنی تم کرمنا بنی آدم کی وجہ سے بادشاہ ہو خشکی مین بھی اور دریا مین بھی پاؤن رکھتے ہو۔ مطلب یہ کہ تم تو اس قابل ہو کہ ہر جگہ تمھارا ہی تسلط ہو۔ اسلیے کہ ارشاد ہے۔
کہ حملنا ہم الخ۔ یعنی کہ تم تو حملنا ہم علی البحر کی جان سے (مصداق ہو) اور حملنا ہم علے البر کی وجہ سے آگے کو ہو۔ مطلب یہ کہ دونون جگہ رہو اور ہر حال مین خوش رہو۔
مر ملائک الخ۔ یعنی ملائک کو ہر کیطرف راستہ نہین ہے۔ اور جنس حیوانی کو بحر سے آگاہی نہین ہے مطلب یہ کہ تم وسط مین ہو عالم بالا والے جو کہ نور ہین وہ اس عالم سے تعلق نہین رکھتے اور عقل روح حیوانی اس عالم بالا سے تعلق نہین رکھتی مگر بحمد اللہ انسان مین دونون خصلتین موجود ہین۔
تو بہ تن الخ۔ یعنی تو تن کے اعتبار سے تو حیوان ہے اور روح کے اعتبار سے ملک تاکہ زمین پر بھی اور آسمان پر بھی دونون طرف جا سکو۔
تا بظاہر الخ۔ یعنی تاکہ ظاہر مین تو انسان (کامل) تمھاری ہی طرح ہو اور دل یوحی الی سے مبصر ہو مطلب یہ کہ قرآن شریف مین ہے کہ انا الا بشر مثلکم یوحی الی تو قضیہ اول کے اعتبار سے تو مثلکم کے مصداق ہین اور دوسرے قضیہ یوحی الی کے اعتبار سے وہ مبصر اور کامل ہین۔
قالب الخ۔ یعنی قالب خاکی تو زمین پر پڑا ہوا ہے اور اسکی روح چرخ برین پر پھر رہی ہے۔
ما ہمہ الخ۔ یعنی ارے چھوکرے ہم سب مرغابیان ہین وہ بحر ہماری سب کی زبان کو جانتا ہے۔
پس سلیمان الخ۔ یعنی کہ پس سلیمان تو بحر کی طرح ہین اور ہم پرندے ہین اور سلیمان ہی مین ہمیشہ سیر کرتے ہین۔ یعنی ان ہی حضرات کی حالت کو دیکھتے ہین۔
با سلیمان الخ۔ یعنی سلیمان کے ساتھ دریا مین پاؤن رکھ دو تاکہ داؤد علیہ السلام کی طرح پانی سو زرہ بنا دے۔ مطلب یہ کہ شیخ کامل کے ساتھ متوجہ الی اللہ ہو جاؤ۔ تاکہ اوس طرف کی توجہ تمکو ہزارون آفتون سے بچالے
آن سلیمان الخ۔ یعنی وہ مرد کامل سب کے سامنے حاضر ہے لیکن غفلت آنکھ کو بند کرنے والی اور ساحر ہے۔

تا ز جہل الخ۔ یعنی یہانتک کہ جہل اور خوابناکی اور فضولیت کی وجہ سے وہ ہمارے سامنے اور ہم اون سے غافل ہین اس لیے کہ اہل اللہ تو آخر انسان ہمارے اندر ہی ہوتے ہین مگر اندھے ہین اس لیے دیکھتے نہین ہین گر تشنہ را الخ۔ یعنی پیاسے کو رعد کی آواز سے درد سر پیدا ہوگا جبکہ وہ یہ نہ جانے کہ وہ ابر سعد کو کھوینچے گا تو اسی طرح ہم کو اولیا اللہ کی ترشی ذراسی سخت معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ اونکے کمالات کی خبر نہین ہے ورنہ اونکی سختی کو سر آنکھون سے قبول کرین۔

چشم او الخ۔ یعنی اوسکی آنکھ اس ندی روان مین لگی ہوئی ہے اور آب آسمان کے ذوق سے بیخبر ہے۔ اسیطرح اس دنیا مین لگے ہوے ہین جب تک کہ اونکے کمالات سے بیخبر ہین۔

مرکب ہمت الخ۔ یعنی مرکب ہمت کو اسباب مین چلایا تو آخرکار مسبب سے محجوب رہے اور اوسکی تجلی اور نور سے فائض نہو سکا۔

آنکہ بیند الخ۔ یعنی جو شخص کہ مسبب کو ظاہر طور پر دیکھے وہ اسباب جہان پر کب دل رکھے گا۔

از مسبب یابد الخ۔ در صد سال الخ۔ یعنی جسکی نظر مسبب پر ہے وہ مسبب سے ایک ذراسی دیر مین نجات اور فلاح اور نجاح مین سے وہ پا لیتا ہے جو کہ اسباب پرست کی کوشش سو برس مین اوس خزانہ کا دسوان حصہ بھی حاصل نہین کر سکتی۔ اور یہ بات بالکل ظاہر ہے جسنے خود مسبب کو پا لیا اوسکے سامنے اسباب کی حقیقت ہی کیا ہے آگے درویش کی حکایت لاتے ہین کہ اونکی نظر حق تعالے مسبب الاسباب پر تھی تو اونکو صحرائے خشک مین پانی ملتا تھا اور بہت سی کرامتین ظاہر ہوتی تھین یہ ساری برکت مسبب پر نظر ہونے کی اور توکل کی تھی۔ اب حکایت سُنو۔

شرح حبیبی

زاہدے بُد در میان بادیہ　　در عبادت غرق چون عبادیہ
حاجیان آنجا رسیدند از بلاد　　دیدہ شان بر زاہد خشک اوفتاد
جائے زاہد خشک بود او تر مزاج　　از سموم بادیہ بودش علاج
حاجیان حیران شدند از وحدتش　　وان سلامت در میان آفتش
در نماز استادہ بُد بر روئے ریگ　　ریگ کز تفش بجوشد آب دیگ
گفتئی سرمست در سبزہ و گل است　　یا سوارہ بر براق و دلدل است
یا کہ پایش بر حریر و حلہ ہاست　　یا سموم او را بہ از باد صباست
ایستادہ تازہ رو اندر نماز　　با خضوع و با خشوع و بے نیاز
با حبیب خویشتن میگفت راز　　ماہ بود استادہ در فکر دراز
پس بماندند آن جماعت با نیاز　　تا شود درویش فارغ از نماز
چون ز استغراق باز آمد فقیر　　زان جماعت زندہ روشن ضمیر

دید کابش می چکید از دست شو — جامہ اش تر بود ز آثار وضو
پس بپرسیدش کہ آبت از کجاست — دست را برداشت کز سوئے سماست
گفت ہر گاہے کہ خواہی می رسد — بے ز چاہ و بے ز حبل من مسد
مشکل ما حل کن اے سلطان دین — تا ببخشد حال تو ما را یقین
وانما سرے ز اسرارت بما — تا ببریم از میان زنارہا
چشم را بگشود سوئے آسمان — کہ اجابت کن دعاے حاجیان
رزق جوئی را ز بالا خو گرم — چون ز بالا برگشودستے درم
اے نمودہ تو مکان را لامکان — فی السماء رزقکم کردہ عیان
درمیان این مناجات ابر خوش — زود پیدا شد چو پیل آبکش
ہمچو آب از مشک باریدن گرفت — در گو و در غارہا مسکن گرفت
ابر می بارید چون مشک اشکہا — حاجیان جملہ کشادہ مشکہا
یک عجائب در بیابان وانمود — ابر چون مشکے دہن را بر کشود
یک جماعت زان عجائب کارہا — می بریدند از میان زنارہا
قوم دیگر را یقین در ازدیاد — زین عجب واللہ اعلم بالرشاد
قوم دیگر ناپذیرا ترش و خام — ناقصان سرمدی تم الکلام

ایک زاہد ایک جنگل میں رہتا تھا اور عبادت میں یوں غرق تھا جیسے قریۂ عبادان کے رہنے والے عبادان
میں اتفاقاً مختلف ملکوں سے کچھ حاجی وہاں پہونچے اور انکی نظر اس زاہد پر پڑی جو کثرت مجاہدات سے سوکھ گیا
تھا وہ خشکی میں رہتا تھا گو مزاج میں اوسکے رطوبت تھی اسلیے اس جنگل کی لوئیں اوسکے لیے دوا کا کام دیتی تھیں
معنی حقیقی مقصود نہیں معلوم ہوتے بلکہ مدعا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح تر مزاج شخص کو گرم اشیا مفید ہوتی ہیں
یوں ہی وہ لوئیں بوجہ مجاہدہ میں معین ہونے کے اس کے لیے بجائے مضر ہونے کے نافع تھیں حاجی لوگ اسکی
تنہائی اور ان آفتوں میں صحیح و سالم رہنے کو دیکھکر حیران رہگئے انکی حالت یہ تھی کہ ریت کے اوپر نماز پڑھ رہے
تھے اور ریت بھی ایسا کہ اگر اوس پر ہانڈی کو رکھ دیا جاوے تو اوسکی گرمی سے جوش مارنے لگے اور اس
اطمینان سے نماز پڑھ رہے تھے کہ گویا کہ وہ سبزہ و گل پر کھڑے مست ہیں یا براق و دلدل پر سوار ہیں یا کہ وہ
حریر اور اعلے کپڑوں پر کھڑے ہوئے ہیں یا وہ لو انکے لئے باد صبا ہے غرض وہ اس اطمینان سے اور ہشاش
بشاش خشوع و خضوع و عجز و نیاز کے ساتھ نماز میں کھڑے ہوے اپنے محبوب سے باتیں کر رہے تھے
اور استغراق کیحالت میں کھڑے کے کھڑے رہگئے تھے پس یہ لوگ اوسوقت تک با ادب خاموش رہے جب تک کہ
وہ نماز سے فارغ ہوں اور جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو اس جماعت کے ایک سمجھدار آدمی نے دیکھا
کہ اوسکے ہاتھوں اور منہ سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں اور اثر وضو سے انکا کپڑا ابھی تر تھا اسوقت
اوسنے دریافت کیا کہ آپکو پانی کہاں سے ملا یہاں تو کوسوں پانی نہیں اونھوں نے آسمان کی طرف

ہاتھ اٹھا کر بتلایا کہ آسمان سے اس پر اونسے سوال کیا کہ جب آپ پانی مانگتے ہین تو کیا ہمیشہ آپکو ملجاتا ہے یا
کبھی ملتا ہے کبھی نہین۔ آپ ہماری اس مشکل کو حل فرمایئے تاکہ اس سے ہمکو درجۂ یقین حاصل ہو اور اپنے اسرار
مین سے کوئی راز دکھلا دیئے تاکہ ہم اپنی کمرون سے زنار کھول ڈالین یعنی اب تک تو ہمکو ایمان کا ایک ضعیف مرتبہ
حاصل ہے جسکے سبب ہم کفر سے قریب ہین اور گویا کہ کافر اور زنار بستہ ہین آپکی کرامت سے ہمارا ایمان بڑھے
گا اور گویا کہ ہم اب مسلمان ہونگے اونھون نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا کہ اے اللہ ان حاجیون کی دعا
قبول فرمایئے اور کوئی کرامت انکو دکھلایئے مین تو ہمیشہ سے اوپر ہی سے رزق جوئی کا عادی ہون کیونکہ آپ نے میرے
رزق کا دروازہ اوپر ہی سے کھولا ہے آپ نے سفلیات کو علویات سے ظاہر فرمایا ہے اور فی السماء رزقکم کو شاہد
کرادیا۔ وہ یہ دعا کر ہی رہے تھے کہ ہاتھی کی طرح بڑے بڑے پانی سے لدے ہوئے بادل نمودار ہوئے اور یون
موسلا دھار برسنا شروع کیا جیسے مشک کا دہانہ کھول دیا ہو اور گڑھون اور غارون مین پانی ٹھیر گیا ابر تو
مشکون کی طرح پانی گرا رہا تھا اور حاجی لوگ اپنی مشکین کھولے ہوئے پانی بھر رہے تھے۔ غرض کہ اس
بیابان مین یہ عجیب بات ظاہر ہوئی کہ ابر نے مشک کی طرح دہانہ کھولدیا اس سے حاجیون کی جماعت مین
مختلف اثر ظاہر ہوئے کچھ لوگونکو تو یقین حاصل ہوا اور گویا کہ وہ اب مسلمان ہوئے اور کچھ لوگون کو پیشتر
سے یقین تھا اس مشاہدہ سے انکے یقین مین ترقی ہوئی۔ اور کچھ لوگ ایسے تھے جنھون نے اسکو قبول نہ کیا
اور کچے کے کچے رہے یہ لوگ ناقصین ازلی تھے فقط۔

حاجیون کا اس شیخ زاہد کی کرامت مین حیران ہونا جو کہ جنگل مین گرم ریت پر بیٹھا ہوا تھا

شرح شبیری۔ زاہدے الخ۔ یعنی ایک زاہد جنگل مین تھا اور عبادت مین عبادیہ کی طرح غرق تھا۔
حاجیان الخ۔ یعنی حاجی لوگ اس جگہ مختلف شہرون سے پہونچے تو اونکی نظر اس سوکھے ہوئے زاہد پر پڑی
جو بہت ہی دبلے پتلے تھے اونکو سب نے دیکھا۔
جائے زاہد الخ۔ یعنی زاہد کے قیام کی جگہ تو خشک تھی اور وہ تر مزاج خوش تھا اور جنگل کی لو اوسکو نافع تھی۔
حاجیان الخ۔ حاجی لوگ اوسکی تنہائی سے اور اوسکی سلامتی سے اس آفت مین حیران ہو گئے۔
در نماز استادہ الخ۔ یعنی وہ ریت کے اوپر نماز مین کھڑا ہوا تھا اور ریت بھی ایسا کہ اوسکی تپش سے ہانڈی کا پانی کھولنے لگے
گفتئے سرمست الخ۔ یعنی گویا کہ سرمست سبزہ و گل مین سے ہے یا براق اور دلدل پر سوار ہے مطلب یہ کہ اسطرح
خوش تھا جیسے بہشت ہی آرام سے ہو حالانکہ گرمی وغیرہ کی یہ حالت کہ الامان والحفیظ اور یا یہ تم کہو کہ۔
یا کہ پایش الخ۔ یعنی یا کہ اوسکا پاؤن ریشم کے حلون پر ہے یا لو اوسکے لیے باد صبا ہے غرض کہ اوسکی یہ حالت تھی کہ
ایستادہ الخ۔ یعنی وہ تازہ رو نماز مین خشوع اور خضوع اور نیازمندی کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے کہ
با حبیب الخ۔ یعنی اپنے محبوب سے راز کی باتین کر رہے تھے اور فکر دراز مین کھڑے کے کھڑے رہگئے تھے۔
پس بماند الخ۔ یعنی وہ جماعت نیاز و عاجزی کے ساتھ کھڑی رہی تاکہ وہ درویش نماز سے فارغ ہو جاوین

چون الخ دیدہ کالیش الخ۔ یعنی جب وہ فقیر استغراق سے واپس ہوئے تو اس جماعت مین سے ایک زندہ دل روشن ضمیر نے دیکھا کہ اوسکے ہاتھ اور منھ سے پانی ٹپک رہا ہے اور اوسکے کپڑے آثار وضو سے تر تھے۔
پس بپرسیدش الخ۔ یعنی پس اوس روشن ضمیر نے دریافت کیا کہ تمھارے پاس پانی کہان سے آیا اُنھون نے ہاتھ اوٹھایا کہ آسمان سے آیا ہے۔
گفت الخ۔ یعنی اونھون نے کہا کہ کیا جب تم چاہو ہو پہونچتا ہے یا کہ دعا کبھی قبول ہوتی ہے اور کبھی رد ہو جاتی ہے۔
مشکل ما الخ۔ یعنی اے بادشاہ دین ہماری مشکل حل فرمائیے تاکہ آپکا حال ہمکو یقین بخشے اور معلوم ہو جاوے کہ جناب کا مرتبہ کیا ہے معلوم ہوتا ہو کہ یہ سائل صاحب بھی کوئی بزرگ ہین جب تو اسطرح سوال کر رہے ہین۔
وانما سرے الخ۔ یعنی اپنے اسرار مین سے ایک بھید ہم کو بھی دکھا دیجئے تاکہ ہم زنارونکو توڑ دین یعنی اہل یقین سے ہو جاوین شک جاتا رہے اب ان بزرگ کا ادب دیکھئے کہ خود کوئی دعوے نہین کیا بلکہ۔
چشم را الخ۔ یعنی اون بزرگ نے آنکھ آسمان کی طرف کھولی کہ اے حاجیون کے دعا کے قبول کرنیوالے۔
رزق جوئی الخ۔ یعنی مین رزق جوئی کا عالم بالاہی سے خوگر ہون آپنے میلر دروازہ عالم بالاہی سے کھولا ہے۔
اے نمودہ الخ۔ یعنی اے وہ ذات کہ تونے مکانی کو لامکان دکھا دیا اور فی السماء رزقکم کو ظاہر کر دیا کہ انسان مکانی ہے اوسکو اوس عالم لامکان کی سیر کرا دی پھر اوس کو رزق بھی عالم بالا سے دیا جس سے کہ آیت کی پوری تصدیق ہو گئی۔
درمیان الخ۔ یعنی اس مناجات کے اندر ہی ایک بادل گہرا جلدی سے پیدا ہوا جیسے کہ ہاتھی آبکش ہو کہ اوس پر پانی بہت سا لدے گا اسیطرح اوس بادل مین پانی بہت تھا۔
ہمچو آب الخ۔ یعنی پانی اسطرح برسنا شروع ہوا جیسے کہ مشک سے بہتا ہو۔ اور گڈھون اور غارونمین مسکن پکڑا یعنی سب تالاب وغیرہ بھر گئے۔
ابر می بارید الخ۔ یعنی ابر مشک کی طرح آنسو برسا رہا تھا اور حاجیون نے اپنی مشکین کھول دین پس خوب پانی بھر لیا
یک عجائب الخ۔ یعنی بیابان مین ایک عجیب بات ظاہر ہوئی اور ابر نے مشک کی طرح منہ کھول دیا تھا
یک جماعت الخ۔ یعنی ایک جماعت تو اون عجیب بات سے اپنی زنار توڑ رہی تھی یعنی اونکو درجہ یقین کا حاصل ہو رہا تھا اور وہ تو مستفیض ہو رہے تھے۔
قوم دیگر را الخ۔ یعنی ایک قوم کے یقین مین زیادتی ہو رہی تھی اس عجب بات سے واللہ اعلم بالرشاد یعنی وہ بھی خیر متاثر ہو رہے تھے۔
قوم دیگر الخ۔ یعنی ایک دوسری قوم ناقصون اور ترش اور خام وہ ناقصان سرمدی تھے کلام تمام ہوا۔ یعنی ایک وہ تھے کہ جنکو اثر ہی نہ تھا جیسے کہ تیسے بت کی طرح دیکھ رہے تھے پس وہ ناقصان ازلی تھے کہ اونکی اصلاح کی امید ہی نہین تھی۔ تو دیکھو ان بزرگ کو چونکہ مسبب پر نظر تھی لہذا اسباب کی انکو ضرورت نہ تھی۔ بلا اسباب ان کو سب چیز حق تعالے عنایت فرماتے تھے الحمد للہ کہ ربع رابع مثنوی شریف کے دفتر ثانی کی شرح کا تمام ہوا۔ حق تعالے سے دعا ہے کہ حق تعالے حضرت والا دام ظلہم کے فیوض کو

کو عام فرمادے۔ اور اوس سے ہم غریبوں کو بھی حصہ دے اور اس مثنوی سے حق تعالے لوگوں کو فائدہ
دے کہ اس سے اس ناکارہ کو امید نجات کی ہے۔ کہ شاید کسی مقبول حق کی دعا لگ جاوے لہذا اس
شعر پر ختم کرتا ہوں۔ سے ہر کہ خواند دعا طمع دارم ٭ زانکہ من بندۂ گنہگارم۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ
اب انشاء اللہ تعالے آگے مثنوی شریف دفتر ثالث کی شرح شروع ہوگی فقط

احقر شبیر علی عفی عنہ
۱۹ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ
یوم الخمیس بلدہ تھانہ بھون

ایک منٹ کا مدرسہ
از: مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ،
خلیفہ: حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق دامت برکاتہم
ایک منٹ میں نماز میں استعمال ہونے والے الفاظ کے
معنی، ایک سُنّت، ایک گناہِ کبیرہ، گناہ کے نقصانات،
اور نیکی کے فوائد سبق وار بتائے گئے ہیں۔ قیمت ۲۳/- روپے
ایضاح المسائل
از: مولانا مفتی شبیر احمد صاحب (انڈیا)
جس میں روزمرہ پیش آنے والے ضروری و نادر
تین سو تیرہ مسائل کا مجموعہ مُستند فتاویٰ سے!
مجلد بکس بورڈ —— قیمت ۲۴/- روپے
التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف
از: حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
اس کتاب میں اُن احادیث کی تحقیق ہے جو تصوف
کی کتابوں یا صوفیاء کے کلام میں آتی ہیں۔
المسک الذکی از: حکیم الامت حضرت تھانوی رح
یعنی درس ترمذی قلمی مسودہ کے تبییض کے بعد تحقیق و
ترتیب کے ساتھ جلد منظر عام پر آرہی ہے۔
اسلام اور نکاح
از: مفتی نسیم احمد صاحب مدظلہ، معین مفتی دارالعلوم دیوبند
اسلام اور دیگر مذاہب کا تقابلی موازنہ، اسلامی نکاح
کے فوائد و مقاصد، غیر اسلامی رسموں کے مفاسد،
تعددِ ازدواج پردہ و دیگر اہم عنوانات پر مستند کتاب
سفید کاغذ بکس بورڈ پر لیمینشن کے ساتھ۔ قیمت: ۲۶/- روپے
اصلاح الرسوم
خوبصورت جلد۔ قیمت: ۳۰/- روپے
از: حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی رح
آداب المباشرت
یعنی میاں بیوی کے جنسی تعلقات کا اسلامی طریقہ
جدید اضافہ شدہ ایڈیشن۔
از: ڈاکٹر آفتاب احمد شاہ صاحب انڈیا۔ قیمت ۱۵/- روپے
اخلاص نیت یعنی روح تصوف
از: مولانا محمد حنیف صاحب (انڈیا)
روحِ تصوف پر لاجواب کتاب۔
رنگین لیمینیشن کور —— قیمت ۱۸/- روپے
افاداتِ عارفی
از: ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ ارشد: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی رح کی مجالس وعظ و نصیحت
جس کا ہر جملہ اصلاحِ نفس و اخلاق کا ترجمان ہے۔ دوسرے حصے
کے ساتھ جدید ایڈیشن اعلیٰ کاغذ۔ قیمت ۱۵۰/- روپے
آدابِ انسانیت
از: حکیم الامۃ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔
خطبات حکیم الامت جلد ۱۹ ——
ڈائی دار جلد، مجلد اعلیٰ کاغذ —— قیمت ۱۲۵/- روپے
آبِ حیات
از: حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رح
در اثباتِ حیاتِ بابرکات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ
والتحیات کے موضوع پر لاجواب معروف کتاب۔
جدید کتابت و طباعت کے ساتھ —— قیمت ۸۴/- روپے
آسان نیکیاں از: حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ
اعلیٰ کاغذ۔ خوبصورت چار رنگا ٹائٹل۔ قیمت ۳۰/- روپے